باب ۱۲ یکسان یا استمراری مصارف کے تحت قدر و قیمت

اس لاگت میں شامل نہیں کیا جاتا؛ اگرچہ ایک کاروباری شخص اپنے مصارف پیدائش کا حساب کرتے وقت اس لگان کو بھی شامل کرے گا۔ اخراجات پیدائش میں لگان کو شامل نہ کرنے کے وجوہ کی توضیح لگان کی بحث میں آیندہ کی جائے گی۔

ان متعدد اخراجات یا لاگت کو بعض اوقات 'اخراجات پیدائش' (Expenses of production) کہا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ اصطلاح 'مصارف پیدائش' (Cost of production) کے مفہوم سے کسی قدر جداگانہ مفہوم میں استعمال کی جاتی ہے؛ اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آجر و اصل دار کا تعلق محض ان معاوضوں سے ہے، جو کہ وہ محنت اور اشیائے خام کے اور اصل دائریا اصل قائم کے استعمال کے لیے ادا کرتا ہے۔ جب اس کے برعکس 'مصارف پیدائش' کی اصطلاح 'اخراجات پیدائش' سے اس کے فرق و امتیاز کو ظاہر کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے، تو اس کا اشارہ محض اس محنت و ایثار کی طرف ہوتا ہے جو پیدائش میں کیا گیا؛ — یعنی اس محنت کی طرف اشارہ ہوتا ہے جو کہ ایک مزدور نے صرف کی نہ کہ اس کی اجرت کی طرف؛ اس مشقت، سوچ بچار اور نگرانی کے کام کی طرف جو آجر سے متعلق ہیں نہ کہ اس کے معمولی منافع کی طرف؛ اور سابقہ پس اندازی اصل کی طرف ہوتا ہے نہ کہ اس اصل کے سود کی طرف۔ جیسا کہ بعد میں چل کر معلوم ہوگا، معاشیات کے بعض سب سے اہم اور دقت طلب سوالات، اپنا تعلق اس فرق و امتیاز سے قائم کر لیتے ہیں، جو کہ مصارف پیدائش (محنت اور ایثار کے مفہوم میں) اور اخراجات پیدائش (مدات خرچ کے مفہوم میں) کے مابین ہے۔[1] بایں ہمہ فی الحال اس فرق و امتیاز کی جانب اشارہ کر دینا کافی ہوگا تاکہ اس کی توضیح ہو جائے کہ ہم مصارف کو کس مفہوم میں استعمال کر رہے ہیں۔ 'مصارف' سے ہمارا مطلب، محنت و ایثار نہیں ہے؛ بلکہ اخراجات پیدائش، یعنی — اصل دار کی لاگت ہے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ ایک مزدور یا مزدوروں کی جماعت آجروں کے پاس اجرت پر کام کرنے کی بجائے آزادانہ طور پر خود ہی کام انجام دے رہی ہے، تو ہمیں، موجودہ بحث کے اغراض کے لیے، انکے

[1] دیکھو باب ۲۴

مصارف پیدائش، کا شمار کام کے گھنٹوں یا ایام (یعنی محنت) کے حوالے سے نہ کرنا چاہئے؛ بلکہ اس اجرت کے حوالے سے جو کہ وہ معمولاً اپنے کام کے لئے پائیں۔

۲۔ استقراری مصارف اور ایک قطعی تغیر پذیر رسد کے حالات کے تحت قدر و قیمت کس طریقہ پر معین و منظم ہوگی، اس کی توضیح شکل (۵) کے ذریعہ سے کی گئی ہے۔ شے کی پیدائش کے مصارف، خط س سَ سے یعنی اس فاصلہ سے جو کہ محور و لا اور خط س سَ کے مابین ہے، ظاہر ہوتے ہیں۔ خواہ تیار کردہ اشیا
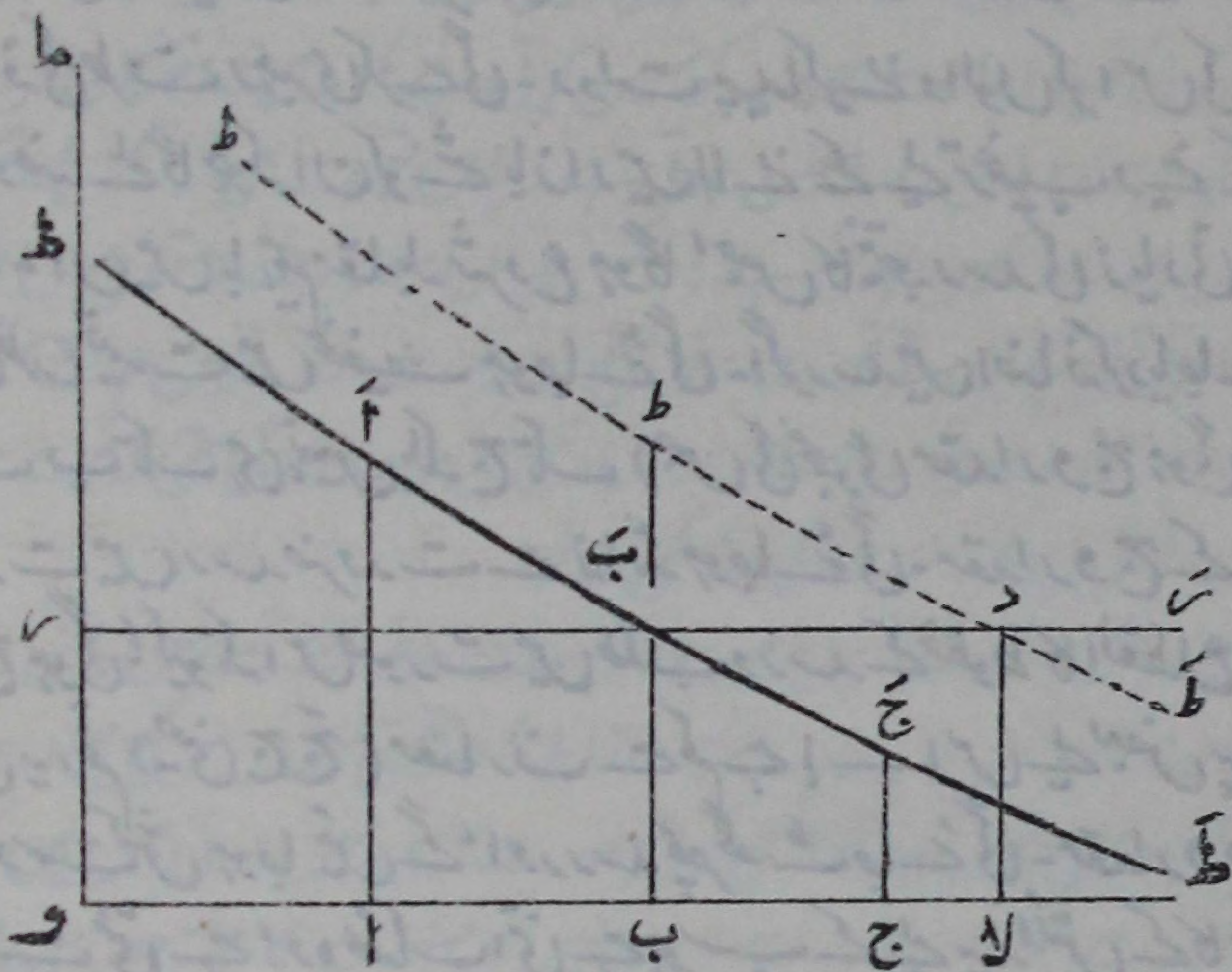
شکل نمبر (۵)

کی مقدار کچھ ہو، یہ مصارف ہر اس اکائی کے لیے جو بازار میں لائی جاتی ہے یکساں رہتے ہیں؛ خواہ مقدار و ا ہو، یا و ب، یا و ج، ہر صورت میں مصارف فی اکائی یکساں ہوں گے۔ چنانچہ خط س سَ جو رسد کے حالات کو ظاہر کرتا ہے، محور و لا کے متوازی ہے۔ اب مان لو کہ خط طَ سابقہ شکلوں کے مثل طلب کے حالات کو ظاہر کرتا ہے، جیسے جیسے مقدار میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یہ خط مائل بہ نزول ہوتا جاتا ہے؛ گویا رسد کے اضافہ اور اس کے نتیجے کے طور پر فروخت پذیری کی کمی کے ساتھ قیمت گرتی جاتی

ہے۔ اس طرح شے کی رسد مقدار و ب یا س اب پر معین ہو جاتی ہے۔ طلب و رسد کے خطوط نقطۂ ب پر ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں: گویا مقدار و ب اور قیمت ب ب (= س ا ب) ہو تو توازن قائم ہوگا۔ اگر رسد گھٹ کر و ۱ ہو جائے تو ممکن ہے کہ قیمت عارضی طور پر بڑھ کر ۱ ا ہو جائے، اور ا وہ نقطہ ہوگا جہاں رسد کا خط د ا طلب کے خط کو قطع کرتا ہے۔ اس گھٹی ہوئی رسد کی اختتامی فروخت پذیری بڑھکر ۱ ا ہو جائیگی: یعنی — تقلیل رسد (و ۱)، زیادہ قیمت پر فروخت ہوگی۔ لیکن قیمت کی یہ زیادتی، استقراری مصارف کے حالات کے تحت، رسد میں سریع اضافہ کی طرف رہبری کرے گی۔ دولت پیدا کرنے والوں کو اس کی نسبت زیادہ معاوضہ ملے گا جو کہ ان کو شے بازار میں لانے کے لیے ترغیب دینے کے لیے کافی ہوتا۔ ان میں باہم مقابلہ شروع ہوگا، جس کا نتیجہ رسد کی زیادتی ہوگی اور اس طرح قیمت میں تخفیف ہو جائے گی۔ اگر رسد میں اضافہ کر دیا جائے: یعنی — صرف ب تک ہی نہیں بلکہ ج تک (جس کی مجموعی مقدار و ج ہوگی) تو اس صورت میں، رسد ضرورت سے زائد ہو جائے گی۔ مقدار و ج کے لیے قیمت ج جَ ہوگی؛ کیونکہ اس صورت میں طلب و رسد کے خطوط کا انقطاع جَ پر ہوتا ہے۔ لیکن یہ رقم (یعنی ج جَ) مصارف سے کم ہے! — اس لیے بعض پیدا کرنے والے فوراً دست کش ہو جائیں گے، اور رسد پھر گھٹ جائے گی۔ مقدار و ب کے لیے جو قیمت ملتی ہے، وہ ٹھیک اتنی ہے جو سب کے لیے پیدائش کے کام کو نفع کے ساتھ جاری رکھنے کے لیے کافی ہے، اور اسی مقدار پر رسد معین ہوگی۔

اگر اب کسی وجہ سے طلب بڑھ جائے تو رسد میں اس طرح اضافہ ہوگا کہ قیمت پھر بھی اسی نقطے پر رہے گی۔ فرض کرو کہ فیشن میں تبدیلی ہوتی ہے، یا کوئی دوسرا سبب طلب کی بیشی کی طرف رہبری کرتا ہے؛ اس کا اظہار طلب کے خط کے بالکل کر دائیں جانب کو ہٹ جانے سے ہوتا ہے۔ گویا طلب کا خط بجائے ط ط کے ط ظ ہو گیا۔ اس میں ہر انفرادی قیمت پر، پہلے جتنی اشیا اس قیمت پر طلب کی جاتی تھیں ان سے زیادہ طلب کی جائیں گی، اور کسی مقررہ رسد کی اختتامی فروخت پذیری پہلے کی نسبت اب زیادہ ہوگی۔ رسد و ب ہونے کی صورت میں، طلب کے

باب ۱۲
یکساں یا استقراری مصارف کے تحت قدر و قیمت

ان نئے حالات کے تحت قیمت ب بَ نہ ہوگی، بلکہ ب بَ ط ہوگی، جو مصارف سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ سے رسد میں پھر اضافہ ہوگا، یہاں تک کہ مجموعی رسد و لا ہو جائے گی۔ اس طرح خط طلب رسد کے خط سے نقطہ د پر ملے گا، اور قیمت لا د = ب بَ ہوگی: گویا توازن از سر نو قائم ہو جائے گا، لیکن قیمت کے تغیر کی بنا پر نہیں، بلکہ رسد کی مقدار کے تغیر کی بنا پر۔

استقراری مصارف اور آزاد مقابلے کے حالات کے تحت، طلب یا اختتامی فروخت پذیری، قیمت کو متعین نہیں کرتی، بلکہ رسد کی مقدار کو متعین کرتی ہے۔ کوئی قریبی حالت جو قدر کو متعین کرتی ہے، وہ ہمیشہ اختتامی فروخت پذیری ہوتی ہے۔ جہاں رسد معین ہوتی ہے وہاں قیمت ہمیشہ کے لیے اختتامی فروخت پذیری سے متعین ہوتی ہے! لیکن جہاں مصارف استقراری ہوں اور رسد کاملاً تغیر پذیر ہو تو قیمت اس سطح سے بہت دور نہیں ہٹ سکتی جو مصارف سے معین ہوتی ہے۔ بازار میں اتنی ہی رسد ہوگی جتنی کہ قیمت بہ لحاظ مصارف پیدائش پر فروخت کی جا سکتی ہے۔

۳۔ اس باب کے شروع میں جو مفروضات قائم کئے گئے ہیں: یعنی — استقراری مصارف، تغیر پذیر رسد، آزاد مقابلہ، وہ حقیقی معنوں میں کبھی صنعت کے واقعات کے مطابق نہیں ہوتے! کبھی کوئی صورت ایسی نہیں ہوتی جس میں کہ یہ شرائط صحیح طور سے مکمل اور پورے ہوں۔ بایں ہمہ صنعت کا بیشتر حصہ ایسا ہے جس میں ان شرائط کی تکمیل کی طرف رجحان پایا جاتا ہے، اور جس میں استقراری مصارف کے تحت اصول قدر و قیمت عام اور وسیع واقعات کی تشریح و توجیہ کرتا ہے۔

172

سب دولت پیدا کرنے والوں کے لیے مصارف کبھی صحیح طور سے مساوی نہیں ہوتے۔ اس سے قبل ہم نے جو تشریح کی اس میں اس قسم کی مساوات فرض کی گئی ہے۔ اس واقعہ سے کہ مصارف میں عام تبدیلی کا امکان ہے، جو سب پیدا کرنے والوں کو متاثر کرے گی، استدلال کے اطلاق میں لازمی طور سے کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ کوئی ایجاد یا اصلاح، مصارف کو سب کے حق میں کم کر سکتی ہے

باب ۱۲ یکساں یا متواتر مصارف کے تحت قدر و قیمت

مذکورہ بالا شکل میں رسد کا افقی خط پست تر ہو سکتا ہے؛ لیکن نتیجہ محض ایک نئی سطح کا تعین و تقرر ہوگا نہ کہ کسی نئی صورت حالات کا ظہور۔ بایں ہمہ اگر مصارف میں سب پیدا کرنے والوں کے لیے ایک ساتھ کمی نہ ہو، اور اگر ایک ساتھ تو ہو مگر مساوی درجہ کی کمی نہ ہو تو ہمارے سامنے ایک نیا اصول اور ایک جداگانہ صورت پیش ہوتی ہے: یعنی — مختلف مصارف کے ساتھ پیدائش۔ چنانچہ یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جبکہ ایجادات مصارف میں کمی کر دیتے ہیں۔ مگر تبدیلی تدریجی طریقہ سے اور آہستہ آہستہ ہوتی ہے؛ مقابلہ کرنے والوں میں جو تیز طبع، ہوشیار اور بلند حوصلہ لوگ ہوتے ہیں وہ اصلاحات کو پہلے نافذ کرتے ہیں؛ دوسرے ان کی اتباع کرتے ہیں؛ اور بتدریج سب ان کو اختیار کر لیتے ہیں۔ اس طرح ایک اصلاح کے سب کی جانب سے اختیار کر لیے جانے کے بعد ممکن ہے کہ دوسری اصلاح نافذ کی جائے، اور اس پر بھی اسی طریقہ سے عمل کیا جائے۔ اگر متواتر متعدد تبدیلیاں ہوں (جیسا کہ ان کے ہونے کا امکان موجودہ زمانے کی اعلیٰ درجے کی ترقی یافتہ صنعتوں میں ہے)، تو مصارف کی مساوات کبھی باقی نہیں رہتی۔ بعض پیدا کرنے والے دوسروں کے مقابلے میں ہمیشہ کم مصارف پر اپنی اشیا تیار کرتے رہتے ہیں۔ بایں ہمہ صنعتی میدان کے غالباً بیشتر حصے میں مصارف میں مساوات کا رجحان پایا جاتا ہے۔ مصارف میں اگر کوئی فرق ہوتا بھی ہے، تو وہ عارضی ہوتا ہے، مستقل نہیں ہوتا؛ نئی سطح فوراً اور یکسانیت کے ساتھ قائم ہونے کی بجائے بتدریج اور بے قاعدگی کے ساتھ قائم ہوتی ہے۔

بعض مصنفوں نے حقیقی حالات اور طویل المدت رجحانات کے فرق کو سکونی حالت اور حرکی حالت کے فرق و امتیاز کے ذریعے سے بیان کیا ہے۔ سکونی حالت میں مقابلے کے پورے نتائج مکمل طور پر نمودار ہو چکتے ہیں؛ اور تاوقتیکہ تغیر کے مستقل اسباب نہ ہوں، اس قسم کی اشیا جن کا یہاں ذکر کیا گیا یکساں مصارف کے ساتھ تیار کی جاتی ہیں؛ اور ہمیشہ ایسی قیمت پر فروخت کی جاتی ہیں جو ٹھیک ان مصارف کے مطابق ہوتی ہے۔ حرکی حالت میں رسد میں کثیر اضافہ اور تغیر ہوتا ہے، مصارف میں اختلاف ہوتا ہے، اور قیمت میں اتار چڑھاو ہوتا رہتا ہے۔

باب ۱۲
ہیجان یا ہمواری
مصارف کے تحت
قدر و قیمت

بایں ہمہ رجحان یہ ہے کہ حرکی حالت، سکونی حالت میں بدل جائے، اور تاوقتیکہ پراگندگی پر اثر کرنے والے قوی بار بار نہ ظاہر ہوں حرکی حالت نہیں قائم رہ سکتی۔ اس طرح حقیقی سوال یہ نہیں ہے کہ آیا قیمت ان مصارف پیدائش سے صحیح مطابقت رکھتی ہے یا نہیں، جو سب مقابلہ کرنے والوں کے لیے یکساں ہوں؟ بلکہ یہ کہ آیا اس حالت سے کم و بیش قریب ہونے کا امکان ہے یا نہیں، اور سکونی حالت میں اس کے پوری طرح یکساں ہونے کا میلان ہے یا نہیں؟ یہاں اس کا اعادہ نامناسب نہ ہوگا، کہ اس قسم کا رجحان صنعتی میدان کے بیشتر حصہ میں پایا جاتا ہے: چنانچہ اس کو بالعموم سمندر سے تشبیہ دی جاتی ہے کہ اس میں ایک سطح قائم رکھنے کا میلان ہوتا ہے؛ موجوں کا مد و جزر، تلاطم اور طوفان اس کی سطح میں اختلال اور نشیب و فراز پیدا کرتے ہیں۔ لہذا حقیقی معنی میں اس پر یہ بات کبھی صادق نہیں آتی کہ ایک ہی سطح قائم رہتی ہے۔ بایں ہمہ ایک معمولی سطح ہوتی ہے، اور پانی کی حقیقی بلندی کا رجحان اسی سطح کو قائم رکھنے کی طرف ہوتا ہے؛ یا اس رجحان کی تشبیہ ہوا سے دی جا سکتی ہے کہ اس میں ایک مقررہ دباؤ قائم رکھنے کا میلان ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دباؤ (جس کی پیمائش باربیما کے ذریعہ سے کی جاتی ہے) سطح سمندر پر ۲۹٫۹ انچ ہوتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ دباؤ کم یا زیادہ ہو سکتا ہے اور ہوتا رہتا ہے، چنانچہ باربیما بہت کم معیاری اور معمولی عدد بتلاتا ہے۔ بایں ہمہ جو تغیرات ہوتے ہیں وہ اسی معیار کے قریب وجوار میں ہوتے ہیں، اور ہر پھیر کر اصلی حالت پر عود کر آتے ہیں۔ سطح سمندر سے کسی بلندی پر بھی اسی قسم کے تغیرات ہوں گے، اور اگرچہ ان کا دائرہ مختلف ہوگا لیکن ان کا میلان نئی معمولی سطح پر عود کرنے کی جانب ہوگا۔

۴۔ تمثیل و تشریح کی غرض سے یہاں خلل پیدا کرنے والے بعض اسباب پر مختصر بحث کی جا سکتی ہے۔

سب سے بڑا عام سبب غالباً رسد میں لچک یا تغیر پذیری کا فقدان ہے۔ رسد کی مقدار میں کوئی ایسا کاملاً سبک اور سریع تغیر نہیں ہوتا، جس سے کہ رسد ٹھیک اسی مقدار کے مطابق ہو جو مصارف پیدائش کی قیمت پر فروخت

باب ۱۲
یکساں یا متغیر اوسط مصارف کے تحت قدر و قیمت

ہوگی۔ حتیٰ کہ دستکاری کی صنعت کے سادہ ترین حالات میں بھی اس طرح کی تغیر پذیری نہیں ہوتی۔ جیسے جیسے کلوں اور مشینوں کا استعمال بڑھتا جاتا ہے، اور ان کو اہمیت حاصل ہوتی جاتی ہے، ویسے ویسے یہ تغیر پذیری کم ہوتی جاتی ہے، اور پیداوار میں کسی بڑی تبدیلی کے کرنے سے مصارف لاحق ہوتے اور وقت خرچ ہوتا ہے۔ گو موجودہ کلوں سے جو پیداوار حاصل ہوتی ہے اس میں کسی حد تک تغیر پذیری ہوتی ہے؛ لیکن زیادہ تغیر مشکل ہوتا ہے۔ رسد میں کوئی معتد بہ اضافہ کرنے کے معنی نئی کلیں بنانا اور مزید کلوں کا استعمال کرنا ہیں۔ اور رسد میں کسی معتد بہ تخفیف کے معنی بعض پرانی کلوں کا اخراج ہے۔ اس قسم کی تبدیلیاں جو ابتدائی مشاغل اصل کو نئے سر سے منتظم کرنے پر مبنی ہوتی ہیں، نہ صرف بہت آہستہ اور دیر میں وقوع پذیر ہوتی ہیں، بلکہ ان پر عوام الناس کے موہوم جذبات و خیالات کا بھی اثر پڑتا ہے۔ عام لوگوں کا ساتھ دینے میں کاروباری جماعت کسی دوسرے طبقے سے پیچھے نہیں رہتی۔ جب یہ افواہ عام ہو جاتی ہے، کہ فلاں فلاں صنعت منفعت بخش ہے، تو کاروباری اشخاص کسی باقاعدہ تفتیش یا تحقیق کے بغیر اس کی جانب دوڑ پڑتے ہیں لیکن اس کے برعکس جب کسی صنعت میں معاملات بگڑ جاتے ہیں تو موجودہ کارخانوں کو بأکراہ تمام بند کیا جاتا ہے۔ جب روز افزوں طلب کے آثار و علائم رونما ہوتے ہیں، تو نئے کارخانے ابتداءً بہت آہستہ آہستہ اور غور و تامل کے بعد قائم کیے جاتے ہیں؛ اور اس کے بعد جب طلب میں مزید اضافہ معلوم ہوتا ہے تو بلا تامل کثرت کے ساتھ کارخانے قائم ہونے لگتے ہیں۔ اسی وجہ سے موجودہ زمانے میں صنعتوں میں انقلابات و تغیرات رونما ہوتے ہیں، جن کے باعث بالعموم اکثر صنعتوں پر فوری اثر پڑتا ہے؛ اور انجام کار صنعتی کساد بازاری اور صنعتی بحران نمودار ہوتا ہے۔

ایسی اشیا کی قیمتیں جو طلب کی سریع تبدیلیوں کی تابع ہیں، خاص طور سے تغیر پذیر ہوتی ہیں، خواہ وہ کم و بیش استقراری مصارف کے حالات کے تحت کیوں نہ تیار کی جائیں۔ تقریباً ہر قسم کے پارچے کی قیمت پر جو لباس کے لیے استعمال کیا جاتا ہے، فیشن اور مروجہ وضع کا اثر پڑتا ہے۔ عورتیں جن کپڑوں کو استعمال کرتی ہیں ان کی حد تک طلب میں کثرت سے اور غیر معمولی تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ ایک ایسا کپڑا

174

باب ۱۱
یکساں یا آقرائی
مصارف کے بہ نسبت
قدر و قیمت

جس کا کسی عارضی زمانہ کے لیے پہننے کا فیشن ہو عورتوں کی طلب کے مطابق سرعت کے ساتھ نہیں تیار کیا جا سکتا اور اس کے برعکس ایک کپڑے کو جس کا ایک سال قبل تک فیشن تھا، کسی قیمت پر بھی آسانی کے ساتھ فروخت نہیں کیا جا سکتا۔ طلب میں جب اس قسم کی سریع اور اچانک تبدیلیاں ہوں، تو رسد کو آسانی کے ساتھ اس کے مطابق بنانے میں مشکلات پیش آتی ہیں اور مصارف پیدائش کے ساتھ قیمت کا تطابق اپنے آپ کو صرف ایک تخمینی اوسط کی شکل میں ظاہر کرتا ہے۔

مصارف پیدائش سے قیمت کے تطابق کا دارومدار یقیناً پیدا کرنے والوں کے آزاد مقابلہ پر ہوتا ہے۔ جہاں تک اتحاد یا اجارہ کا تعلق ہے وہاں تک یہ تطابق رونما نہیں ہوتا ہے جو صنعت کے غیر معین و پیچیدہ سوالات میں سے ایک سوال اجارہ دارانہ اتحاد کی وسعت ہے۔ یہ اتحاد اس قدر موثر ہوتا ہے کہ اس میں قیمت تقریباً تخمینی مصارف پیدائش کی بنا پر بھی کبھی متعین نہیں ہوتی۔ پیدائش بر پیمانہ کبیر کا رجحان انفرادی مقابلہ کرنے والوں کی تعداد کو محدود کرنا، اور اجارہ کے حالات پیدا کرنا یا ان میں سہولتیں بہم پہنچانا ہے۔ لیکن اس سمت میں جو تبدیلی ہوئی ہے (چنانچہ گزشتہ نصف صدی میں یہ تبدیلی بہت نمایاں رہی ہے) وہ اتنی وسیع نہیں ہوئی ہے کہ اس کی بنا پر بجز صنعتوں کے ایک محدود دائرے کے مقابلہ و مسابقت کا کلیتہً استیصال ہو گیا ہو[1]۔ معاشی میدان کے اکثر و بیشتر حصے میں مقابلہ کا وجود اب تک پایا جاتا ہے، گو وہ اکثر مقامات پر بے قاعدہ اور غیر منظم حالت میں ہے، اور اب بھی اشیا کی قیمتوں میں ان کے مصارف پیدائش سے تطابق قائم ہونے کا رجحان موجود ہے۔

175

بعض اوقات آزاد مقابلہ کے عمل میں ایک اہم رکاوٹ، رسم و رواج اور شہرت و نیک نامی سے پیدا ہوتی ہے۔ اس کی صورتیں نشان تجارت، لیبل زدہ اور پیٹنٹ اشیا ہیں۔ جہاں پیدا کرنے والوں اور صارفوں کے مابین درمیانی اشخاص کے ایک طویل سلسلے سے افتراق اور دوری پیدا ہو جاتی ہے، وہاں صارف متوقع رہتے

[1] دیکھو باب ۴ اور باب ۶۵۔

باب ۱۲
یکساں یا متوازی مصارف کے تحت نفع و قیمت

ہیں، کہ کوئی خارجی یا نمایاں علامت ایسی قائم کی جائے، جس کی بنا پر وہ پیدائش دولت کرنے والے مختلف حریفوں کی اشیا میں امتیاز کر کے ایک کا انتخاب کر سکیں۔ اسی لیے کاروبار میں اشتہار کا بہت بڑا اور اہم حصہ ہے۔ کاروباری حلقوں میں عام طور سے یہ کہاوت مشہور ہے کہ کسی عمدہ شے کا اشتہار دینے سے نفع ہوتا ہے۔ اشتہار سے یقیناً نفع ہوتا ہے، اور بعض اوقات کثیر منافع وصول ہوتا ہے۔ جو شخص اپنی کسی خاص پیٹنٹ شے کو مشہور کر کے اکثر لوگوں کو اس کے خریدنے کی ترغیب دیتا ہے، وہ اپنے سب مقابلہ کرنے والوں کی نسبت، زیادہ قیمت پر، یا زیادہ مقدار میں، اور بہت زیادہ استقلال کے ساتھ، اپنا مال فروخت کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس قسم کا فائدہ محض اتفاقیہ طور پر حاصل نہیں ہوتا؛ بلکہ ہوشیاری صبر، استقلال و انتظار کی بدولت وہ بتدریج حاصل ہوتا ہے۔ نشان تجارت کی منفعت بخشی کا سبب ابتداءً کسی فرد کی کاروباری قابلیت ہوتا ہے: چنانچہ اس مسئلے کی مزید توضیح اس مقام پر کی جائے گی جب ہم کاروباری اشخاص کے انفرادی منافع کے وجوہ اور ان کے تغیرات پر بحث کریں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ مقابلہ و مصارف کا کل مسئلہ ایک اساسی مسئلہ ہے، جو معاشیات کے تمام شعبوں پر حاوی ہے۔ چنانچہ یہ نہایت ضروری ہے کہ اس بحث کے دوران میں اس کے تمام پہلوؤں پر یکے بعد دیگرے روشنی ڈالی جائے۔

جہاں پیدائش بڑے پیمانہ پر ہوتی ہے، قیمت کا خفیف فرق، یا قیمت کی خفیف سی تبدیلی، منافع میں بہت بڑا اضافہ یا تخفیف کر سکتی ہے: چنانچہ ریلیے کے کاروبار میں، اگر حمل و نقل کا کرایہ فی میل فی ٹن ۱/۱۰ سینٹ بھی بڑھا دیا جائے، تو اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں، کہ اس قلیل سے اضافہ سے لاکھوں ڈالر زائد آمدنی حاصل ہو۔ شکر صاف کرنے کے کارخانے میں، اگر صاف شدہ شکر پر فی پاونڈ ۱/۱۰ سینٹ کا اضافہ کیا جائے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر پہلے کم اور متوسط درجہ کا منافع حاصل ہوتا تھا تو اب زیادہ اور معقول منافع حاصل ہوگا۔ اس طرح جو چیز قیمت کے فرق کے بارے میں صادق آتی ہے، یقیناً مصارف کے فرق کے بارے میں بھی صادق آئے گی۔ جو شخص پیداوار کی فی اکائی کے حساب سے مصارف میں ۱/۱۰ یا ۱/۲ سینٹ کی کمی کر لیتا ہے، وہ بہت جلد مالدار ہو سکتا ہے۔ بڑی بڑی تجارتی ایجنسیں، جن کے

باب یکساں یا مستقر مصارف کے تحت قدر و قیمت

متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کثیر مقدار میں منافع کماتی ہیں، حقیقت یہ ہے کہ بہت ہی قلیل فرق سے منافع کراتی ہیں۔ یوں تو قیمت، مصارف سے صرف بقدر ایک کسر ہی زیادہ ہوتی ہے؛ لیکن بحیثیت مجموعی جملہ مصارف اور جملہ قیمت کا فرق کثیر منافع کی شکل میں حاصل ہوتا ہے۔

176 ایسی عام استعمال میں آنے والی اشیا، جو ہر سال تقریباً یکساں مقدار میں استعمال ہوتی ہیں، ایسی قیمتوں پر فروخت کی جاتی ہیں، جو نہایت عجیب وغریب طریقہ سے استقراری (یا یکساں) مصارف کے قریب قریب ہوتی ہیں: چنانچہ آٹا، معمولی قسم کا سوتی پارچہ، اور جوتوں کا یہی حال ہے؛ یہاں سینٹ کے کسور کی بنا پر کاروبار ہوتا ہے۔ اگر مصارف میں ایک کسری اکائی کی زیادتی ہوجائے تو نقصان اور ایک کسر کی کمی ہو تو نفع ہوتا ہے۔ ایک قابل کاروباری منتظم، جو ہر قسم کی اصلاحات کو سرعت کے ساتھ نافذ کرسکتا ہے، اپنی اشیا کو ایسے مصارف سے تیار کرلیگا جو اس کے حریفوں کے مصارف سے کچھ ہی کم ہوں گے، یا کسی خاص قسم کے کپڑے یا کسی خاص قسم و وضع کے جوتے کو نہایت وسیع پیمانے پہ مشتہر کرنے میں کامیابی حاصل کرنے کی صورت میں ایسی قیمت وصول کرسکے گا جو دوسرے مقابلہ کرنے والوں کی قیمت سے کچھ ہی زیادہ ہوگی۔ ان دونوں صورتوں میں اس کاروباری شخص کا پلہ اس کے حریف کے مقابلے میں ایک خفیف حد تک بھاری ہوتا ہے، اور وہ بحیثیت مجموعی کثیر منافع حاصل کرتا ہے۔ دوسری اشیا عام طور سے منافع کی اعلیٰ اشرح سے فروخت کی جاتی ہیں: یعنی ــــ ان اشیا کے مصارف پیدائش اور قیمت فروخت میں وسیع فرق ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کی پیدائش میں، نفع کی متوقعہ شرحوں کے مقابلہ میں خطرات زیادہ ہوتے ہیں؛ ان کی فروخت میں نسبتہً زیادہ بے قاعدگی ہوتی ہے؛ اور ممکنہ نقصانات کو متوازن کرنا پڑتا ہے۔

جب یہ اصول قرار دیا جاتا ہے، کہ قیمت، مصارف پیدائش سے متعین ہوتی ہے تو ان سب امور کا لحاظ کرنا ضروری ہے۔ اور اس کا اعادہ کرنا نامناسب نہ ہوگا کہ یہ اصول صرف اس لحاظ سے صحیح ہے کہ ایک رجحان کو بیان کرتا ہے، کہ ایک سکونی حالت میں کیا کیا واقع ہونا اغلب ہے۔

باب سیزدہم

قدر اور تغیر پذیر مصارف۔ تقلیل حاصل

(۱) توازن قدر، اختتامی فروخت پذیری اور اختتامی مصارف کے توازن سے پیدا ہوتا ہے؛ قینچی کی تشبیہ۔ (۲) مصارف کے مستقل تغیرات عارضی تغیرات کے مقابلے میں طویل المیعاد قدر پر مختلف طریقے سے اثر ڈالتے ہیں۔ (۳) تقلیل حاصل۔ (۴) مستقل تغیرات یا تقلیل حاصل زیادہ تر استخراجی صنعتوں میں نمودار ہوتی ہے۔

177

۱۔ اب فرض کرو کہ متعدد پیدا کرنے والوں کے لیے، جو بازار میں کسی شے کو لانے کی غرض سے ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں، یکساں سہولتیں نہیں ہیں؛ اور یہ کہ ان میں سے بعض کے لیے، دوسروں کی نسبت، مصارف پیدائش زیادہ پڑتے ہیں! سردست ہمیں اس سوال سے کوئی بحث کرنے کی ضرورت نہیں ہے، کہ یہ فرق و اختلاف کیوں ہے؟ یہ مان لو کہ ایسے اختلافات موجود ہیں، اور اس کے بعد یہ غور کرنا چاہیئے کہ ان کے نتائج کیا ہیں۔

شکل (۶) کے ذریعہ سے صورت حال کی توضیح کی گئی ہے:۔ اس شکل میں طلب کے حالات نزولی خط ط ظ سے ظاہر کئے گئے ہیں؛ رسد کے حالات صعودی خط س ا س سے ظاہر کئے گئے ہیں؛ افقی محور د لا سے خط س ا س تک جو تغیر پذیر فاصلے ہیں، ان سے رسد کے مختلف اقساط کے تغیر پذیر مصارف کی پیمائش ہوتی ہے۔ بعض پیدا کرنے والے جن کو عمل پیدائش میں بہ نسبت دوسروں کے

178

باب ۱۳
قدر اور تغیر پذیر مصارف۔
تقلیل حاصل

زیادہ سہولتیں ہیں، وہی اشیا کو بازار میں مقابلۃً کم مصارف یعنی و را پر پیش کر سکتے ہیں۔
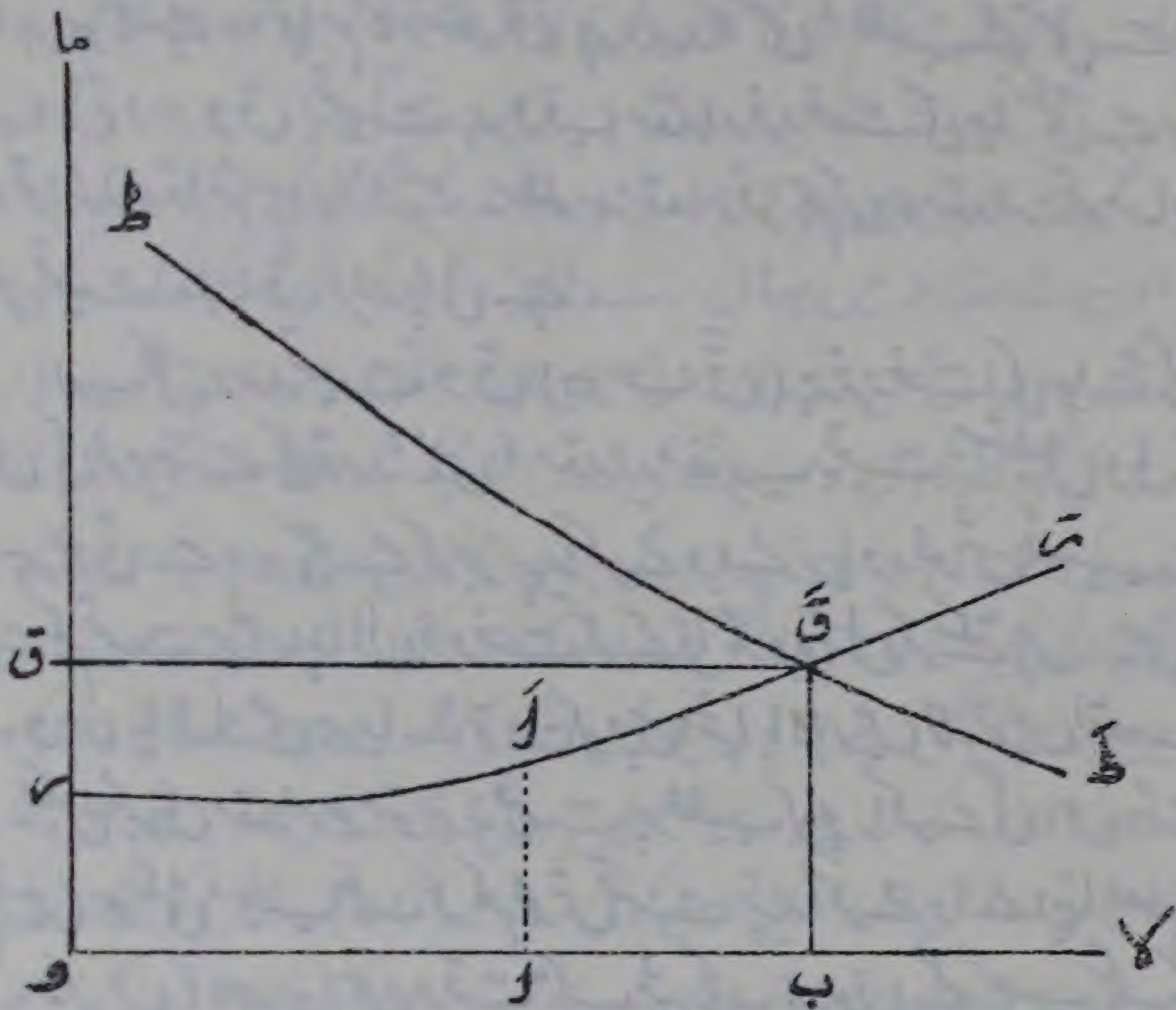
شکل (۶)

بہت اغلب ہے کہ کچھ عرصہ تک کچھ مقدار اس طرح یکساں مصارف کے ساتھ تیار کی جائے! اگر طلب کے حالات ایسے ہوں کہ ان کی بنا پر صرف یہی قلیل مقدار یکساں مصارف کی قیمت پر طلب کی جائے: یعنی — اگر طلب کا خط رسد کے منحنی کو نقطہ را کے قریب منقطع کرے، تو معمولی قیمت اس صورت میں و را ہو گی۔ اس حد تک صورت حالات اس صورت کے مشابہ ہو گی، جس پر گزشتہ باب میں ہم بحث کر چکے ہیں؛ لیکن اب طلب کے حالات، جیسا کہ خط ط طَ سے ظاہر ہوتا ہے، ایسے ہیں کہ قیمت و را ملنے کی شکل میں جتنی اشیا تیار کی جا سکتی ہیں، ان سے زیادہ اشیا اس قیمت پر مطلوب ہیں؛ نتیجہ یہ کہ بازار کی رسد میں اضافہ ہوتا ہے۔ لیکن جب رسد میں اضافہ عمل میں آتا ہے، تو زائد اقساط کی تیاری مصارف و را کے حساب سے نہیں ہوتی: مثلاً — اگر مقدار و ا تیار کی جائے تو آخری قسط کے مصارف بڑھ کر ا اَ ہو جائیں گے۔ اگر اس سے زائد مقدار تیار کی جائے تو

باب ۱۳
قدر اور تغیر پذیر مصارف تقلیل حاصل

مصارف میں مزید اضافہ ہوتا ہے؛ جیسا کہ ڈ سے قَ تک رسد کے منحنی کے صعود سے ظاہر ہوتا ہے۔ انجام کار نقطہ قَ پر رسد کا منحنی، طلب کے منحنی سے آملتا ہے۔ ب قَ (= و ق) قیمت پر و ب مقدار فروخت کی جا سکتی ہے: گویا یہاں توازن قائم ہو جاتا ہے۔ مطلوبہ مقدار فراہم کردہ مقدار کے مساوی ہوتی ہے، اور قیمت ب قَ قرار پاتی ہے۔

اب کل رسد قیمت و ق (= ب قَ) پر فروخت کی جائے گی، اور اس کل کی فروخت کی قدر، یعنی، مقدار مضروب بہ قیمت، مستطیل و ق قَ ب سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ جو پیدا کرنے والے زیادہ خوش نصیب ہیں وہ اس سے کم قیمت پر بھی اپنا مال فروخت کر کے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں: یعنی — اگر قیمت د س یا لَ ک بھی ہو جائے تو ان کو اپنی اشیا بازار میں لانے میں نقصان نہ ہوگا۔ لیکن مجموعی مقدار جو متوازن قیمت پر طلب کو پورا کرے گی اس وقت تک فراہم نہیں ہو سکتی، جب تک کہ کم خوش قسمت پیدا کرنے والے اپنا حصہ اس میں شریک نہ کریں؛ اور یہ اس وقت تک شریک نہ ہوں گے، جب تک کہ انھیں مصارف کی اعلیٰ قیمت ب قَ وصول نہ ہو؛ اس قیمت پر کل رسد فروخت کر دی جائے گی۔ وہ پیدا کرنے والے، جن کو زیادہ سہولتیں حاصل ہیں، ایسی قیمت وصول کریں گے جو ان کے حریفوں کو (جنھیں بہت کم سہولتیں حاصل ہیں) رسد کی بہم رسانی میں شریک ہونے کی ترغیب دینے کے لیے ضروری ہو۔ 179

نقطہ ب تک جو پیدا کرنے والے پیدائش میں حصہ لے رہے ہوں، اور جن کے مصارف پیدائش ب قَ ہوں، انھیں ہم 'اختتامی پیدا کنندے' کہہ سکتے ہیں۔ ان کے مصارف کی قیمت بھی شے کی اختتامی فروخت پذیری کا پیمانہ ہے۔ اس طرح اختتامی مصارف اور اختتامی فروخت پذیری میں تطابق ہوتا ہے، اور جس وقت ان میں تطابق ہوتا ہے، تو توازن قائم ہو جاتا ہے۔ اگر فراہم کردہ مقدار ب سے متجاوز ہو جائے، اور لا کی جانب بڑھے تو اختتامی فروخت پذیری گھٹ جائے گی، اور اختتامی مصارف بڑھ جائیں گے۔ نقطہ ب سے آگے رسد میں بہت زیادہ عرصہ تک اضافہ نہیں کیا جا سکتا؛ اس لیے کہ اس صورت

باب ۱۳
قدر اور تغیر پذیر
مصارف۔
تقلیل حاصل

میں پیدا کرنے والوں کو مصارف سے کم قیمت ملے گی۔ جس وقت تک طلب و رسد کے حالات اسی طرح قائم رہیں، جس طرح کہ خط ط ط اس ا س سے ظاہر ہوتے ہیں، اس وقت تک قیمت مقدار ب ق پر برقرار رہے گی۔

گزشتہ بابوں میں رسد و طلب اور قدر کے تعلق کی جن صورتوں سے بحث کی گئی، ان کے مقابلہ میں یہاں رسد و طلب اور قدر کے تعلقات کسی قدر مختلف ہیں۔ جہاں کسی شے کی رسد معین ہو (مثلاً وہ صورت جس پر باب (۱۰) میں بحث کی گئی ہے) وہاں اس شے کی قدر، طلب کے حالات کی بنا پر، یعنی — اس رسد کی اختتامی فروخت پذیری کی بنا پر، متعین ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جہاں کسی شے کی آزادانہ پیدائش کے مصارف یکساں ہوں (اس صورت پر باب (۱۲) میں بحث کی گئی ہے)، وہاں اس شے کی قدر رسد کے حالات کی بنا پر، یعنی — مصارف کے ذریعے سے، متعین ہوتی ہے۔ اس صورت میں طلب، انجام کار صرف اس مقدار کا تعین کرتی ہے جو بازار میں پیش کی جائے گی۔ لیکن اس صورت میں جو اس وقت زیر بحث ہے، رسد و طلب دونوں کے حالات قیمت کے تعین پر مستقل اثر ڈالتے ہیں۔ جب مقدار میں تبدیلی ہوتی ہے تو نہ صرف اختتامی فروخت پذیری میں تغیر ہوتا ہے، بلکہ اختتامی مصارف میں بھی تغیر ہوتا ہے۔ طلب کے گھٹنے سے نہ صرف بازار کی رسد میں کمی ہوگی، بلکہ اختتامی مصارف بھی گھٹ جائیں گے۔ اس کے برعکس طلب کا اضافہ نہ صرف بازار کی رسد میں اضافہ کا باعث ہوگا! بلکہ معمولی قیمت کو بھی بڑھا دے گا! اس لیے کہ زائد مقدار جو تیار کی جائے گی اس کے مصارف بھی زیادہ ہو جائیں گے۔ اس لحاظ سے طلب و رسد، یعنی — اختتامی فروخت پذیری، اور اختتامی مصارف، باہمدیگر معمولی قیمت کا تعین کرتے ہیں۔

پروفیسر مارشل جنھوں نے عام نظریہ قدر کو سب علمائے معاشیات سے بہتر طریقہ پر پیش کیا ہے، جدت سے کام لے کر رسد و طلب کے اثر کا مقابلہ و موازنہ مقراض کے دو پھلوں کے عمل سے کرتے ہیں: اگر مقراض کا ایک پھل غیر متحرک اور دوسرا متحرک رہے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ دوسرا پھل کترنے کا فعل انجام دے رہا ہے! بایں ہمہ وہ پھل اس وقت تک یہ فعل انجام نہیں دے سکتا جب تک کہ پہلا پھل اپنی جگہ پر

موجود نہ ہو۔ اسی طرح جب رسد معین ہوتی ہے تو ہم کہہ سکتے ہیں، کہ طلب، قیمت کا تعین و تقرر کرتی ہے۔ بایں ہمہ وہ یہ فعل صرف اس وجہ سے انجام دے سکتی ہے کہ اس شے کی رسد موجود ہے اور اس رسد میں کوئی تغیر نہیں ہو رہا ہے۔ جب اشیا استقراری مصارف کے تحت تیار کی جاتی ہیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مصارف قیمت کا تعین و تقرر کرتے ہیں؛ لیکن مصارف یہ فعل، اس وجہ سے انجام دے سکتے ہیں کہ اس شے کی طلب موجود ہے؛ اور رسد مستعدی کے ساتھ اس مقدار کے مطابق منظم ہو جاتی ہے، جو کہ مصارف کے مساوی قیمت پر طلب کی جائے گی۔ اگر مصارف میں اس طریقے سے تبدیلی ہو جس طرح کہ موجودہ باب میں بحث کی جا رہی ہے تو رسد و طلب، یعنی — مصارف اور فروخت پذیری، قیمت پر باہم مل کر اثر ڈالتے ہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ گویا قینچی کے دونوں پھل عامل اور متحرک ہیں۔ قدر کے مختلف مظاہر کی تحلیل (اعلیٰ درجہ کے ترقی یافتہ تقسیم عمل اور اس کے نتیجے کے طور پر مبادلے کے حالات کے تحت)، رسد و طلب کے باہمی عمل و اثر سے کی جا سکتی ہے؛ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان میں سے کوئی ایک آزادانہ طور سے دوسرے کے تعامل کے بغیر قدر کا تعین کرتی ہے۔

۲۔ پیدا کرنے والوں کی سہولتوں کے مابین جو فروق و اختلافات ہوتے ہیں، ان کا باعث مستقل یا عارضی اسباب، ہو سکتے ہیں، یہ اسباب جیسے جیسے مستقل یا عارضی حیثیت رکھتے ہیں اس کے مطابق وہ نظریۂ قدر کے لیے اور نیز نوع انسان کی خوش حالی کے لیے مختلف اہمیت رکھتے ہیں۔

عارضی قسم کے اختلافات بہت عام ہوتے ہیں، وہ اس قدر عام ہوتے ہیں کہ ایک لحاظ سے انھیں عالمگیر کہا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا، موجودہ زمانے کی قوموں میں ایسا کبھی نہیں ہوتا، کہ کسی صنعت میں جو لوگ کام کر رہے ہوں، وہ سب کے سب اپنا کاروبار ایک ہی طریقہ سے انجام دے رہے ہوں بعضوں کے پاس دوسروں کی نسبت بڑھیا اور اعلیٰ درجہ کی کلیں ہوتی ہیں، وہ اعلیٰ درجہ کا انتظام کر سکتے ہیں، ان کے کارخانوں کا محل وقوع بھی نسبتۂ زیادہ موزوں ہوتا ہے، وہ اپنی اشیا کو دوسروں کے مقابلہ میں بازار میں بہت کم مصارف کے ساتھ

باب ۱۳
قدر بحالات تغیر پذیر
مصارف۔
تقلیل حاصل

لا سکتے ہیں، اور دوسروں کے مماثل قیمت پر فروخت کر کے ان سے زیادہ نفع کما سکتے ہیں۔

لیکن یہ اختلافات، اگر ان کے اسباب مستقل نہ ہوں، ہمیشہ رفع ہو جایا کرتے ہیں۔ اگر ایک شخص کے پاس دوسرے کی نسبت بہتر اور عمدہ کلیں موجود ہوں، اور اگر دوسرے کے لیے اسی قسم کی عمدہ کلیں مہیا کرنے کی راہ میں کوئی مستقل رکاوٹیں نہ ہوں، تو وہ بھی جلد یا دیر سے اول الذکر کی طرح بہتر کلیں نصب کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو ممکن ہے کہ مسابقت کی زد میں آ کر اس کو بازار سے کنارہ کش ہونا پڑے؛ اس لیے کہ دوسرے مدمقابل پیدائش کے زیادہ موثر طریقے اختیار کریں گے، اور زیادہ اشیا تیار کر کے بازار میں بھیجیں گے، اور اس قابل ہو جائیں گے، کہ اس شخص کی نسبت کم قیمت پر اپنا مال فروخت کریں، اور معقول منافع سمیٹ لیں۔ جہاں ارزاں طریقہ ہائے پیدائش سب کے لیے کھلے ہوئے ہوں، وہاں یہ امر یقینی ہے کہ ان طریقوں کو سب لوگ جلدی یا دیر سے اختیار کر لیں گے۔

181

ہم نے 'جلدی یا دیر سے'، اس لیے کہا کہ اس عمل میں وقت صرف ہوتا ہے، خاص کر اس صورت میں جبکہ صنعت و فنون میں بہت سریع تبدیلیاں ہو رہی ہوں۔ تہذیب یافتہ دنیا نسل ہا نسل سے ایک حرکی حالت میں رہی ہے۔ اختلافات کے اسباب ہمیشہ ظاہر ہوتے اور غائب ہو کر از سر نو ظاہر ہوتے رہے ہیں، کسی ایک مقررہ وقت میں عام حالات یکساں مصارف کے نہیں ہوتے بلکہ مصارف میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔

لیکن ان حالات میں یہ نہیں کہا جا سکتا کہ قدر اختتامی مصارف پیدائش سے متعین ہوتی ہے۔ قدر ہمیشہ تقریباً رسد کی اختتامی فروخت پذیری سے متعین ہوتی ہے۔ اگر مجموعی رسد لی جائے جو بازار میں آتی ہے، خواہ فوری ایک ساتھ یا تدریجی اقساط میں، تو اس کی قیمت ایسی ہوگی کہ کل مقدار فروخت ہو جائے گی، خواہ یہ قیمت اختتامی پیدا کرنے والے کے مصارف کے مساوی ہو یا نہ ہو۔ طلب کے تغیرات اور معمولی حالات میں بدنظمی و پراگندگی پیدا کرنے والے دوسرے متعدد اسباب جن کا پچھلے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے، موسمی قیمت کا تعین کرتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ موسمی قیمت اختتامی

۱۳ | قدر اور تغیر پذیر مصارف۔ تقلیل حاصل

پیدا کرنے والے کو مالدار اور خوش حال بنا دے یا اس کا دوالہ نکال دے۔ اگر وہ متمول بن جائے، تو تحت اختتامی پیدا کرنے والے جو اس کے حریف ہیں، اس سے زیادہ متمول بن جاتے ہیں، اور انھیں اپنے کاروبار کو وسیع کرنے کی ترغیب ہوتی ہے۔ اگر اس کا دوالہ نکل جائے تو بھی ان کے لیے کاروبار جاری رکھنا ممکن ہوگا۔ نتیجہ یہ کہ بتدریج اس کا وجود معدوم ہو جاتا ہے؛ اور اس کے حریف جو اس سے بہتر حالت میں ہیں، اور زیادہ ساز و سامان رکھتے ہیں، اس کا استیصال کر کے اس کی جگہ خود لے لیتے ہیں۔ نیز مرور زمانہ کے ساتھ ان کے مصارف پیدائش ہی رسد پر اثر ڈالتے ہیں، اور اس طرح قیمت کو متاثر کرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں، اگر عارضی اور موسمی تغیرات سے قطع نظر کر لیا جائے، تو یکساں مصارف کا اصول، اس صورت میں کہ جہاں حریف پیدا کرنے والوں کے مابین غیر مستقل اختلافات ہوں، انجام کار قدر کو منظم و متعین کرتا ہے۔ اس صورت میں 'طویل المدت قیمت' کا تعین و تقرر (جو 'بازاری قیمت' سے ممیز اور جداگانہ چیز ہے)، بہتر صلاحیت رکھنے والے اور بہتر ساز و سامان رکھنے والے پیدا کرنے والوں کے مصارف سے ہوتا ہے، نہ کہ اختتامی پیدا کرنے والے کے مصارف سے[1]۔

182

جب متعدد پیدا کرنے والوں کے مختلف مصارف کی تہ میں مستقل اسباب مضمر ہوتے ہیں، تو نتیجہ اس سے مختلف ہوتا ہے۔ اس صورت میں موسمی یا طویل المدت قیمت کا تعین و تقرر اختتامی پیدا کرنے والے کے مصارف سے ہوتا ہے۔ جس نقطے کے اطراف تغیرات واقع ہوتے ہیں، اور جس پر قیمت مرتکز ہوتی ہے، وہ مصارف ہیں جو کہ سب سے کم فائدہ اور سہولت رکھنے والے پیدا کرنے والے کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ اس پیدا کرنے والے کے وجود کے بغیر مجموعی رسد کو بڑھا کر اس مقام تک نہیں پہنچایا جا سکتا، جہاں معمولی رسد و طلب کا توازن ہوتا ہے۔ اگر زیادہ سہولت رکھنے والے پیدا کنندے بازار میں غیر محدود رسد پیش کر سکیں، اور یکساں مصارف کے ساتھ خوش قسمتی سے اس رسد کو تیار کر سکیں، تو

[1] اس کا مقابلہ کرو باب ۵، فصل ۱ و ۲ کے بیان سے۔

باب ۱۳
قدر اور تغیر پذیر مصارف تقلیل حاصل

اختتامی پیدا کرنے والے کو وہ میدان سے مار بھگائیں گے' اور یکساں مصارف کے حالات پیدا ہو جائیں گے۔ لیکن چونکہ رسد کے حدود موجود ہیں؛ اس لیے یہ ضروری ہے کہ رسد کو قائم رکھنے کے لیے اختتامی پیدائش کرنے والا موجود رہے' اور انجام کار ایک ایسی قیمت کا مقرر ہونا بھی ضروری ہے' جس کی بنا پر وہ اشیا کی سربراہی میں شرکت کرنے میں اپنا فائدہ محسوس کرے۔ اس طرح قدر ان مصارف سے متعین ہوتی ہے جو اختتامی پیدا کرنے والے کو برداشت کرنے پڑتے ہیں؛ لیکن مصارف کی تغیر پذیر سطح میں اس پیدا کرنے والے کے مصارف کی سطح کیا ہوگی اس کا دار و مدار طلب کے حالات پر ہے۔

۳۔ ہم بجائے 'تغیر پذیر مصارف' یا 'تغیری مصارف' کہنے کے 'تقلیل حاصل' کہہ سکتے ہیں۔ 'تغیر مصارف' 'تقلیل حاصل' ایک ہی رجحان کے مختلف پہلو ہیں۔ شکل پر دوبارہ غور کرنے سے ہمیں معلوم ہو سکتا ہے' کہ اختتامی پیدا کرنے والے کو جو نقطۂ ب پر اشیا تیار کر رہا ہے' محض اسی رسد میں اضافہ کرنے کے لیے ان پیدا کرنے والوں سے زیادہ مصارف برداشت کرنے پڑتے ہیں جو اُ اور و پر ہیں۔ جیسے جیسے بازار میں پیش کردہ مقدار محور و لا پر بڑھتی جاتی ہے ویسے ویسے زائد اقساط کے مصارف میں اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ مصارف کے ہر اضافے کے تناسب سے رسد میں کم اضافہ ہوتا ہے' اور اسی رجحان کو تقلیل حاصل کہا جاتا ہے۔

خواہ ہم یہ کہیں' کہ تقلیل حاصل کے رجحان کا تجربہ خود تحت اختتامی پیدا کرنے والوں کو ہوتا ہے' یا یہ کہیں' کہ ان پیدا کرنے والوں کو اس کا تجربہ ہوتا ہے جن کو ہم نے اختتامی خیال کیا؛ —— اس کا نفس معاملہ پر اثر نہیں پڑتا۔ تاوقتیکہ اول الذکر طبقے کو اس کا تجربہ نہ ہو۔ وہ خاص صورت حالات جس پر اس باب میں بحث کی جا چکی ہے' یعنی —— ایسی صورت حالات جس میں مستقل اسباب کی بنا پر مصارف میں تغیرات واقع ہوتے ہیں' وجود میں نہیں آسکتی۔ وہ اشخاص جو موافق حالات رکھتے ہیں' انھیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ جونہی وہ رسد میں اضافہ کرنے کے لیے انفرادی طور پر کوشش کرتے ہیں' انھیں وہی

باب ۱۳
قدر اور تغیر پذیر مصارف تقلیل حاصل

183

قلیل مصارف برداشت نہیں کرنے پڑتے جو کہ ابتدائی اقساط کی تیاری میں برداشت کرنے پڑے تھے؛ انھیں اب تقلیل حاصل کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے۔ یا یہی وقت دوسرے اشخاص کو جو شروع ہی سے کم سہولتیں رکھتے ہیں، اور جو رسد میں اضافہ کرتے ہیں، محسوس ہو سکتی ہے۔ ہر صورت میں رسد کے اضافہ کے ساتھ مصارف میں اضافہ ہوتا ہے، اور اس لحاظ سے قیمت ایسی ہونا ضروری ہے کہ اعلیٰ مصارف قابل برداشت ہوں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ معمولی قیمت آخری اضافہ کے مصارف پیدائش کے نقطہ پر مقرر ہوتی ہے؛ چنانچہ یہ کہنے کے مقابلے میں کہ اختتامی پیدا کرنے والا طویل المدت قیمت کو متعین کرتا ہے اختتامی پیداوار یا اختتامی اضافہ کی اصطلاح استعمال کرنا زیادہ صحیح ہوگا۔

گو ہم نے 'مصارف'، کی اصطلاح اسی سلسلۂ ابواب میں اصل دار کے اخراجات یا لاگتوں کے معنی میں استعمال کی، اور تغیر پذیر مصارف کی اصطلاح سے بھی ان ہی اخراجات یا لاگت کی زیادتی مراد لی؛ لیکن مصارف کے اس اضافہ کا سبب عام طور سے دوسرے مفہوم میں مصارف کا اضافہ ہے: یعنی ـــ مصارف بحوالہ محنت، مشقت، ایثار، یا ناقابلیت کار۔ جب کسی شے کی زائد رسد تیار کرنے میں اصل دار کو بحساب فی اکائی مستقلاً زیادہ مصارف پڑتے ہیں، تو اس نتیجہ کا سبب عام طور سے یہ واقعہ ہے کہ زائد محنت یا اصل کی زائد مقدار درکار ہوتی ہے۔ یہ معلوم ہوگا کہ اخراجات پیدائش اور مصارف پیدائش (یعنے محنت و ایثار) کے مابین جو فرق و امتیاز ہے، وہ اگرچہ بعض سوالات کی حد تک بہت اہمیت رکھتا ہے؛ تاہم یہاں کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ جہاں رسد کے یکے بعد دیگرے آنے والے اضافوں کے لیے اخراجات میں مستقلاً اضافہ ہوتا ہے، یعنی ـــ اخراجات کے تناسب سے حاصل گھٹتا جاتا ہے، وہاں تقلیل حاصل اس معنی میں ہوتی ہے کہ ـــ محنت کی مقررہ مقدار کی پیداوار بتدریج گھٹتی جاتی ہے۔ نظریۂ قدر کا وہ حصہ جو اس باب میں زیر بحث ہے، ہمارے زمانے اور

ل دیکھو باب ۱۲ فصل (۱)۔

باب ۱۳ قدر، اور تغیر پذیر مصارف تقلیل حاصل

ہماری دنیا کے بعض ناقابل تغیر حالات پر مبنی ہے، یعنی — اس واقعہ پر کہ بعض حالات میں فطرت، محنت کو زیادہ فائدہ اور بعض حالات میں کم فائدہ کے ساتھ استعمال کرنے کے مواقع بہم پہنچاتی ہے؛ اور یہ کہ سب سے زیادہ سہولت رکھنے والے اور عمدہ خطے پر بھی محنت کو مسلسل استعمال کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دیر سے یا جلدی تقلیل حاصل کا رجحان رونما ہوتا ہے۔

۴۔ کن حالات میں اور صنعتوں کے کتنے وسیع دائرے میں مصارف تغیر پذیر ہوتے ہیں، یا حاصل تقلیل پذیر ہوتا ہے؟ عام طور سے مصارف کے فرق اخراجی صنعتوں یعنی — زراعت، معدنیات اور جنگلات میں مستقل ہوتے ہیں۔

زراعت میں عمدہ اور زرخیز زمین پر کم محنت سے جتنی پیداوار حاصل ہوتی ہے، وہ اتنی ہی محنت سے کم زرخیز زمین سے حاصل کی ہوئی پیداوار کے مقابلہ میں زیادہ ہوتی ہے۔ امریکا میں ضلع الی نائے[1] کے لانبی گھاس کے میدان نیو انگلینڈ کے پتھریلے میدانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ زرخیز ہیں۔ روس کی سیاہ زمین برانڈن برگ کی ریتیلی زمین سے بہت زیادہ زرخیز ہے۔ زرخیزی پر نہ صرف آب و ہوا کی خصوصیات، مثلاً — تیز دھوپ، برف باری، اور موسموں کی طوالت کا اثر پڑتا ہے؛ بلکہ زمین کی کیمیائی ساخت اور طبعی ترکیب کا بھی اثر پڑتا ہے۔ ان عاملین اور ان کے اثرات کے متعلق ہم آگے چل کر بحث کریں گے؛ سردست اس بدیہی واقعہ پر زور دینا کافی ہوگا، کہ زرخیزی میں اختلافات — و مدارج پائے جاتے ہیں[2]۔

یہی نہیں کہ صرف اس قسم کے اختلافات موجود ہیں، بلکہ یہ بھی کہ زمین کے ہر خطہ پر تقلیل حاصل کا قطعی رجحان پایا جاتا ہے۔ ایک بہترین خطہ سے جتنی پیداوار حاصل کی جاسکتی ہے، وہ محدود و معین ہوتی ہے؛ اور اس زمین سے بہترین حالات کے تحت جو مقدار حاصل کی جاسکتی ہے وہ محدود و معین ہوتی ہے کسی مقررہ خطہ زمین

[1] Illinois

[2] دیکھو باب ۲۴۔

پر زیادہ محنت اور زیادہ اصل لگانے سے عام طور سے یہ ممکن ہے کہ پیداوار میں اضافہ ہو؛ لیکن یہ ممکن نہیں کہ محنت و اصل کے اضافہ کے تناسب سے پیداوار بھی حاصل ہو۔ اس لحاظ سے نہ صرف مختلف زمینوں میں مستقل اختلافات پائے جاتے ہیں، بلکہ ایک ہی زمین پر یکے بعد دیگرے جو اصل و محنت استعمال کی جاتی ہے، ان میں اختلافات ہوتے ہیں۔ زرعی پیدائش، اصول قدر کا ٹھیک وہی اطلاق پیش کرتی ہے جس پر کہ ہم اب غور کر رہے ہیں۔

اسی کے مماثل جنگلات کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک اسی قسم کے بدیہی اختلافات پائے جاتے ہیں۔ بعض جنگلات دوسرے جنگلات کی نسبت اچھے ہوتے ہیں؛ لکڑی کی نوعیت، اور جسامت، جنگلات کی عمدگی میں جتنا حصہ رکھتی ہے، موقع محل کی خوبی اور بازار کے قرب کی سہولت اس سے کچھ کم حصہ نہیں رکھتی؛۔۔۔ تاہم ہر قسم کی سہولت اپنا اثر رکھتی ہے اور اس کو شمار کرنا پڑتا ہے۔ معدنیات بھی اسی کے مماثل قسم کے اختلافات پیش کرتے ہیں؛ معدنیات پر بازار کے قرب اور ذاتی پیدآوری دونوں کا اثر پڑتا ہے۔ جنگلات اور معدنیات دونوں میں صنعتی خواص موجود ہیں، خاص کر ان کی ترقی یافتہ شکل میں، جو انھوں نے موجودہ زمانے میں حاصل کی ہے؛ لیکن دونوں کی حد تک تغیر پذیر مصارف اور تقلیل حاصل کے عام حالات صادق آتے ہیں۔

مصنوعات تیار کرنے والی صنعتیں، اخراجی صنعتوں سے حاصل کردہ اشیاے خام کی صورت شکل میں تبدیلی پیدا کرتی ہیں۔ لہٰذا اول الذکر میں تقلیل حاصل کے اصول کا پورے طور پر اطلاق نہیں ہوتا۔ اگرچہ حریف پیدا کرنے والوں کے مابین مصارف کے اختلافات بالعموم تغیری یا حرکی نوعیت رکھتے ہیں؛ لیکن بعض اوقات ان کے اسباب مستقل ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ کسی صناع کو دوسروں کے مقابلے میں آبی قوت پر زیادہ دسترس حاصل ہو، یا بندرگاہ میں سمندر کے ساحل کے قریب عمدہ موقع محل حاصل ہو۔ آبی قوت اور کلوں کی ترقی کے ابتدائی دور میں، ایک اعلیٰ درجہ کی آبی قوت عظیم الشان سہولت پیدا کرتی تھی؛ من بعد بھاپ کی قوت نے بہت بڑی حد تک آبی قوت کی جگہ لے لی، اس کی وجہ ایک حد تک تو یہ تھی کہ بھاپ

باب ۱۳ ثابت اور تغیر پذیر مصارف تقلیل حاصل

سے چلنے والے انجنوں کی کارکردگی اور ان کے مبنی بر کفایت ہونے میں عظیم الشان ترقی رونما ہوئی تھی؛ اور دوسرے یہ کہ ان انجنوں کو کسی مطلوبہ مقام پر قائم کیا جا سکتا تھا، اور اس طرح بازار سے اور ان مقامات سے قریب کارخانہ کھولا جا سکتا تھا، جہاں سے اشیائے خام بآسانی مہیا ہو سکتی تھیں۔ موجودہ زمانہ میں برقی قوت کی پیدائش اور تنقیل سے پھر آبشاروں کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی ہے، اور یہ چیز مصنوعات تیار کرنے والے کارخانوں کی کارکردگی میں مستقل اختلافات کا سبب ثابت ہو سکتی ہے جا ہیں ہمہ عام طور سے کمزور اور کم استطاعت رکھنے والے کارخانے، اپنے آپ کو غیر معین مدت تک بہتر کارخانوں کے ساتھ ساتھ نہیں قائم رکھ سکتے۔ بہتر کارخانے انھیں بتدریج میدان سے مار بھگاتے ہیں، اور ان سے بھی جو بہتر ہیں نہ ان کی بھی جگہ لے لیتے ہیں؛ مگر فرق و اختلاف کے اسباب ایسے مستقل اور دیرپا نہیں ہیں اور نہ وہ پیدائش کے اتنے کثیر شعبوں پر اثر ڈالتے ہیں جیسے کہ استخراجی صنعتوں میں۔

باب ۱۴

186

باب چہاردہم
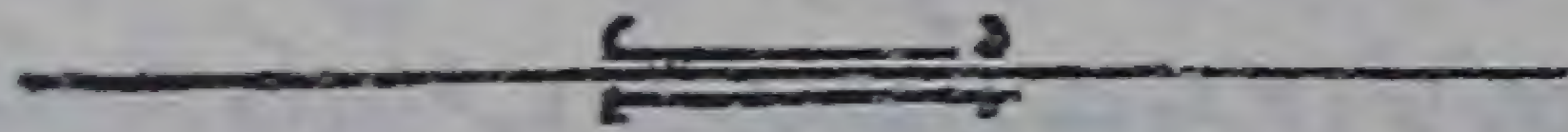
قدر اور تکثیر حاصل

(۱) تکثیر حاصل کے تحت طلب و رسد کا توازن ــــ یہ صورت تقلیل حاصل سے کیونکر مختلف ہے؟ دیرپا نتائج - (۲) کن صنعتوں میں تکثیر حاصل رونما ہوتی ہے؟ اس رجحان کے اسباب - کفایات خارجی، ارتکاز صنعت، محنت کی رسد - (۳) کفایات داخلی کا سلسلہ اگر غیر معین مدت تک جاری رہے تو اجارہ کی جانب رہبری ہوتی ہے - (۴) توازن کے متعدد نقاط کا امکان - تکثیر حاصل، عام طور سے بہت آہستہ رونما ہوتی ہے؛ لیکن بعض اوقات بہت سریع ہوتی ہے۔

ا - گزشتہ باب میں نظریۂ قدر کو تکثیر پذیر مصارف یا تقلیل پذیر حاصل کے حالات کے بارے میں استعمال کیا گیا تھا؛ اب ہم اس کے برعکس حالات کی جانب متوجہ ہوتے ہیں، یعنی ــــ تقلیل پذیر مصارف یا تکثیر پذیر حاصل۔
فرض کیجئے کہ جب کسی شے کی زائد رسد تیار کی جاتی ہے، تو ہر اکائی کے مصارف میں اضافہ نہیں ہوتا؛ بلکہ تخفیف ہوتی ہے۔ اس قسم کے رجحان کو شکل نمبر (۷) میں ظاہر کیا گیا ہے، جہاں خط س س رسد کے حالات کی نمایندگی کرتا ہے، اور نشیبی میلان رکھتا ہے۔

187

اس شکل میں خط ط ط سے طلب کے حالات ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ خط بھی

باب ۱۴ قدر اور تخمر حاصل

لازماً تنزلی میلان رکھتا ہے، اور یکے بعد دیگرے آنے والے جرعوں کی تقلیل پذیر
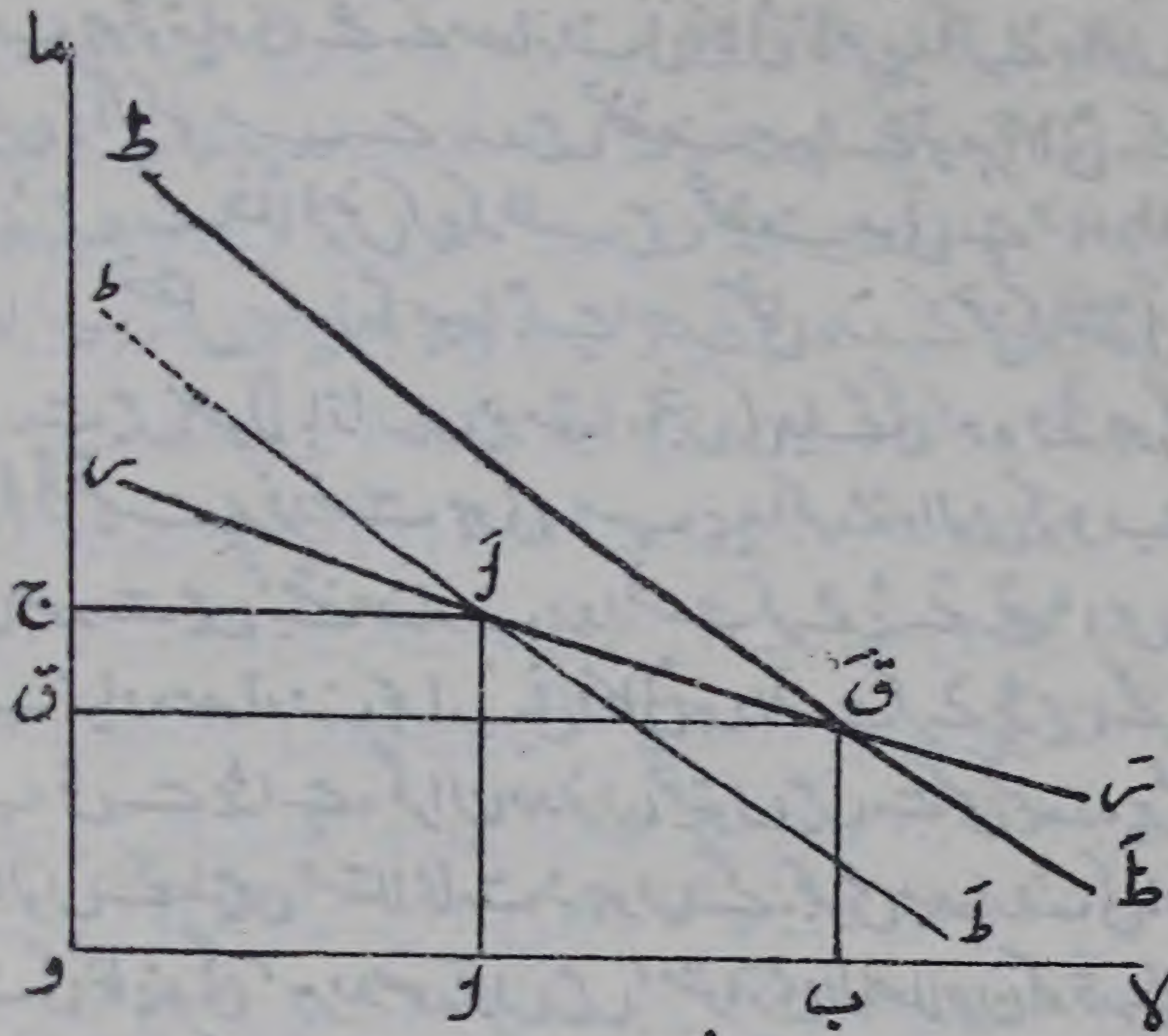
شکل (۷)

فروخت پذیری کو ظاہر کرتا ہے۔ توازن اس مقام پر قائم ہوگا، جہاں دونوں منحنی ملتے ہیں، یعنی ــــ نقطہ قَ پر، اس نقطہ پر بازار میں جو شے لائی جاتی ہے، وہ ب، قَ قیمت پر فروخت ہوتی ہے اور یہ قیمت مصارف پیدائش کے مساوی ہوتی ہے۔ مجموعی مقدار جو بازار میں پیش کی جائے گی، معمولاً و ب ہوگی، اور اس کی مجموعی قیمت فروخت و ق قَ ب ہوگی۔

یہ کہہ دینا ضروری ہے کہ یہ شکل ایسی صورت حالات کی نمائندگی کرتی ہے، جو بعض اعتبارات سے لازمی طور پر گزشتہ باب میں پیش کردہ شکل نمبر (۶) کی صورت حال سے مختلف ہے! شکل نمبر (۶) میں یہ فرض کیا گیا تھا، کہ حریف پیدا کرنے والوں میں سے بعض پیدا کرنے والے دوسروں کی نسبت کم مصارف پر رسد مہیا کرتے تھے! اور انھیں نفع پیدائش وصول ہوتا تھا۔ لیکن موجودہ صورت میں سب پیدا کرنے والے یکساں حیثیت رکھتے ہیں! سب کو مصارف کم کرنے اور ماحصل میں اضافہ کرنے کا یکساں موقع اور سہولت حاصل ہے۔ رسد کا کوئی جزو

باب ۱۳
قدر اور
عوض حاصل

ایسے مصارف پر تیار نہیں ہوتا، جو اختتامی مصارف سے مختلف ہو، مثلاً ـــ اگر رسد و ب ہو تو تیاری شے کے مصارف فی اکائی تمام پیدا کرنے والوں کے لئے ب ق ہوتے ہیں؛ اگر کسی سبب سے رسد میں تخفیف ہو جائے تو ہر اکائی کے مصارف زیادہ پڑیں گے۔ مثلاً فرض کرو کہ طلب میں تخفیف ہوتی ہے، اور طلب کا منحنی بائیں جانب منتقل ہو کر ط ط ہو جاتا ہے، اور یہ منحنی رسد کے منحنی کو نقطۂ اَ پر کاٹتا ہے، اس صورت میں عموماً بازار میں جو مقدار پیش کی جائے گی، وہ و اَ ہوگی؛ اور یہ مقدار ا اَ قیمت پر فروخت ہوگی۔ سب پیدا کرنے والوں کو و ب مقدار مہیا کرنے کی صورت میں، جتنے مصارف برداشت کرنے پڑتے تھے، اس کے مقابلہ میں اب زیادہ مصارف بحساب فی اکائی برداشت کرنے پڑیں گے؛ اس لیے کہ ا اَ، ب ق سے بڑا ہے۔ مگر ان دونوں قیمتوں میں سے کسی قیمت پر بھی پیدا کرنے والوں کے مابین اختلافات نہ ہوں گے۔ مجموعی مصارف کی اور مجموعی قیمت فروخت کی نمایندگی، ہر دو صورتوں میں، متوازی الاضلاعون کے ذریعے سے ہوگی: یعنی ـــ قیمت ا اَ ہو تو رقبہ و ا اَ ج سے، اور قیمت ب ق ہو تو رقبہ و ق قَ ب سے۔ یہاں کسی پیدا کرنے والے کو زائد نفع پیدائش نہیں مل سکتا۔

علاوہ ازیں یہ صورت اس صورت سے بھی مختلف ہے جس پر باب دوازدہم کے آخری حصہ میں بحث کی گئی۔ بارھویں باب میں، رسد کے منحنی کے عام نزولی میلان کے اثر پر اس مفروضہ کی بنا پر بحث کی گئی، کہ تخفیف کا باعث کوئی خارجی سبب تھا جو براہ راست اضافہ رسد سے تعلق نہیں رکھتا تھا۔ مگر یہاں یہ فرض کیا گیا ہے، کہ تخفیف کا باعث براہ راست اس قسم کا اضافہ ہے؛ محض اس واقعہ کی بنا پر کہ رسد میں اضافہ ہوا، رسد کی فی اکائی کے حساب سے مصارف میں تخفیف واقع ہوتی ہے۔ یوں تو مصارف ہر صناع کے لیے یکساں ہوتے ہیں، لیکن جیسے جیسے رسد میں اضافہ کیا جاتا ہے ہر ایک کے لیے مصارف کم پڑتے ہیں۔

188

لیکن جب ہم طویل مدت کے لیے ان نتائج پر غور کرتے ہیں تو ان تینوں صورتوں میں مشابہت و مماثلت پائی جاتی ہے۔ صنعت میں یہ کبھی نہیں ہوتا کہ مصارف یکساں ہوں، اور رسد کے اضافہ کے ساتھ سب صناعوں کے مصارف

میں خود بخود کمی ہو جائے۔ جہاں مصارف میں عام تخفیف کے لیے حالات موافق ہوں، وہاں بعض پیدا کرنے والے، جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، دوسروں کے مقابلے میں زیادہ مستعدی کے ساتھ ان حالات سے فائدہ اٹھاتے ہیں؛ اور جب تک یہ "حرکی" حالت قائم رہتی ہے، بعض پیدا کرنے والوں کو مصارف کم پڑتے ہیں؛ لیکن سب کے لیے کمی نہیں ہوتی: بایں ہمہ یہ صورت دیر پا نہیں ہوتی۔ جو لوگ اصلاحات و ترقیات سے فائدہ نہیں اٹھاتے، انھیں نقصان کے ساتھ کاروبار کرنا پڑتا ہے، اور وہ بالآخر میدان سے ہٹا دیے جاتے ہیں؛ اور یکساں مصارف کی سکونی حالت قریب قریب قائم ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اشخاص جنھیں زیادہ اور بہتر سہولتیں میسر ہوں، دوسروں کے مقابلے سے محفوظ ہوں، اور اگر وہ خود کم مصارف پر اپنی پیداوار میں غیر معین مدت تک اضافہ نہ کر سکیں، تو یہ صورت جداگانہ ہوگی۔ ان کے فوائد حاصل کرنے کی راہ میں اس قسم کی رکاوٹیں اور بندشیں ہونے کی صورت میں، تغیر پذیر مصارف کی حالت پیدا ہو جائے گی، جیسا کہ گزشتہ باب میں بحث کی گئی۔ یہاں یہ فرض کیا گیا ہے کہ مصارف یکساں ہیں، نہ کہ دائمی یا استقراری، یعنی — جیسے جیسے رسد کی اکائیوں میں اضافہ ہوتا ہے ویسے ویسے مصارف فی اکائی کم ہوتے جاتے ہیں۔ یہ دیرپا نتیجہ رسد و طلب کا باہمی عمل ہے: گویا قینچی کے دونوں پھل کام کرتے ہیں۔

۲۔ اب سوال یہ ہے کہ تکثیر حاصل کن صنعتوں میں ظاہر ہوتی ہے، اور اس رجحان کے اسباب کیا ہیں؟

پہلے سوال کا جواب دینا مقابلۃً آسان ہے۔ یہ رجحان، مصنوعات، حمل و نقل، اور معدنیات میں ظاہر ہوتا ہے؛ اور تقریباً ہر اس صنعت میں ظاہر ہوتا ہے، جس میں کہ ہم پیدائش بر پیمانہ کبیر کا رجحان دیکھ چکے ہیں۔ زراعت میں یہ رجحان عارضی حیثیت سے ظاہر ہوتا ہے، عام طور سے پایا نہیں جاتا؛ چنانچہ یہی حال باقاعدہ جنگلات کا ہے۔ جتنے بڑے پیمانے پر کوئی کارخانہ قائم ہوگا، اور جتنے وسیع پیمانہ پر اس میں کلیں استعمال کی جا سکیں گی، اتنی ہی زیادہ اس قسم کی صنعتیں

ایک جگہ قائم ہو جائیں گی، پیداوار کی مقررہ مقدار اتنے ہی کم رقبہ پر تیار ہونے لگے گی، اور اتنا ہی زیادہ مصارف کی کمی اور ماحصل کی زیادتی کا رجحان ہوگا۔

رہا دوسرا سوال تو اس کا جواب غور و تامل کے بعد دیا جاسکتا ہے تکثیر حاصل کفایات خارجی کی بنا پر یا کفایات داخلی کی بنا پر رونما ہوسکتی ہے۔ یہ دونوں اصطلاحیں پروفیسر مارشل نے استعمال کی ہیں، اور یہ ایسے قوتوں کی نمائندگی کرتی ہیں جو بلحاظ نوعیت واثر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ علاوہ ازیں تکثیر حاصل کی وجہ صنعت و فنون کا تغیر و تبدل بھی ہوسکتی ہے، یا ان کے بغیر بھی تکثیر حاصل رونما ہوسکتی ہے۔ تکثیر حاصل کے ان اسباب کو جو سکونی حالات کے تحت عمل کرتے ہیں، ان اسباب سے علٰحدہ کرنا جو فنی و صنعتی ترقی کی حالتوں میں عمل کرتے ہیں، ہمیشہ آسان نہیں ہوتا۔ بایں ہمہ اگر شروع ہی میں ہم دونوں صورتوں پر الگ الگ بحث کریں تو اس سے مسئلہ کی باسانی تفہیم ہو جائے گی۔

پہلے کفایات خارجی کو لو! یہ ایسی کفایات ہیں جو کارخانے سے باہر حاصل ہوتی ہیں، جن کی بدولت کارخانہ کی کارکردگی میں اضافہ ہوتا، اور کارخانہ کو کم مصارف پڑتے ہیں۔ اس کی سیدھی سادی اور عام مثال، کلوں اور دیگر متعلقہ چیزوں کے مصارف میں کمی ہے، جو ان کو بڑی مقدار میں تیار کرنے کی صورت میں واقع ہوتی ہے۔ روئی کی گرنیاں جتنی زیادہ ہوں گی اور جتنی زیادہ کلیں ان میں استعمال ہوں گی، اتنے ہی بڑے پیمانے پر خود وہ کلیں تیار کی جاسکتی ہیں۔ جیسے جیسے کلیں ارزاں ہوتی جاتی ہیں ویسے ویسے سوت کے صناعوں کے اخراجات میں کمی ہوتی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں جتنے بڑے بڑے آہن پوش جہاز ایک عرصہ دراز تک برطانیہ عظمیٰ میں تیار ہوتے تھے اتنے بڑے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں نہ ہوتے تھے؛ چنانچہ اسی کا نتیجہ تھا کہ جہاز کی تعمیر کے لیے جتنا ساز و سامان مثلاً پرکار، لنگر کے چرخ، آلہ ہائے جر ثقیل، چھوٹے دخانی انجن اور مختلف قسم کے کل پرزوں کی ضرورت تھی، ان کی طلب برطانیہ عظمیٰ میں کثیر المقدار تھی؛ ان کی تیاری باقاعدگی اور یکسانیت کے ساتھ اور بڑے پیمانہ پر عمل میں آتی تھی؛ اور جہاز ساز کے لیے وہ ارزاں قیمت پر مل سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ امریکا کے جہاز ساز کو بھی اس طرح کی کفایات خارجی

حاصل ہو سکتی تھیں، اگر وہ اس قسم کی چیزیں بغیر کسی بندش کے برطانیہ عظمیٰ میں خرید سکتا؛ لیکن ریاستہاے متحدہ میں ان اشیا کے داخلہ پر بہت بھاری محصول عائد کئے گئے تھے: چنانچہ خواہ ان کی باہر سے درآمد کی جاتی، یا وہ ملک کے اندر ہی تیار ہوتے، وہ گراں پڑتے تھے۔ اس کی ایک اور مثال جوتوں کی صنعت میں ملتی ہے۔ جب یہ وسیع پیمانے پر چلائی جاتی ہے، اور خاص کر جب متعدد کارخانے ایک ہی مقام پر جمع ہوں، تو وہاں ذیلی صنعتیں تعداد کثیر میں قائم ہو جاتی ہیں، جو کیل کانٹے خاص خاص پرزے اور دیگر ساز و سامان، مثلاً — پارسل کرنے کے کاغذ کے ڈبے، ڈوریاں، فیتے، تختے اور چھلّے وغیرہ، بلکہ کلیں بھی بہت ارزاں نرخ پر فراہم کرتی ہیں۔ اس قسم کے کفایات خارجی سے جو نفع حاصل ہوتا ہے، وہ دیگر اسباب کے منجملہ ایک سبب ہے، کسی ایک صنعت کے متعلق متعدد کارخانوں کے کسی ایک ہی مقام پر مرتکز ہونے کا! چنانچہ اس سبب سے براکٹن اور لِن میں کفش سازی، پیٹرسن میں ریشمی مصنوعات، لوئل اور فال ریور میں سوتی مصنوعات اور برج پورٹ میں دھات کے ظروف و اشیا بنانے کے متعدد کارخانے مرتکز و قائم ہیں؛ —— ان میں سے ہر ایک مقام میں جو خاص قسم کے کارخانے قائم ہیں، وہ محض اپنی تعداد کے سبب سے ایسے ذرائع اور ایسی کفایات پر قدرت رکھتے ہیں، جو کوئی تنہا کارخانہ حاصل کرنے میں بڑی دشواریاں محسوس کرتا ہے۔

اس کے فوائد میں سے ایک اہم فائدہ تجربہ کار مزدوروں کی ایک کثیر جماعت کی موجودگی ہے۔ تقریباً ہر کارخانے میں یہ حال ہوتا ہے کہ مزدور جم کر ایک ہی جگہ کام نہیں کرتے، بلکہ کم و بیش نقل پذیر رہتے ہیں۔ جن صنعتوں میں بہی تغیرات ہوتے ہیں ان میں مزدوروں کی نقل پذیری بھی بہت زیادہ اور سریع ہوتی ہے؛ جیسے — کہ کفش سازی کی صنعت۔ جن صنعتوں میں طلب منظم نہیں ہوتی، ان میں بھی بہت سریع تبدیلیاں ہوتی ہیں؛ مثلاً —— وہ کارخانے جو کلیں بناتے ہیں۔ ان صنعتوں میں جو مستقل احتیاجوں کو پورا کرنے کے لیے اشیا تیار کرتی ہیں، جیسے صابون؛ اور ان صنعتوں میں جو ایک مدت دراز سے اور ریک نامی کے ساتھ کاروبار کرتی آرہی ہیں، تبدیلیاں اس قدر سریع نہیں ہوتیں؛ بلکہ تدریجی طریقہ سے ہوتی ہیں۔

باب ۱۲ قدر اور تکثیر حاصل

بہر حال محنت کی رسد کی نقل پذیری، متعدد اعتبارات سے نقصان رساں ہوتی ہے؛ تاہم یہ نقل پذیری نہ صرف محنت کی طلب کے تغیرات کا، بلکہ کارخانوں کی محنت میں یکسانیت اور عدم دلچسپی کا لازمی نتیجہ ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ مزدوروں کی آمد و رفت ہمیشہ جاری رہتی ہے، اور جو مزدور کام ترک کر دیتے ہیں، ان کی جگہ نئے آدمی تلاش کر کے رکھنا ضروری ہوتا ہے۔ مزدوروں کی رسد، صنعتی مرکزوں میں اور خاص کر ایسے مرکزوں میں جہاں ہم جنس یا ایک ہی قسم کی صنعتیں قائم ہوں، افراط کے ساتھ مہیا ہو سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس قسم کے مرکزوں میں آجر کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے؛ اس کے مزدوروں میں انجمنوں کے ذریعہ سے اپنے آپ کو منظم کرنے کا اور اضافہ اجرت کا مطالبہ کرنے کا قرینہ و امکان زیادہ ہوتا ہے، علاوہ ایں اس کو شہر کے موقع محل کے اخراجات کا لحاظ کرنا ضروری ہے[1]۔ لیکن یہ واقعہ کہ صنعتی شہر روز افزوں ترقی کرتے ہیں، یہ ثابت کرتا ہے کہ ان سے خالص فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ کسی تنہا کارخانے میں چند تربیت یافتہ اور ماہر مزدوروں کے کام چھوڑ دینے سے، پورا کاروبار تہ و بالا ہو جا سکتا ہے؛ لیکن ایسی صنعت میں جس کے حدود بہت وسیع ہو گئے ہوں، اور جو خاص خاص شہروں یا اضلاع میں مرتکز ہو گئی ہو، اس میں مہارت یافتہ مزدوروں کی تعداد بھی مختلف شعبوں میں بڑی اور پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ غرض اس کفایت خارجی سے کاروبار کی بہ سہولت اور مسلسل انجام دہی میں بہت مدد ملتی ہے۔

۴۔ کفایات داخلی، کارخانے کے اندر رونما ہوتی ہیں، اور وہ صنعت کی عام ترقی سے آزاد و بے نیاز ہوتی ہیں۔ کاروبار کو وسیع کر کے بڑے پیمانہ پر چلانے سے (اور یہ چیز مجموعی پیداوار کی تکثیر پذیری سے جداگانہ ہے)، جو منافع حاصل ہوتے ہیں وہی یہ کفایات ہیں۔ اور یہ منافع کارخانے کے بڑے ہونے، کلیں زیادہ تعداد اور بڑے پیمانے پر استعمال کئے جانے، برقی قوت زیادہ موثر طریقہ سے

[1] مقابلہ کرو باب ۱۰ نمبر ۳ کے بیان سے

خرچ کئے جانے، کلوں کو خاص خاص کاموں کے لیے مخصوص کردینے، اشیائے خام کو زیادہ بہتر طریقے سے کام میں لانے، مزدوروں میں محنت کی زیادہ باقاعدہ اور بہتر تقسیم کرنے، اور ہر شخص کو اس کی قابلیت اور صلاحیت کے مطابق کام سپرد کرنے کی وجہ سے، حاصل ہوتے ہیں۔ ان فوائد اور ان کے حدود کے بارے میں جو سب سے دلچسپ سوالات ہیں، ان میں سے ایک سوال اس منافع کی وسعت ہے، جو افقی اتحاد سے حاصل ہوتا ہے۔ اور افقی اتحاد سے مطلب متعدد انفرادی کارخانوں کا ایک انتظام کے تحت اتحاد و انضباط ہے؛ جن میں سے ہر ایک نے اپنے اندر زیادہ متصل کفایات داخلی کو فروغ دیا ہو۔ یہ تحقیق طور سے نہیں کہا جاسکتا کہ افقی اتحاد انجام کار کس حد تک مزید کفایات داخلی کی جانب رہبری کرتا ہے، اور نہ یہ واضح ہے کہ کس حد تک دوسری قسم کا اتحاد، یعنی — عمودی اتحاد یا صنعت کا ارتباط، کفایات داخلی کی جانب رہبری کرتا ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ موجودہ زمانے کی بعض بڑی صنعتوں، اور خاص کر لوہے کی مصنوعات کا جہاں تک تعلق ہے، وہاں تک یہ اتحاد کفایات داخلی کی جانب رہبری کرتا ہے؛ لیکن دوسری سمتوں میں اس قسم کی کوئی قطعی ترقی نہیں ہوئی ہے۔ اکثر صنعتوں میں کسی ایک کارخانہ کی کسی ایک مقررہ مقام سے آگے توسیع، خواہ اسی قسم کے دوسرے کارخانوں کے ساتھ افقی اتحاد کے ذریعہ سے ہو، یا متعلقہ کارخانوں کے ساتھ عمودی اتحاد کے ذریعہ سے، بظاہر قطعی طور سے کفایات داخلی کی جانب رہبری کرتی نہیں معلوم ہوتی۔

اگر ہر انفرادی کارخانے میں کاروبار کے پیمانہ کو وسیع کرنے سے کفایات داخلی غیر محدود طریقہ پر حاصل ہوں، تو نتیجۃً ایسی حالت رونما ہوجائے گی، جب کہ صنعتوں میں کامل ارتکاز اور کامل اجارہ پیدا ہوگا۔ اگر ہر کارخانہ اور کارخانوں کا ہر اتحاد، اپنے کاروبار کے پیمانہ کی توسیع کے ساتھ یہ محسوس کرے کہ اس کی کارکردگی اور کفایات میں اضافہ ہو رہا ہے، تو یکے بعد دیگرے آنے والے مراحل کے ساتھ ترقی کرنے والے کارخانے، اپنے حریفوں سے، جو مسابقت کی دوڑ میں پیچھے رہ جاتے ہیں، کم قیمت پر اشیا فروخت کریں گے؛ اور

باب ۱۲ قدر اور تکثیر حاصل

انجام کار میدان صرف ایک بہت بڑے کارخانے یا اتحادہ کے ہاتھ رہ جائے گا۔ یہی نظری حیثیت سے کامل ''ٹرسٹ'' (Trust) ہوگا۔ جو محض کفایات داخلی کی بدولت اپنے تمام حریفوں کو میدان سے مار بھگائے گا۔ اس قسم کے ٹرسٹ یا جتھے کو اجارہ حاصل ہوتا ہے، لیکن وہ معتدل اجارہ ہوتا ہے۔ قیمتوں میں اس مقام سے آگے اضافہ نہیں کیا جا سکتا، جس پر کہ پیمانہ صغیر پر کاروبار کرنے والے اشخاص مسابقت کر سکتے ہیں۔ جس شرح سے کفایات داخلی حاصل ہوتی ہیں، اگر اس کی رفتار دھیمی ہو، اور کاروبار کے پیمانے کی ہر توسیع سے پیدائش کے مصارف میں جو کمی ہوتی ہے، اس کی رفتار سست ہو تو اجارہ کی قوت پر یہ روک بہت کافی ہوتی ہے۔

۴۔ اس باب کی پہلی فصل میں یہ مفروضہ واضح طور سے قائم کیا گیا تھا کہ تکثیر حاصل کے حالات کے توازن کا صرف ایک نقطہ ہوتا ہے، چنانچہ صفحہ ۲۴۷ مندرجہ متن کی شکل اسی مفروضہ پر کھینچی گئی؛ لیکن ذرا سے غور و تامل سے معلوم ہو جائے گا کہ توازن کے دو نقطے بھی ہو سکتے ہیں۔ چونکہ رسد و طلب کے منحنیات نزولی رجحان رکھتے ہیں، اس لیے ایک سے زائد مقامات پر ایک دوسرے کو قطع کر سکتے ہیں۔ چنانچہ مندرجہ ذیل شکل (یعنی شکل ۸) اس امکان کی تشریح کرتی ہے۔ رسد کا خط س س طلب کے خط ط ط کو نقطہ آ پر قطع کرتا ہے، اس کے بعد ب پر اور پھر ج پر قطع کرتا ہے (سردست ناظرین رسد کے دوسرے خط ر ر کو نظر انداز کر سکتے ہیں)۔ آ مستقل توازن کا نقطہ ہے، یہی حال ج کا ہے؛ لیکن ب مستقل توازن کا نقطہ نہیں ہے۔ یہ سچ ہے کہ طلب و رسد کے منحنیات اس نقطہ پر ایک دوسرے کو قطع کرتے ہیں؛ لیکن ب سے آگے طلب کا منحنی رسد کے منحنی سے اوپر کو ہو جاتا ہے؛ طلب کی قیمت رسد کی قیمت سے زائد ہو جاتی ہے۔ ب سے آگے پیداوار میں اضافہ کرنے سے صناعوں کو نفع ہوگا، اس لیے کہ وہ شے ب اور ج کی درمیانی مقداروں میں ایسی قیمتوں پر فروخت کی جا سکتی ہے جو مصارف پیدائش سے زیادہ ہونگی۔ لیکن ج پھر صحیح توازن کا ایک نقطہ ہے؛ اس لیے کہ ج سے آگے رسد کی قیمت، طلب کی قیمت سے

192

زائد ہو جاتی ہے، اور رسد میں نقطہ ج سے آگے اضافہ کرنے سے بجائے نفع کے
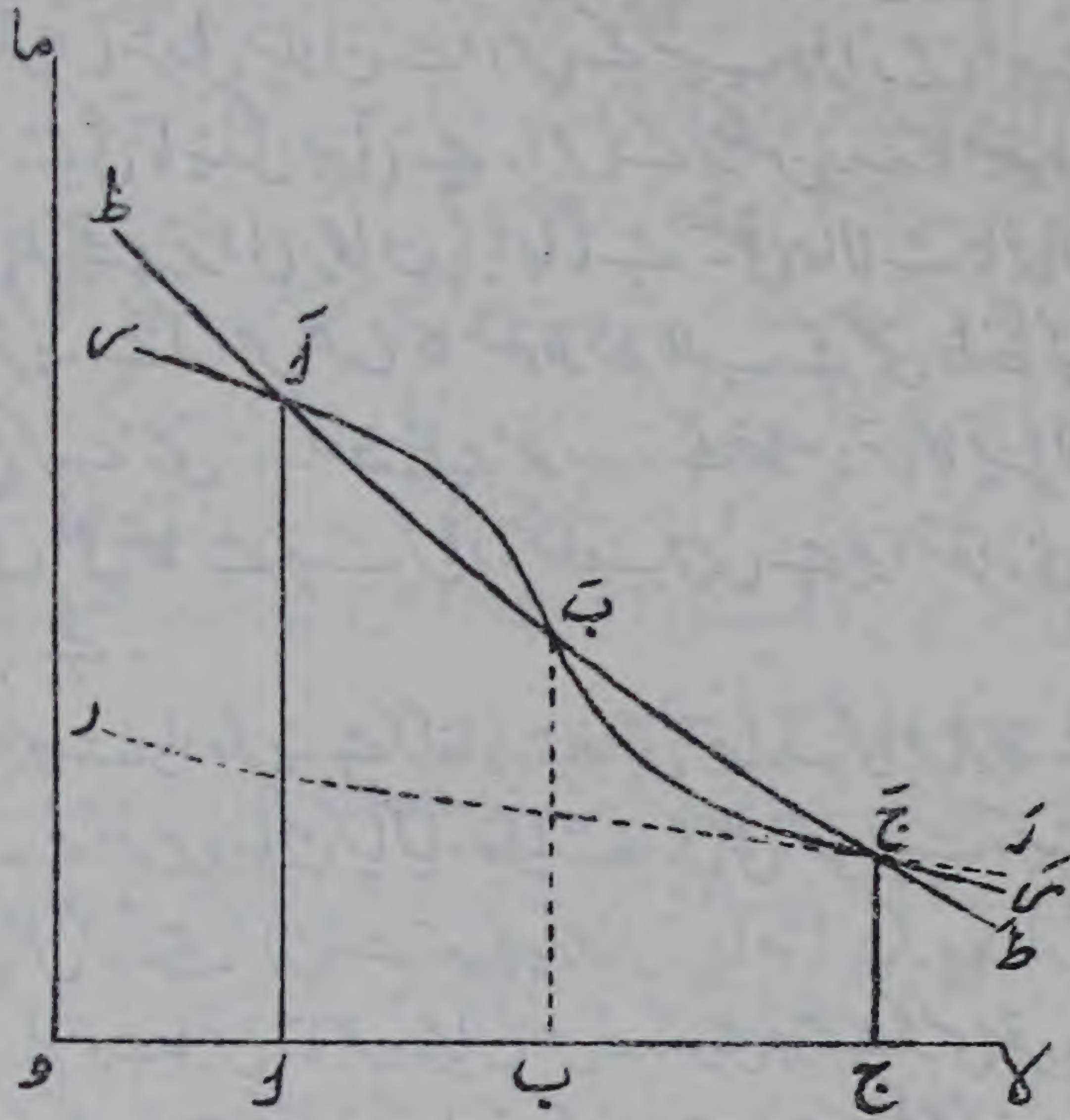
شکل نمبر(۸)

نقصان ہوگا۔ اس طرح ہم اس کا اعادہ کر سکتے ہیں کہ اَ اور جَ مستقل یا ثبات پذیر توازن کے نقطے ہیں۔ ان دونوں نقطوں میں سے کسی ایک پر قیمت معین اور برقرار رہیگی۔ یہ خیال کرنا فی الحقیقت ممکن ہے کہ اولوالعزم پیدا کرنے والوں کی ایک جماعت جوکھم برداشت کر کے رسد کو نقطہ ا سے بھی آگے اس امید میں بڑھائے کہ مصارف پیدائش فی اکائی پیداوار کے اضافہ کے ساتھ قطعی طور سے کم ہو جائیں، اور یہ کہ انجام کار نقطہ ب سے تجاوز ہونے کے صورت میں طلب کی قیمت پھر رسد کی قیمت سے اوپر ہو جائے، لیکن اس قسم کی توسیع کا لازمی طور سے یہی نتیجہ نکلنا غیر یقینی ہے۔ اگر توازن اَ پر قائم ہو تو اغلب یہ ہے کہ وہ وہیں برقرار رہے۔ بلکہ اگر وہ جَ پر قرار پائے تو بھی یہ ممکن ہے کہ وہ وہیں برقرار رہے۔ اس طرح نظری اعتبار سے مستقل توازن کے ایسے نقطے غیر محدود تعداد میں ہو سکتے ہیں۔

گو اس طرح توازن کے متعدد نقطوں کا امکان موجود ہے، پھر بھی حقیقی حالات اس قسم کی بہت ہی شاذ مثالیں پیش کرتے ہیں۔ اس شکل میں رسد کے خط س ا س ا کے ڈھلوان نزولی میلان سے، اس کے نشیب و فراز ہیں، بہت کم صورتوں میں حقیقی حالات کی نمایندگی ہوتی ہے۔ اس کے برعکس رسد کا منقوط خط ر رَ، جس میں تدریجی طریقے پر نزولی رجحان پایا جاتا ہے، حقیقی حالات کا زیادہ صحیح ترجمان ہے۔ اس کا قرینہ ہے کہ اس طرح کا منقوط خط طلب کے منحنی ط طَ کو صرف ایک دفعہ قطع کرے، یعنی ـــــ نقطہ ج پر، جو رسد کے خط س ا س ا کا تیسرا نقطہ انقطاع ہے، یہ خط اس افقی خط سے بہت زیادہ مختلف نہیں ہے جو استقراری مصارف کی نمائندگی کرتا ہے۔

اس کا بہت زیادہ قرینہ ہے کہ کفایات خارجی مصارف کو اس طریقہ سے متاثر کریں جس کو اوپر سب سے آخر میں بیان کیا گیا۔ کفایات خارجی علی العموم بہت آہستہ تقریباً غیر محسوس طریقے پر عمل کرتے ہیں؛ ان سے بتدریج یہ رجحان پیدا ہوتا ہے کہ پیداوار کے اضافہ کے ساتھ مصارف کم ہوتے جائیں۔ تاہم یہ رجحان اس قدر تدریجی ہوتا ہے کہ کسی مقررہ موسم یا موسموں کے سلسلے کے لیے حالات استقراری مصارف کے حالات سے بہت کم مختلف ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس کفایات داخلی کا عمل بعض اوقات بہت جلد شروع ہو جاتا ہے۔ یہ خاص کر اس وقت ہوتا ہے، جبکہ فنون اور صنعتوں میں عظیم تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں اور جبکہ نئی شے استعمال میں لائی جاتی ہے۔

فنون، صنعتوں اور ایجادات کی تبدیلیاں، اگرچہ وہ لازمی طور سے مجموعی پیداوار یا انفرادی کارخانہ کی پیداوار کو متاثر نہیں کرتیں، پھر بھی عام طور سے دونوں پر اثر ڈالتی ہیں۔ اشیا کی قیمتوں میں اصلاح و ترقی نتیجے کے طور پر جو تخفیف ہوتی ہے، وہ علی العموم طلب میں بہت بڑی حد تک اضافہ کر دیتی ہے، مجموعی پیداوار کی مقدار کو بڑھا دیتی ہے، اور اس طرح کفایات خارجی اور ان کے ساتھ زائد کفایات داخلی کو بہ عمل لاتی ہے۔ اصلاح و ترقی عام طور سے بیش خرچ کل پرزوں کے اضافہ، تقسیم عمل کی توسیع، اور پیدائش بر پیمانہ کبیر، کے طریق کی ترقی کی سمت میں ہوئی ہے۔ اکثر اوقات صنعتوں اور فنون کی ترقی کی رفتار اس قدر

سریع رہی ہے، کہ اس کی بنا پر مصارف پیدائش میں فوری تخفیف واقع ہوئی ہے۔ رسد و طلب کا توازن، سالہا سال تک غیر منفصلہ یا غیر قطعی رہا ہے، اور کم از کم ایک سے زائد نقطۂ توازن کے امکان کا موقع بہم پہنچا ہے۔ بیسمر کی ایجاد نے فولاد سازی کے مصارف میں بہت بڑی تخفیف کردی؛ یہ ایجاد بیش خرچ کل پرزوں پر مبنی تھی، اس نے پیدائش بر پیمانہ کبیر اور اعلیٰ درجہ کے انتظام کے بہت سے مواقع بہم پہنچائے؛ اور اس طرح اس نے مصارف کی سریع تقلیل کی طرف رہبری کی۔ گھڑی سازی کی صنعت میں کلوں کا استعمال کرنے سے بھی اسی قسم کے نتائج تک رہبری ہوئی ہے۔ چونکہ یہ شے بہت ہی تغیر پذیر مانگ کی تابع ہے؛ اس لیے متعدد نقطہ ہائے توازن کا امکان اس میں پایا جاتا ہے۔

جب کوئی نئی شے دفعتہً یا سرعت کے ساتھ بنائی جاتی ہے تو رسد کے اضافے کے ساتھ مصارف کی تخفیف کا رجحان بہت قوی ہوتا ہے۔ جب یہ اشیا پہلے پیش کی جاتی ہیں، تو خریداروں کے لیے وہ بالکل نئی ہوتی ہیں، پرانی عادتوں کو چھوڑ کر ان کے لیے اپنے آپ کو عادی بنانا ضروری ہے؛ اور دوسری احتیاجات کے ساتھ ان اشیا کی مناسبت ہونا ضروری ہے۔ اس طرح چونکہ وہ قلیل مقدار میں فروخت ہوتی ہیں اس لیے وہ پیمانہ صغیر پر تیار کی جاتی ہیں۔ جیسے جیسے وہ قبولیت عام حاصل کرتی جاتی ہیں اور ان کا استعمال وسیع ہوتا جاتا ہے، ویسے ویسے وہ مقدار جو فروخت ہو سکتی ہے بڑھتی جاتی ہے؛ پیدائش بر پیمانہ کبیر ممکن ہوتی جاتی ہے اور کفایات داخلی و خارجی دونوں موثر طریقے سے حاصل ہوتی ہیں؛ اور مصارف پیدائش میں سریع تخفیف ہوتی جاتی ہے۔ اس قسم کی اشیا جب عام طور سے استعمال ہونے لگتی ہیں تو ان کی طلب کے جدول سے اکثر بہت زیادہ تغیر پذیری ظاہر ہوتی ہے؛ خاص کر نیچے کے طبقوں میں، ــــ چنانچہ اس ترقی پذیری کی مثال بائیسکل کی سرگزشت سے ملتی ہے۔ ابتدائی حالتوں میں سائیکلوں کا رواج بہت آہستہ آہستہ شروع ہوا، اس کے بعد جب ان کو قبولیت حاصل ہو گئی، اور وہ عام طور سے استعمال میں آنے لگیں، تو ان کی مانگ بڑھتی گئی،

اور جب یہ کثیر مقدار میں اور بڑے پیمانہ پر تیار کی جانے لگیں تو ان کے مصارف اور قیمت میں بھی سریع تخفیف واقع ہوئی۔ موٹروں کی رسد اس سے کچھ کم نمایاں مثال نہیں پیش کرتی۔

بایں ہمہ اکثر اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک نئی شے پیٹنٹ کرائی جاتی ہے، یا کسی دوسرے طریقوں سے وہ شے واحد نگرانی میں آجاتی ہے۔ اس صورت حال سے نئی پیچیدگیاں پیدا ہوتی ہیں، جو اجارہ کا نتیجہ ہوتی ہیں: چنانچہ ہم اس مسئلہ پر آیندہ باب میں بحث کریں گے۔

195

باب پانزدہم

قدر اجارہ

(۱) اجارہ، قیمت پر رسد کی تحدید کے ذریعہ سے اثر ڈالتا ہے؛ — اس کلیہ کے مستثنیات بیچ والوں کے کاروبار اور خاص کر اصل پیدائش کی حد تک۔ (۲) اجارہ دار کے پاس رسد اتفاقی و مفت ہونے کی صورت میں قیمت کس طرح معین ہوتی ہے؟ اگر وہ استقراری مصارف کے ساتھ اشیا تیار کرے تو قیمت کس طرح معین ہوتی ہے؟ منافع اجارہ؛ رسد کے ایک جزو کا اعدام ممکن ہے لیکن اغلب نہیں ہے؛ قیمت اجارہ کی مثال ہیرے کی کان کنی۔ (۳) اجارہ کی قیمت تکثیر حاصل کے تحت؛ — اس کی مثالیں وہ کتابیں جن کے حقوق محفوظ ہیں؛ قیمت اجارہ تقلیل حاصل کے تحت۔ (۴) اجارہ کے تحت قیمتوں کی تغیر پذیری کا امکان اکثر پوشیدہ ہوتا ہے؛ محفوظ شدہ حقوق کی کتابیں، ٹیلیفون کی شرحیں۔ اجارہ کے تحت 'یکساں قیمتوں' کی برعکس حالت۔ (۵) مال پوشیدہ درآمد کرنے اور "ڈھیر لگانے" کی توجیہ اجارہ سے۔ (۶) غیر مشروط و غیر محدود اجارہ بہت ہی شاذ ہوتا ہے؛ اس کی متعدد بندشیں اور تحدیدیں۔ (۷) کسی موسم کی رسد کا احتکار، گاہکوں کے نقطۂ نظر سے قیمت پر بظاہر کوئی اثر نہیں ڈالتا؛ لیکن سوداگروں اور قیمتوں کو متاثر کرتا ہے۔ گاہکوں میں سے بعض احتکار سے متاثر ہو سکتے ہیں؛ کامیاب احتکار بہت شاذ ہوتا ہے۔

باب ۱۵
قدر اجارہ

۱۔ کوئی شخص جو کسی شے کا اجارہ رکھتا ہو، اپنی شے کو ایسی قیمت پر فروخت کرے گا، جس سے بیشترین خالص آمدنی حاصل ہو۔ کم از کم ابتداءً ہم یہ فرض کر سکتے ہیں، کہ جو اشخاص اجارہ رکھتے ہیں، وہ بہت ہوشیاری اور باریک بینی کے ساتھ کام کرتے ہیں، اور اس بیشترین منافع کو حاصل کرنے کی غرض سے اپنی رسد کی، ذہانت اور کامیابی کے ساتھ تحدید و تنظیم کرتے ہیں۔

ہم نے رسد کی تنظیم و تحدید کی اصطلاح استعمال کی، اس لیے کہ یہی وہ طریقہ ہے، جس کے ذریعے سے اجارہ دار، قیمت اور منافع پر اثر ڈال سکتا ہے۔ طلب کے حالات اس کے قابو اور بس سے باہر کی چیز ہیں۔ جب ایک مرتبہ رسد منظم و معین ہو جاتی ہے، اور بازار میں پیش کی جاتی ہے تو وہ قیمت جس پر یہ رسد فروخت ہوگی، طلب کے عمل پر منحصر ہوتی ہے۔ اس حد تک تو اجارہ کی قیمت کوئی خاص یا انوکھا مسئلہ نہیں پیش کرتی۔ اس کے خاص سوالات اس حد تک پیدا ہوتے ہیں، جس حد تک کہ اجارہ دار، رسد کو اپنے ارادے اور اپنی مرضی سے گھٹا بڑھا سکتا ہے۔ ایک مقررہ رسد کی قیمت جو بازار میں ایک کھیپ میں پیش کی جائے ایک ہی ہوگی، خواہ وہ رسد شخص واحد کے ہاتھ میں ہو، یا متعدد باہمدگر مقابلہ کرنے والوں کے ہاتھوں میں۔ یہ قیمت اس شے کی فروخت پذیری کی پیمائش کرتی ہے، اسی قیمت پر پوری رسد فروخت کی جا سکتی ہے، اس پوری رسد سے زائد مقدار فروخت نہیں کی جا سکتی ــــــ اور یہی قیمت رائج ہو جائے گی۔ 196

یہ اصول، معاشیات کے اکثر اصول کے مثل، یہ چاہتا ہے کہ اس کو مانتے میں وسعت نظر سے کام لیا جائے، کہ یہ گویا وہ ایک رجحان کا بیان ہے اور فروع کے بارے میں لفظ بہ لفظ صادق نہیں آتا، اس میں بے ضابطگی اور غیر مکمل تطابق کے لیے، ٹھیک اسی قسم کی رعایت کرنی چاہیے، جو کہ قدر و قیمت کے کسی رجحان کے بیان میں کرنی ضروری ہے۔ اکثر اشخاص جو عملی کاروبار میں حصہ لیتے ہیں، بادی النظر میں اس سے انکار کرتے ہچکچاتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک دوسرے سے مسابقت کرنے والے اشخاص جتنی قیمت وصول کر سکتے ہیں، اس کے مقابلے میں، اتحاد یا اجارہ زیادہ قیمت وصول کر سکتا ہے، خواہ رسد ایک

باب ۱۵
قدر اجارہ

مقررہ ہی کیوں نہ ہو۔ وہ جانتے ہیں، کہ اعلیٰ قیمت، کم از کم ابتدائی حالت میں، درمیانی اشخاص سے یعنی ـــ تھوک فروش یا خردہ فروش سوداگروں سے، جن کے ہاتھ اجارہ دار عام طور سے اپنی اشیا براہ راست فروخت کرتا ہے، وصول کی جاسکتی ہے۔ جب صناع ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہوں، تو اس کا بہت قرینہ ہوتا ہے کہ یہ سوداگر، ان کی باہمی کشمکش سے فائدہ اٹھا کر قیمت میں کچھ کمی کرائیں اور ان حریفوں کو یہ دھمکی دے کر کہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس سے خریداری کی جائے گی، وہ قیمت میں کمی کرنے کی ترغیب دیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اگر سب سوداگر ایسا کرنے میں کامیاب ہوں تو ان کا باہم مقابلہ، انجام کار قیمت کو خردہ خریداروں کے حق میں کم کردے گا۔ اس آخری صورت میں یہ معلوم ہوگا، کہ آیا قیمتیں ایسی ہیں کہ ان سے طلب و رسد کا توازن وقوع پذیر ہوگا۔ لیکن سوداگروں کے مابین جو مقابلہ ہوتا ہے، اور خاص کر خردہ فروش سوداگروں کے مابین، اس کے عمل میں بہت سی رکاوٹیں حائل ہوتی ہیں؛ اور قیمتوں کی تخفیف، جو صناعوں میں باہم مقابلہ ہونے کی وجہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے، ممکن ہے کہ ایک بڑی مدت تک تاجروں کے منافع میں اضافہ کرے؛ اور عام صارفوں کو فائدہ نہ پہنچائے۔ اس کے برعکس، ممکن ہے کہ اجارہ، سوداگروں کو خسارے میں مبتلا کردے، یعنی ـــ اجارہ دار سوداگروں سے گراں قیمت وصول کرلے؛ اور سوداگر کم از کم کچھ مدت کے لیے صارفوں سے گراں نرخ پر معاملہ کرنا مناسب نہ سمجھیں۔ اور اس صورت میں بھی جب کہ ایسی بڑھی ہوئی قیمتوں پر صارفوں کے پاس اشیا پہنچیں تو ان کی خریداریوں پر فوراً یا از خود اثر نہیں پڑتا۔ اگر درحقیقت قیمتوں میں بڑا اضافہ ہو، اور شے کی طلب تغیر پذیر ہو، تو خریداریوں میں بھی سرعت کے ساتھ تخفیف ہوگی۔ اجارہ دار کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا، کہ وہ ایک مقررہ رسد کو اعلیٰ قیمتوں پر فروخت نہیں کرسکتا۔ لیکن اگر قیمت میں بڑا اضافہ نہ ہو تو بہت ممکن ہے کہ لوگ کچھ مدت تک اتنی ہی اشیا خریدتے رہیں، جتنی کہ وہ عادۃً خریدتے رہے۔ ممکن ہے کہ وہ قیمت کے اضافے سے بے چین اور پریشان ہوں؛ تاہم اپنی

خریداریوں میں تخفیف کرکے نئی صورت حالات کو اپنے موافق بنانے کی کوشش نہ کریں۔ اس صورت میں، اجارہ دار بڑھی ہوئی قیمت کو خفیف مدت کے لیے قائم رکھ سکتا ہے، خواہ اس بڑھی ہوئی قیمت کا بار، صارف ہی پر کیوں نہ پڑے اس اثنا میں ایک ترقی پذیر قوم میں، نئے نئے صارفوں کا اضافہ ہو سکتا ہے؛ یا کم از کم یہ ممکن ہے، کہ قدیم گاہکوں کی آمدنی میں ہی اضافہ ہو جائے۔ ممکن ہے کہ طلب کا اضافہ، اس اصلی قیمت پر سبقت لے جائے اور اسی قیمت کو مستقل کر دے؛ اور اس طرح، ایسا معلوم ہوگا کہ گویا محض اجارے کے واقعے کی بنا پر قیمتوں میں اضافہ رونما ہوا ہے۔

درمیانی اشخاص کی حیثیت جو قوائے عاملہ کے دباؤ کو کم کرتے اور معتدل کرتے ہیں، اشیائے پیدائش کے بارے میں اور بھی بہت زیادہ قوت کے ساتھ ظاہر ہوتی ہے۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے[1]، لوہا، تانبا، لکڑی اور اون وغیرہ اشیا کی قیمتوں میں طلب اور افادے کا عمل بہت مشروط ہوتا ہے۔ مکمل اشیا کی قیمت جو صارف ادا کرتا ہے، اور اس خام مال کی قیمت جس سے یہ اشیا تیار ہوتی ہیں، ان دونوں کا تعلق غیر یقینی اور موہوم ہوتا ہے۔ آلات بنانے کی اشیا مثلاً لوہے، تانبے کی قیمت، اور ان اشیا سے انجام کار بنائی ہوئی قابل صرف اشیا کی قیمت، کا درمیانی تعلق اور بھی زیادہ موہوم ہوتا ہے۔ ایسی صورتوں میں اجارہ کا اثر قیمت پر زیادہ پڑ سکتا ہے، بہ نسبت دوسری شکل کے، جہاں اجارہ دار کسی قابل تمتع شے کو عام گاہکوں کے ہاتھ راست فروخت کرتا ہو۔

علاوہ ازیں یہ امر بھی قابل ذکر ہے، کہ اجارہ دار پہلا قدم جو اٹھاتا ہے وہ بالعموم قیمت کا تعین کرنے کی طرف ہوتا ہے، نہ کہ رسد کے تعین کی طرف؛— مثلاً کسی پیٹنٹ شے کا مالک، پیٹنٹ شدہ شے کو ایک مقررہ قیمت پر ہی فروخت کے لیے پیش کرے گا، اور بہت کم ایسا ہوگا، کہ بازار میں جو شے پیش کی جانے والی ہے، اس کی مقدار کو وہ پیشتر سے معین کرے۔ اگر اس کو معلوم ہو کہ کسی مقررہ قیمت پر

[1] دیکھو باب ۱۰ فصل (۵)

وہ اپنے مال کو اپنی توقع سے زیادہ فروخت کر سکتا ہے، تو وہ رسد میں اضافہ کرے گا۔ اور اگر اس کو یہ معلوم ہو کہ وہ اتنی زیادہ مقدار فروخت نہیں کر سکتا، تو وہ اپنے پاس جس قدر مال ہے اس کو بتدریج کم قیمت پر فروخت کرتا جائے گا؛ اور آیندہ اس مقدار میں بہت آہستہ اور احتیاط کے ساتھ اضافہ کرے گا۔ دوسرے الفاظ میں مقررہ قیمت پر جتنی رسد کو وہ فروخت کر سکتا ہے، اس کا وہ تجربہ کرتا ہے؛ اور جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے، خریداروں کی طلب کے اضافہ یا تخفیف کے ساتھ وہ اپنی مقرر کردہ قیمت میں اضافہ یا تخفیف کرتا جاتا ہے۔ مگر غالباً وہ اس بات کو اچھی طرح نہیں جانتا، کہ قیمت پر اس کو جو قدرت حاصل ہے، اس کا دارومدار اس قدرت پر ہے جو اس کو رسد پر حاصل ہے۔ بایں ہمہ ایک ہوشیار کاروباری شخص کو اس میں بہت شاذ ہی شبہ ہوتا ہے، کہ یہ قیمت کو تقابلی سطح سے اوپر رکھنے کی اساسی شرط ہے۔

198

۲۔ اس طرح یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ اجارہ دار قیمت کو اساسی طور سے رسد کی تعیین و تنظیم کے ذریعے سے اپنے قابو میں لاتا ہے، اب آگے بڑھ کر یہ دیکھنا چاہیے کہ رسد پر یہ قدرت و قابو کس طرح حاصل کیا جاتا ہے۔

ایک سب سے سیدھی سادی مثال اس رسد کی ہے، جسکی تیاری میں کچھ بھی صرف نہ ہوا ہو:۔ مثلاً کوئی ایسی چیز، جو مدفون خزانہ کی طرح مفت دستیاب ہو۔ اس قسم کی مقررہ رسد، اگر بحیثیت مجموعی بازار میں پیش کی جائے تو اس کی ایک مقررہ قیمت وصول ہوگی؛ مگر اس کا مالک یہ استدلال کر سکتا ہے کہ اگر رسد اور محدود کردی جائے تو زیادہ قیمت وصول ہوگی۔ اگر طلب غیر تغیر پذیر ہو تو رسد کے نصف حصے سے دگنی قیمت سے زیادہ وصول ہو سکتی ہے، اور اس طرح بحیثیت مجموعی زیادہ رقم وصول ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں اجارہ دار کے حق میں نصف رسد کو ضائع کر دینا اور محض بقیہ نصف رسد ہی کو بازار میں پیش کرنا مفید ثابت ہوگا۔ اگر طلب تغیر پذیر ہو تو کل رسد بازار میں پیش کر دینے میں اس کا فائدہ ہوگا۔ یہ یقینی ہے کہ نصف رسد فروخت کرنے کے مقابلے میں اس صورت میں قیمت فی اکائی کم ہوگی؛ لیکن یہ کمی اتنی نہ ہوگی کہ مجموعی منافع اول الذکر کے

مقابلے میں کم ہو۔ عام طور سے اجارہ دار کو اس وقت فائدہ ہوتا ہے، جبکہ وہ ایک غیر تغیر پذیر طلب کے تابع شے کی رسد کی مناسب و معقول تحدید کرے؛ اور شے کی طلب تغیر پذیر ہونے کی صورت میں رسد کو بڑھا دے۔

اس کے بعد یہ فرض کرو، کہ رسد مفت دستیاب نہیں ہوئی، بلکہ اجارہ دار اس کو معمولی حالات کے تحت، اصل لگا کر، مزدوروں سے اجرت پر کام لے کر، اور متعدد مصارف برداشت کر کے، تیار کرتا ہے۔ اس صورت میں اجارہ دار بحیثیت مجموعی زیادہ سے زیادہ خام قیمت وصول کرنے کی کوشش نہ کرے گا؛ بلکہ بیشتر ین خالص منافع، جو دوسرے اصل داروں کے معمولی منافع کے مقابلہ میں زیادہ ہو، وصول کرنے کی کوشش کرے گا۔ یہ فرض کیا جا سکتا ہے، کہ ہر صورت میں اجارہ دار اپنے اصل کو دوسری ہمتوں میں مصروف کر کے اس پر معمولی شرح سے سود وصول کر سکتا ہے۔ اور یہ کہ نگرانی اور انتظام کے سلسلے میں اپنی محنت کے معاوضے میں، وہ اسی شرح سے معاوضہ حاصل کرنے کے قابل ہوگا جو کہ اسی قسم کی مہارت اور مشقت کے معاوضے میں بالعموم ملتا ہے۔ ان معمولی منافع کو ہم مصارف پیدائش میں شمار کر سکتے ہیں، یا کم از کم ایسا منافع خیال کر سکتے ہیں، جو اجارہ کی بنا پر وصول نہ ہوا ہو۔ نفع اجارہ دراصل وہ ہے، جو ان معمولی منافع کے سوا وصول ہو۔

یہ ممکن ہے کہ بہت کم اجارہ دار واقفیت کے ساتھ اس طرح اپنے منافع کو الگ الگ شمار کریں۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اجارہ کے منافع کو، اور معمولی منافع کو، جو ان کے اصل اور محنت کے معاوضے میں ملتا ہے، علیحدہ علیحدہ شمار کرتے ہیں۔ انھیں محض اس بات کی مسرت ہوتی ہے، کہ وہ بیس فی صد یا تیس فیصد کے حساب سے مقسوم ادا کرتے ہیں؛ یا اپنی محنت کا اور اپنے رفقائے کار کی محنت کا معقول معاوضہ تنخواہ کی صورت میں ادا کرتے ہیں۔ بایں ہمہ اگر ان سے غائر سوال کیا جائے، تو وہ فوراً تفریق و تمیز کر کے یہ بتلا دیں گے کہ اس مجموعی منافع میں، اجارہ کے نفع کا کتنا حصہ ہے۔ ہمیں موجودہ بحث میں صرف نفع اجارہ ہی سے اس کے اصلی معنوں میں سروکار ہے۔

199

اگر اجارہ دار اپنی شے استقراری مصارف کے حالات کے تحت تیار کرتا ہے، تو وہ خالص منافع کا حساب سیدھے سادے طریق سے کرے گا چنانچہ اس کی تشریح شکل نمبر (۹) سے ہوتی ہے:۔ شے کو تیار کرنے کے مصارف کو یہاں و تا م کے فاصلے کے ذریعے سے ظاہر کیا گیا ہے، اور یہ مصارف یکساں رہتے ہیں، خواہ شے مذکور کی زیادہ مقدار تیار کی جائے یا کم؛ گویا، مصارف و م = ا مَ = ب مً ہوتے ہیں۔ اب رہی وہ قیمت جس پر کہ مقررہ مقدار فروخت کی جائے گی۔ تو اس کا دارو مدار، طلب، کے منحنی ط ط کے رجحان پر ہے۔
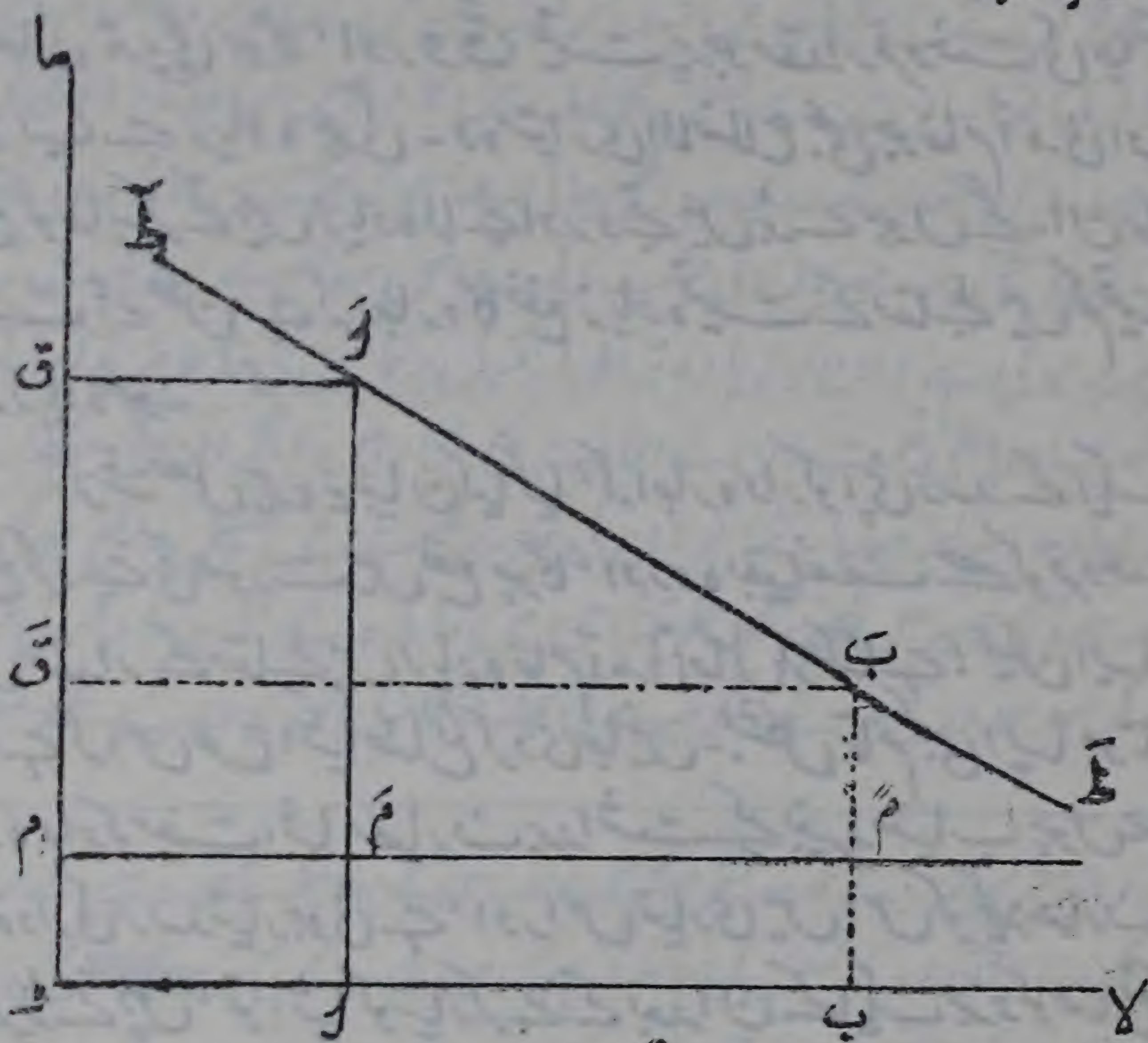
شکل (۹)

اگر بازار میں، مقدار و ا لائی جائے، تو وہ سب کی سب قیمت ا اَ پر فروخت کی جا سکتی ہے۔ اس مقدار کے مجموعی مصارف و م مَ ا ہوں گے۔ اس طرح اجارہ کا نفع، رقبۂ م ق اَ مَ سے ظاہر ہوگا، لیکن اگر مقدار و ب بازار میں لائی جائے، تو یہ ضروری ہے کہ قیمت گھٹا کر ب بَ کر دی جائے،

اس لیے کہ یہی وہ قیمت ہوگی جس پر کہ و ب کی کل مقدار فروخت کی جا سکتی ہے۔ اس صورت میں اجارہ کا نفع م ق ب مَ کا رقبہ ہوگا۔ اگر پہلا رقبہ م ق آ مَ اس کی نسبت بڑا ہو تو اجارہ دار کو فائدہ اپنی رسد کو و ا کی مقدار تک محدود رکھنے میں ہوگا، لیکن اگر رقبۂ م تَ بَ مَ دونوں میں بڑا ہو، تو اس کو اس وقت فائدہ ہوگا جب کہ وہ اپنی رسد کو و ب تک بڑھا دے۔ جیسا کہ ابھی بیان کیا جا چکا ہے، طلب کی تغیر پذیری، اجارہ دار کے حسابات پر بہت اہم اثر ڈالتی ہے۔ اگر طلب تغیر پذیر ہو، یعنی —— اگر قیمت کے کم کرنے سے اشیا کی خریداری اور صرف میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے، تو خط ط کا ڈھال تدریجی ہوگا، اور و قَ قیمت پر جو مقدار فروخت کی جا سکتی ہے وہ و ب سے زیادہ ہوگی۔ وہ متوازی الاضلاع بھی جو خام آمدنی اور اجارہ کے نفع کو ظاہر کرتے ہیں زیادہ لانبے اور رقبے میں بڑے ہوں گے۔ ان حالات کے تحت، یہ ممکن ہے کہ اجارہ کا نفع زیادہ قیمت کے مقابلے میں کم قیمت کے لیے نسبتہً زیادہ ہو۔

گزشتہ فصل میں یہ بیان کیا گیا، کہ اجارہ دار کو اپنی رسد کے ایک جزو کو ضائع کر دینے کی صورت میں نفع ہوگا، اور وہ بقیہ نصف حصے کو فروخت کر کے مجموعی مقدار کے مقابلے میں زیادہ خام آمدنی حاصل کر سکتا ہے؛ لیکن ایسا بہت کم ہوتا ہے کہ اس طرح اشیا ضائع کر دی جائیں۔ بمشکل تمام کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اجارہ دار کو مفت اشیا مصارف برداشت کیے بغیر دستیاب ہوں جب کسی اجارہ دار کی رسد تیار ہوتی ہے، اور اس تیاری میں اس کو کچھ مصارف برداشت کرنے پڑتے ہیں، تو اشیا کو تیار کرنے کے بعد ان کے ایک جزو کو ضائع کر دینے کے مقابلے میں، یہ طریقہ زیادہ آسان، کم خرچ اور کفایت شعارانہ ہوگا کہ پہلے ہی سے کم اشیا تیار کی جائیں۔ اجارہ دار کو اشیا ضائع کر دینے سے فائدہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے، جبکہ اسباب اس کے قابو سے باہر ہوں (مثلاً فصل کی افراط)، یا اس کا تخمینہ غلط نکلے۔ اس واقعہ میں اصلیت معلوم ہوتی ہے، کہ اٹھارویں صدی میں ڈچ ایسٹ انڈیا کمپنی نے بعض اوقات اپنی لونگ کی پیداوار کا ایک

باب ۱۵
قدر تجارتی

جزو اس وجہ سے جلا دیا، کہ بقیہ جزو کو ایسی اعلیٰ قیمتوں پر فروخت کرنے کے قابل ہو جن سے بحیثیت مجموعی زیادہ خالص آمدنی وصول ہو۔ لیکن جدید ترقی یافتہ قوم میں پیداوار کو اس طرح ضائع کرنے کی ہمت بہ مشکل کی جائے گی؛ ناراض رائے عامہ کے انتقام کا خوف ایسی تضییع کو روکے گا۔[1]

موجودہ زمانے میں اجارہ دار جس طریق سے عام طور سے رسد کی تنظیم کرنے کے لیے عمل کرتا ہے، اس کی مثال ہیرے کی برآمد کے حالات سے ملتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب نئے ہیرے، جنوبی افریقہ کی کمبرلی کی کانوں سے برآمد ہوتے ہیں۔[2] یہ سب معدنیات ڈی بیرس کمپنی کی منفرد ملکیت ہیں؛ سیسل رہوڈس نے اپنی نگرانی میں متعدد حریف کمپنیوں کے اتحاد و انضمام سے اس کمپنی کو قائم کیا تھا۔ ان میں سے بعض کانوں میں کام نہیں کیا جاتا؛ اور مجموعی رسد عمداً اور قصداً اس مقدار تک محدود رکھی جاتی ہے، جو کہ بیشترین فائدے کے ساتھ فروخت کی جا سکتی ہو۔ ہیروں کی طلب ایک خاص مقام کے بعد بہت زیادہ غیر تغیر پذیر ہوتی ہے؛ ان کو زیادہ تر اظہار تمول و نمائش کی خاطر خریدا جاتا ہے؛ ان کی قلت اور اعلیٰ قیمت ان کے افادے کی بنیاد ہیں؛ اگر ان کی مقدار میں بہت زیادہ اضافہ ہو جائے، تو ان کی قدر و قیمت میں تقلیل واقع ہو گی؛ اسی وجہ سے ڈی بیرس کمپنی[2] کا حقیقۃً اسی میں فائدہ ہے، کہ پیداوار کی مقدار اور رسد کم اور محدود کی جائے۔ اگر ہیرے کی بجائے تانبا یا کوئی دوسری شے ہوتی،

201

---

[1] جب کوئی ناشر کسی کتاب کے محدود نسخے طبع کرتا ہے اور اس کے بعد جمائے ہوئے پیسے کے حروف (ٹائپ) بکھیر دیتا ہے تو اس کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس نے رسد کے ایک جزو کو ضائع کر دیا تاکہ اپنے مطبوعہ محدود جزو کو اعلیٰ قیمت پر فروخت کر سکے۔

[2] ڈی بیرس کمپنی دنیا کے مجموعی ہیرے کی پیداوار کا بچانوے فیصد برآمد کرتی ہے۔ دیکھو ولیمس کی کتاب The Diamond Mines of South Africa جلد اول صفحہ ۲۹۱، اور جلد دوم صفحہ ۱۶۱۔ مگر اس کتاب کی اشاعت کے بعد سے حالات کسی قدر بدل گئے ہیں۔ جنوبی آفریقہ میں دوسرے مقامات پر انکشافات ہونے کی وجہ سے رسد میں اضافہ ہو گیا ہے، اور اگرچہ اجارہ موثر ہے، پھر بھی وہ درآمد پیدا کرنے والے کے ہاتھ

جو حالات فرض کئے گئے ہیں، وہ بہت زیادہ تغیر پذیر طلب اور سریع تقلیل
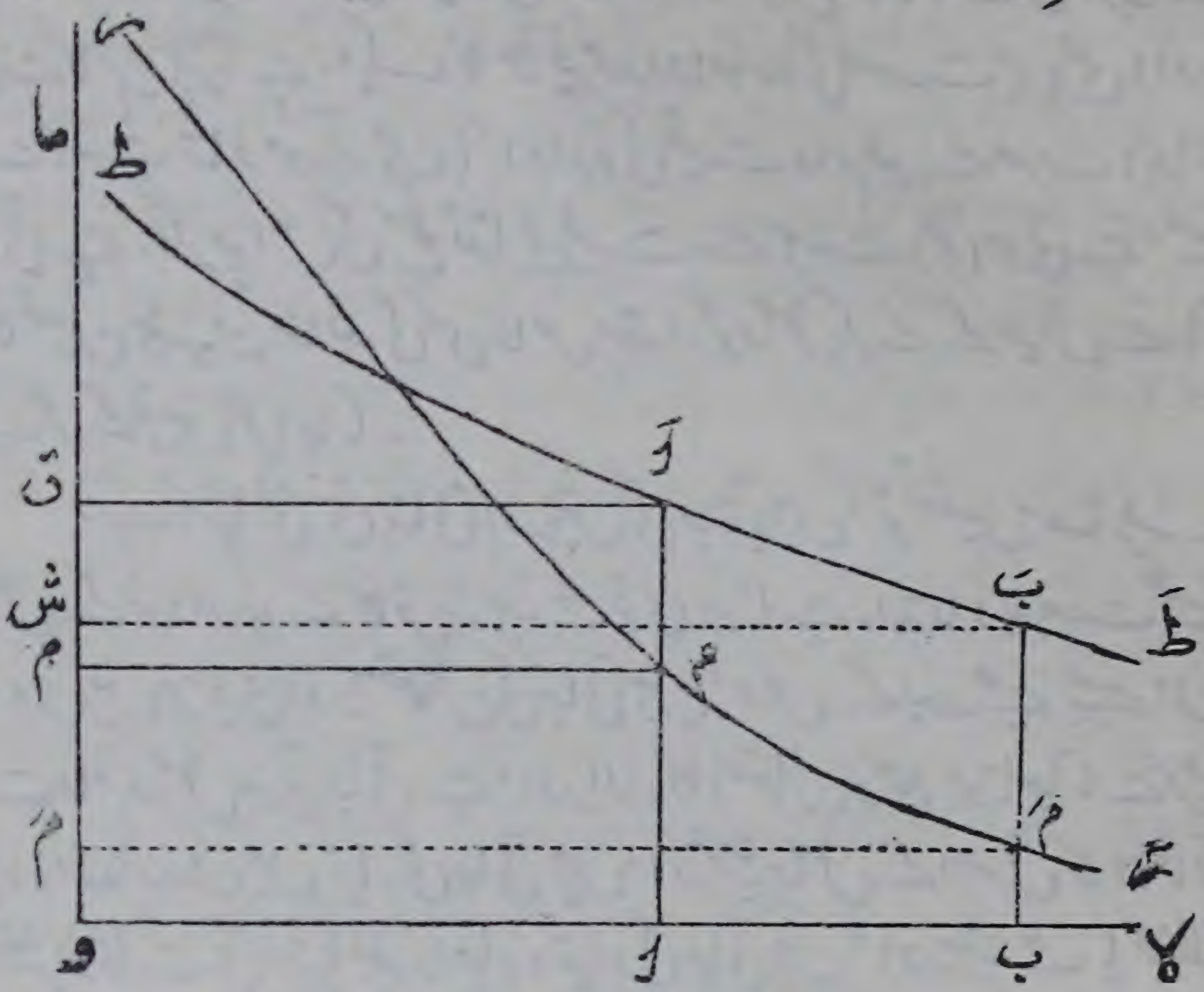
شکل (۱۰)

مصارف کے حالات ہیں۔ طلب جس قدر کم تغیر پذیر ہوگی، اور مصارف کی کمی جس قدر کم سریع ہوگی، اسی قدر یہ زیادہ ممکن و اغلب ہے کہ اجارہ دار کو اپنی رسد محدود کرنے اور قیمت بڑھانے میں نفع معلوم ہو۔

اب ناظرین کو یہ بات اچھی طرح معلوم ہو جائے گی، کہ متعدد بیشترین منافع اجارہ اور موجہ اجارے کی قیمتیں ممکن ہیں۔ اس مثال کے سب عناصر کو ایک منفرد و مبسوط بیان کے ذریعے سے ظاہر کرنے کے لیے، ریاضی طریق بیان کی ضرورت ہوگی؛ اس قسم کا بیان بظاہر توصیح معلوم ہوتا ہے؛ لیکن وہ بالعموم گمراہ کن ہوتا ہے؛ اور یہ بات ایک مقابلۃً سیدھی سادی شکل کے بارے میں بھی، جیسی کہ اوپر درج کی گئی ہے، صادق آتی ہے۔ یہ ضروری ہے کہ اس صورت حالات کے بعض عناصر کے متعلق اجارہ دار کو کم و بیش اندازے سے کام لینا پڑے، خاص کر تغیر پذیری طلب کے

جس کی مانگ بہت تغیر پذیر ہوتی، تو ایسی شے کے اجارہ دار کو اپنے انتہائی قدر ائصرف کرکے، زیادہ سے زیادہ مقدار میں رسد مہیا کرنے میں فائدہ ہوتا ہے۔

۳۔ اب فرض کرو کہ جس شے کا اجارہ حاصل ہے، وہ شے استقراری مصارف کے حالات کے تحت تیار نہیں کی جاتی؛ بلکہ تقلیل مصارف (تکثیر حاصل) کے حالات کے تحت تیار کی جاتی ہے۔ اس صورت میں اجارہ دار کے تخمینوں اور حسابات میں بہت پیچیدگیاں پیدا ہو جائیں گی۔ اس کو ایک طرف تو اس امر پر غور رکھنا ضروری ہے، کہ بازار میں زیادہ رسد پیش ہونے کی صورت میں، قیمت کس حد تک گھٹ جائے گی؛ اور دوسری طرف یہ کہ اشیا زیادہ مقدار میں تیار ہونے کی صورت میں، مصارف میں کس حد تک کمی ہوگی۔ یہ صورت حال بھی شکل ہی کے ذریعے سے بہت آسانی کے ساتھ بیان کی جا سکتی ہے: شکل نمبر (۱۰) میں طلب کے منحنی ط طَ کا نزول بہت تدریجی ہے جو طلب کی وسیع تغیر پذیری کو ظاہر کرتا ہے۔ س اس رسد کا منحنی ہے اور اس کا نزول، کم از کم اس کے بالائی حصے میں، بہت ڈھلوان ہے، جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جیسے جیسے زیادہ رسد تیار کی جاتی ہے ویسے ویسے مصارف بحساب فی اکائی بہت سرعت سے گھٹتے جاتے ہیں۔ اگر اجارہ دار مقدار و ا تیار کرکے بازار میں پیش کرے، تو اسے معلوم ہوگا، کہ مصارف بحساب فی اکائی ا م پڑتے ہیں؛ اور مجموعی مصارف م و ا م ہوتے ہیں۔ یہ رسد ا اَ قیمت پر فروخت کی جائے گی اور مجموعی خام آمدنی و ق اَ ا ہوگی، اور اجارہ کا نفع م ق اَ م ہوگا۔ اگر اس کے برعکس زیادہ مقدار، یعنی ——— و ب تیار کی جائے، تو مصارف فی اکائی صرف ب مَ ہوں گے، اور مجموعی رسد کے مصارف مَ و ب مَ ہوں گے۔ یہ رسد قیمت ب بَ پر فروخت کی جا سکتی ہے، اس سے مجموعی خام آمدنی و ش بَ ب ہوگی، اور اجارہ کا نفع مَ ش بَ مَ ہوگا۔ یہ ظاہر ہے کہ اجارہ کا نفع بڑھیا قیمت کے مقابلے میں گھٹیا قیمت پر بہت زیادہ ہوگا؛ اور یہ اس لیے کہ

بقیہ حاشیہ گزشتہ: میں نہیں ہے کہ معدودے چند پیدا کرنے والوں کے اتحاد سے چل رہا ہے۔ اس صنعت سے اب بھی قیمت اجارہ کے شرائط و حالات کی تشریح ہوتی ہے۔

باب ۱۵ قدر اجارہ

مدارج اور مقدار پیداوار کی زیادتی کے ساتھ تقلیل مصارف کی شرح کے متعلق قیاس سے کام لینا پڑتا ہے۔ ایک کا ملاً غیر محدود اجارہ کی صورت میں بھی (اور ایسے اجارے بہت شاذ ہوتے ہیں)، اجارہ کی قیمت عام طور سے صرف اندازہ پر قرار پاتی ہے۔ اگرچہ اس کی سطح تقابلی قیمت سے بہت اعلیٰ ہوتی ہے، لیکن اس کا تعین بیشترین منافعہ کی کسی خاص مقدار کو حاصل کرنے کے خیال سے باقاعدہ حساب کر کے نہیں کیا جاتا۔

جب اشیائے نئی بنائی اور پیش کی جاتی ہیں، تو تقلیل مصارف یا تکثیر حاصل کے نمودار ہونے کا قرینہ بہت قوی ہوتا ہے۔ ابتداءً یہ بہت قلیل مقداروں میں خریدی اور استعمال کی جاتی ہیں، اس کے بعد جیسے جیسے ان کو قبولیت عام حاصل ہوتی جاتی ہے، اور ان کا استعمال وسیع ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے وہ زیادہ مقداروں میں تیار کی جاتی ہیں، اور تکثیر حاصل کے اصول کا اطلاق ہوتا ہے۔ اکثر اوقات نئے اشیا بطور اجارہ تیار کی جاتی ہیں، اور پیٹنٹ یا محفوظ حقوق کے ذریعے سے ان کی تامین کی جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ ہمارے زیر غور اصول کی نہایت موزوں تمثیل پیش کرتی ہیں۔ مثلاً گیس کی قندیلوں میں ویلزبیک[۱] کی ایجاد کردہ جالی (منٹل) لگائی جاتی تھی؛ اس کو تقریباً تمام مہذب اور ترقی یافتہ ممالک میں پیٹنٹ کے ذریعے سے محفوظ کرا دیا گیا تھا؛ اس سے گیس کا خرچ کم ہوتا تھا، روشنی بہت تیز ہوتی تھی اور ہوا بھی بہت کم خراب اور زہریلی ہوتی تھی۔ جالی کی طلب بہت تغیر پذیر تھی، اور جالیاں زیادہ مقداروں میں تیار کرنے کی صورت میں مصارف پیدائش بہت کم ہوتے تھے؛ اسی وجہ سے اگرچہ وہ بطور اجارہ تیار کی جاتی تھیں لیکن وہ ایسی قیمت پر فروخت کی جاتی تھیں جو بحساب فی اکائی پیداوار کے مصارف سے بہت زیادہ نہ ہوتی تھی۔ تاہم چونکہ وہ کثیر مقداریں فروخت کی جاتی تھیں اس لیے ان سے بحیثیت مجموعی کثیر المقدار نفع اجارہ حاصل ہوتا تھا۔

[۱] Welsbach آسٹریا کا مشہور موجد۔

باب ۱۰ — قدر اجارہ

اس کے مماثل صورت حالات حقوق محفوظ شدہ کتابوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے؛ — کتابوں کی تیاری، تقلیل مصارف کے اصول کے تابع ہوتی ہے، حروف جوڑنے[1] اور مرکب حروف کی تختیاں بنانے کے مصارف وہی ہوتے ہیں، خواہ کتابیں ایک ہزار طبع کی جائیں یا پچاس ہزار۔ کتابیں تیار کرنے کے دوسرے مصارف، مثلاً — کاغذ، طباعت، جلد بندی، وغیرہ، بحساب فی اکائی کسی قدر یکساں ہوتے ہیں۔ بایں ہمہ جب انھی تختیوں سے مزید کتابیں تیار کی جاتی ہیں تو مصارف میں خفیف سی کمی ظاہر ہوتی ہے؛ بحیثیت مجموعی قلیل التعداد نسخوں کے مقابلے میں کثیر التعداد نسخوں کے لیے مصارف فی اکائی بہت کم پڑتے ہیں۔ چنانچہ ناشر عام طور سے یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں کہ کتابوں کا محدود ایڈیشن بالعموم قلیل تعداد میں طبع کرتے ہیں، اور کتب جمع کرنے والوں اور دوسرے اشخاص کے ہاتھ جو کسی نادر شے کی قدر کرتے ہیں، اعلیٰ قیمت پر فروخت کرتے ہیں۔ وہ اس طرح حساب کرتے ہیں کہ بڑے ایڈیشن کو کم قیمت پر فروخت کرنے کے مقابلے میں چھوٹے ایڈیشن کو اعلیٰ قیمت پر فروخت کرنے سے، زیادہ نفع ہوگا۔ سائنس کی کتابوں کے بارے میں بھی یہی نتیجہ رونما ہوتا ہے، جو بالعموم ناظرین کے ایک مختصر دائرے میں مقبول ہوتی ہیں، اور جن کی طلب بہت کم تغیر پذیر ہوتی ہے۔ قلیل التعداد مطبوعہ نسخے خواہشمندوں کو مقابلۃً اعلیٰ قیمت پر فروخت کئے جاتے ہیں۔ اگر ایسی کتابیں بڑی تعداد میں قابل فروخت ہوں تو ان کے مصارف اور غالباً ان کی قیمت بھی کمتر ہوگی۔ اس کے برعکس نئی کتابیں، جنھیں مطالعہ کرنے کی اکثر لوگوں کو خواہش و ترغیب ہوتی ہے، مثلاً — عام پسند ناولیں، ابتداءً کم قیمت پر فروخت کی جاتی ہیں؛ اس لیے کہ وہ تقلیل پذیر مصارف اور تغیر پذیر طلب، دونوں حالات پیش کرتی ہیں۔

204

یہ ظاہر ہے کہ تکثیر مصارف (تقلیل حاصل) کے حالات کے تحت اجارہ دار کے لیے صورت حال پھر جداگانہ ہوگی۔ اگر رسد کے اضافہ کی وجہ سے

---

[1] Composing یا Typesetting

مصارف پیدادار میں زیادتی ہو، تو رسد کو محدود کرنے کا امکان بظاہر زیادہ قوی ہوگا۔ اگر طلب بہت زیادہ غیر تغیر پذیر ہو تو اجارہ دار کا رجحان یقیناً اپنی پیداوار کو بہت زیادہ محدود کرنے کی طرف ہوگا؛ اس لیے کہ رسد کی کمی کے ساتھ وہ قیمت جو وہ حاصل کر سکتا ہے، بہت بڑھ جائے گی؛ اور اسی کے ساتھ اس کے مصارف گھٹ جائیں گے۔ اور اگر طلب تغیر پذیر ہو تو بھی اجارہ دار کو پیداوار کے اضافہ کے ساتھ درحقیقت سرعت کے ساتھ گھٹنے والی قیمت کا ہی لحاظ نہ کرنا پڑے گا، بلکہ مصارف میں کچھ زیادتی کو بھی شمار کرنا پڑے گا۔ تاہم بہت شاذ ایسا ہوتا ہے کہ ان اشیا کا کسی کو اجارہ حاصل ہو اور وہ قانون تقلیل حاصل کے تحت پیدا کی جائیں۔ اس قسم کا اجارہ بعض نادر اور غیر معمولی معدنی پیداواروں میں ہو سکتا ہے، جو رسد کے واحد ذریعے سے یا چند متحدہ ذرائع سے (جنوبی افریقہ کی ہیرے کی کانیں اس کی ممکنہ مثال پیش کرتی ہیں) حاصل کی جائیں۔ بحیثیت مجموعی، اجارہ کے حالات، کلاً یا جزواً، زیادہ تر ایسی اشیا کے بارے میں پائے جاتے ہیں جو استقرار حاصل یا تکثیر حاصل کے تحت تیار کی جاتی ہیں۔

۴۔ اجارہ میں ایک دوسرا امکان بھی پایا جاتا ہے: اور وہ یہ ہے۔ کہ رسد کی مختلف اقساط مختلف قیمتوں پر فروخت کی جاسکتی ہیں۔ مقابلہ اور مسابقت کے تحت بازار بھر میں ایک ہی قیمت رائج ہوتی ہے؛ کسی ایک بائع کو دوسرے بائع زائد قیمت وصول کرنے کا موقع نہیں دیتے۔ سابقہ فصل میں یہ امر واضح طور سے فرض کیا گیا ہے کہ اجارہ کے تحت بھی یہی بات صادق آتی ہے؛ لیکن یہ ضروری نہیں کہ لازمی طور سے ایسا ہی ہو۔

مثلاً شکل نمبر (۹) مندرجہ صفحہ ۲۶۹ انگریزی پر نظر ڈالو! جس میں استقرار مصارف کے حالات کے تحت اجارہ کو ظاہر کیا گیا ہے۔ رقبہ م ق ک م کے ذریعہ سے جن ممکنہ منافع کو ظاہر کیا گیا ہے، ان پر اجارہ دار اشتیاق کے ساتھ نظر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ سچ ہے کہ ایک یکسان قیمت، جس سے اس کو بیشترین منافع حاصل ہو سکتا ہے، قیمت و ق (= ب ت) ہو سکتی ہے، جس پر اس کے اجارہ

کا نفع م ق ب م ہوتا ہے۔ لیکن کیا وہ اس کے علاوہ زائد نفع جو مقدار و ا بر
مل سکتا ہے، جو بازار میں پیش ہونے کی صورت میں قیمت ا ک پر فروخت ہو گی نہیں
لے سکتا؟ اور کیا وہ متمول طبقے سے یا زیادہ شوقین خریداروں سے اعلیٰ قیمت
نہیں وصول کر سکتا؟ اور اسی کے ساتھ کم استطاعت یا کم شوقین خریداروں کے
ہاتھ کم قیمت پر اشیا نہیں فروخت کر سکتا؟

اشیا کو مختلف خریداروں کے ہاتھ مختلف قیمتوں پر براہ راست اور آزادی
کے ساتھ فروخت کرنا یقیناً ہمیشہ قابل عمل یا قرین مصلحت طریقہ نہیں ہو سکتا۔ اگر
کسی خریدار کو شے سستے داموں مل جائے، تو یہ امکان باقی رہ جاتا ہے کہ وہ شخص
اسی شے کو دوبارہ کسی قدر زائد قیمت پر فروخت کر کے نفع کمائے۔ اس کے علاوہ
مساوات یا "منصفانہ برتاؤ" کی جبلت کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس کا لحاظ
نہ رکھا جائے تو عوام میں اس کے خلاف ہیجان یا غم و غصہ کا جذبہ پیدا ہو گا،
جس سے خریداروں پر اثر پڑ سکتا ہے، یا یہ بھی ممکن ہے کہ اس سے "نئے قانون"
یا ضابطے کے وضع کرنے کی سمت رہبری ہو۔ اسی وجہ سے بہت ممکن ہے کہ
اجارہ دار، اگر وہ اس قسم کا امتیاز قائم کرتا ہو، اس فرق و امتیاز کو پوشیدہ طور
سے قائم رکھے۔ لیکن ایک حد تک خریداروں کے اعلیٰ طبقے سے وہ اعلیٰ قیمت
اکثر وصول کر ہی لے گا، جو ان سے وصول نہ کرنے کی صورت میں انھیں نفع صارف
کی شکل میں ملے گی۔

اس طرح اجارہ دار اپنی شے کو بازار میں بااقساط پیش کر سکتا ہے۔ ابتداً
وہ ان اشخاص کے ہاتھ جنھیں اس کی سخت ضرورت ہے، اعلیٰ قیمت پر فروخت
کر سکتا ہے؛ اور اس کے بعد کسی قدر وقفے کے بعد مزید رسد بازار میں اس سے
کم قیمت پر پیش کر سکتا ہے۔ چنانچہ ناشران کتب حقوق محفوظ شدہ کتابوں
کے ساتھ اکثر ایسا ہی کرتے ہیں، خاص کر ایسی کتابوں کے ساتھ جن کے بڑی حد تک
عام پسند ہونے کے متعلق معقول وجہ ہوتی ہے، اور خاصا یقین ہوتا ہے۔ پہلا ایڈیشن
نسبتہً اعلیٰ قیمت پر فروخت کیا جاتا ہے، کچھ وقفے کے بعد ایک عام پسند اور ارزان
ایڈیشن شائع کیا جاتا ہے، جس کی وجہ سے ایسے کثیر التعداد خریداروں کو خریدنے کی

باب ۱۵ قدر اجارہ

ترغیب ہوتی ہے، جن کے لیے پہلا ایڈیشن خریدنا بہت زیادہ بیش خرچ تھا حقیقت یہ ہے کہ دونوں ایڈیشنوں کے درمیان کچھ نہ کچھ ظاہری فرق ضرور ہوتا ہے، یہ کہ ایک اعلیٰ درجہ کے کاغذ پر چھاپا جاتا ہے، دوسرا گھٹیا کاغذ پر؛ ایک کی جلد نہایت عمدہ اور قیمتی ہوتی ہے، اور دوسرے کی جلد بالکل معمولی بلکہ کاغذ کی۔ لیکن ان دونوں نسخوں کے درمیان مصارف کا جو فرق ہوتا ہے، وہ بہت معمولی سا ہوتا ہے؛ اور قیمت فروخت کے فرق کی توجیہ نہیں کرتا قیمت فروخت کے مابین جو فرق ہوتا ہے، وہ زیادہ تر ناشر کی اس کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے، کہ وہ یکے بعد دیگرے اور بتدریج خریداروں کے متعدد طبقوں کو اپنا گاہک بنانا چاہتا ہے۔

206 کم و بیش یہی چیز پیٹنٹ شدہ اشیا کی صورت میں بھی بالعموم واقع ہوتی ہے ان اشیا کی پہلی قسطیں جب بازار میں پیش کی جاتی ہیں تو اعلیٰ قیمت پر فروخت کی جاتی ہیں؛ اور جب کم متمول طبقے کی کثیر جماعت کے ہاتھ ان اشیا کو فروخت کرنا مقصود ہوتا ہے، تو قیمت میں بہت تخفیف کردی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور عامل بھی ہے، جس کی جانب اشارہ کیا جاچکا ہے۔ چونکہ یہ اشیا پیٹنٹ کرائی جاتی ہیں، اس لیے یہ ضروری ہوتا ہے کہ وہ نئی ہوں؛ اس لیے کہ قانون صرف ان کے نادر یا نئے ہونے کی بنیاد پر اجارہ یا پیٹنٹ عطا کرتا ہے۔ ایسی اشیا کا بازار یقیناً اور لازمی طور سے غیر یقینی ہوگا؛ پیٹنٹ کرانے والے شخص کو بہت احتیاط کے ساتھ میدان میں قدم دھرنا پڑے گا۔ ابتداً جو قلیل مقدار بازار میں پیش کی جاتی ہے اس سے پیدائش بر پیمانہ کبیر کے فوائد نہیں حاصل ہوسکتے؛ اسی وجہ سے اگرچہ قیمت زیادہ ہوتی ہے، لیکن مصارف بھی زیادہ ہوتے ہیں۔ اگر شروع ہی سے اس کا یقین ہو کہ شے وسیع پیمانے پر فروخت کی جاسکے گی، تو ابتدا سے زیادہ محنت اور زیادہ کلیں لگاکر بڑے پیمانے پر اشیا کی کثیر مقدار تیار کی جاسکتی ہے؛ اس طرح تیار شدہ اشیا کے قلیل جزو کو اعلیٰ قیمت پر فوراً فروخت کردیا جاسکتا ہے، اور بقیہ حصے کو اس وقت تک ذخیرہ کیا جاسکتا ہے، جب تک کہ ادنیٰ قیمتوں پر طلب کو پورا کرنے کا وقت آجائے؛ لیکن اس میں خطرہ مضمر ہے۔ عام طور سے یہ ہوتا ہے کہ ابتدائی قسطیں امتحاناً تیار اور فروخت کی جاتی ہیں، اور کم مصارف کے فوائد اس وقت تک حاصل

نہیں ہوتے جب تک کہ متواتر تجربوں سے اشیا کی کثیر مقدار کو کم قیمت پر فروخت کرنے کا امکان ثابت نہ ہو۔

قیمت میں فرق و امتیاز قائم کرنے کی سیدھی سادی مثال بظاہر ٹیلیفون میں ملتی ہے۔ ٹیلیفون کا انتظام اکثر ملکوں میں اجارہ کی شکل رکھتا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ خواہ وہ سرکاری ملکیت میں ہو یا خانگی، اس کا انتظام اجارہ کے اصول پر ہونا ضروری ہے۔ یہ شے یا خدمت انتقال پذیر نوعیت نہیں رکھتی، چنانچہ اس کو دوبارہ فروخت کرنے کا امکان نہیں ہوتا۔ اور اس طرح قیمت میں تفریق و امتیاز قائم کرنے کے راستے سے ایک مزاحمت ہٹ جاتی ہے ٹیلیفون کی شرحیں عام طور سے اس اصول کی بنیاد پر مقرر کی جاتی ہیں، کہ اس کا استعمال کرنے والا کیا اور کتنی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ چنانچہ شہروں اور گنجان قصبات میں اعلیٰ شرح سے قیمت وصول کی جاتی ہے، اور منفصلات اور مضافات شہر میں ادنیٰ شرح سے۔ قیمتوں کے اختلافات کی وجہ کسی حد تک بلاشبہ مصارف کے اختلافات ہیں، لیکن قیمتوں کے اختلافات کے چند اجزا بظاہر زیادہ تر اجارہ کے حالات کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔ یہ نتیجہ لازمی طور سے قابل اعتراض نہیں ہے! ملکیت خواہ سرکاری ہو یا خانگی، یہی نتیجہ حاصل ہو سکتا ہے؛ اس کو یہاں صرف اجارہ کی قیمتوں کی عجیب و غریب خصوصیات مثالاً پیش کرنے کی غرض سے بیان کیا گیا۔

اس کی برعکس حالت اس وقت پیدا ہوتی ہے، جبکہ اجارہ دار ایسے حالات کے تحت جو حریف صناعوں کی رہبری مختلف مصارف کے مطابق مختلف شرحیں وصول کرنے کی طرف کریں، سب اشخاص سے یکساں طور سے اور مساوی قیمت وصول کرے۔ واقعہ یہ ہے کہ امریکا کے شہروں میں سڑک کی ریلوں (ٹریموے) کا جو یکساں کرایہ لیا جاتا ہے، وہ بجز اجارہ کے حالات کے قائم نہیں رکھا جا سکتا۔ رسم و رواج، کرایہ وصول کرنے کی سہولت، اور عوام کو خوش کرنے کا رجحان، یہی وہ اسباب ہیں جو یہاں اجارہ دار کے یکساں شرح وصول کرنے کے محرک ہوتے ہیں۔ لیکن اس قسم کی سب سے عجیب و غریب مثال وہ ہے، جس میں کہ حکمران جماعت، صنعتی کاروبار، بطور اجارہ انجام دیتی ہے۔ ڈاک کے خطوں پر

207

جو ٹکٹ لگائے جاتے ہیں، ان کی یکساں شرح قیمت کی توجیہ اسی طریقہ سے کی جا سکتی ہے۔ قریبی فاصلوں پر جو خطوط روانہ کئے جاتے ہیں ان پر اور خاص کر بڑے شہروں کے خطوط پر ۲/۱ ۲ سنٹ کے ٹکٹ کی شرح بہت منفعت بخش ہے۔ اگر متعدد حریف پیدا کرنے والے اس کاروبار کو انجام دیں تو ان میں سے چند ہی اس منفعت بخش کاروبار میں حصہ لیں گے اور یہاں دو سینٹ سے بدرجہا کم شرح پر ڈاک کے خطوط لانے اور لے جانے کا انتظام کریں گے۔ خانگی افراد یا مشترک سرمایہ کی انجمنیں، جو خطوط رسانی کی خدمت مضافاتی اضلاع میں، جہاں آبادی بہت کم ہو، انجام دے سکتی ہیں، مجبوراً اس سے زیادہ شرح وصول کریں گی؛ یا یہ کہ حکومت کو کثیر مالی نقصان برداشت کر کے یہ کام اپنے ہاتھ میں لینا اور انجام دینا پڑے گا۔ موجود الوقت اجارہ، حکومت کو اس قابل بناتا ہے کہ اگر ایک شعبے یا علاقے میں نقصان ہوا ہو تو اس کی تلافی دوسرے شعبے یا علاقے کے نفع سے کر لے۔ ڈاک کا انتظام بہت معتدل اور یکساں شرح سے کیا جاتا ہے؛ یا تو منافعہ کے ساتھ جیسا کہ یوروپین ممالک میں ہوتا ہے، یا غالباً ریاستہائے متحدہ امریکا کے کہ یہاں مقابلۃً خفیف سا نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس طرح انتظام کرنے کے تعلیمی اور معاشری فوائد بحیثیت ایک ایسے اجارہ کے جس میں یکساں شرحیں ہوں، اس قدر واضح اور بدیہی ہیں کہ ان پر بہت زیادہ زور دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

۵۔ مختلف خریداروں کے ہاتھ مختلف قیمتوں پر اشیا فروخت کرنے کا امکان اس واقعے کی تشریح و توجیہ کرتا ہے کہ:— مقامی بازاروں کے مقابلے میں بیرونی اور غیر ملکی بازاروں میں نسبتاً کم قیمت پر اشیا کی بھر مار کی جاتی ہے۔ اجارہ کی عدم موجودگی میں، یعنی— اس صورت میں جبکہ پیدا کرنے والے ایک دوسرے سے آزادی کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہوں، سب خریداروں کو اشیا یکساں قیمت پر دستیاب ہوں گی۔ فی الواقع پیدا کرنے والے اجتماعی حیثیت سے رسد کے ایک جزو کو کم قیمت پر اور بقیہ جزو کو اعلیٰ قیمت پر فروخت کر کے نفع حاصل کر سکتے ہیں۔ ان مقامات میں جہاں بازاری حالات اتفاقاً غیر منفعت بخش ہوں، اور جہاں مجموعی رسد منفعت بخش قیمت پر فروخت نہیں کی جا سکتی، وہاں اس قسم کی تدبیروں کو اختیار کرنے کی ترغیب ہوتی ہے، لیکن

کوئی ایک پیدا کرنیوالا دوسرے پیدا کرنے والوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اپنے نقصان کو گوارا نہ کریگا۔ وہ اس چیز کو اپنے لیے ہرگز روا نہیں رکھ سکتا کہ محض دوسرے پیدا کرنے والوں کو فائدہ پہنچانے کی غرض سے اپنی رسد کے ذخیرہ کو کلاً یا جزواً ضائع کردے۔

لیکن اگر سب مل کر باہمی سمجھوتے سے یہ طے کریں، کہ ہر شخص اپنی اپنی رسد کا ایک مقررہ جزو نقصان کے ساتھ فروخت کرے گا، اور بقیہ حصے کو اعلیٰ قیمت پر فروخت کرنے کے لیے محفوظ رکھے گا، تو پیش نظر مقصد بظاہر حل ہو سکتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہاں حسب ذیل رکاوٹ ہے۔ یہ امکان کہ وہ خوش قسمت خریدار جس کو کم قیمت پر اشیا ملیں گی، ان اشخاص کے ہاتھ اپنا مال دوبارہ فروخت کرے گا، جن سے اعلیٰ قیمت وصول کرنے کی تجویز قرار پائی تھی۔ لیکن اگر یہ خوش قسمت خریدار غیر ملکی شخص ہو اور اگر اشیا کی درآمد پر اعلیٰ محصول، ارزاں برآمد شدہ شے، کو ملکی بازار میں واپس بھیجنے میں اس کا فراحم ہو رہا ہے تو پھر رکاوٹ رفع ہو جائے گی۔ اس صورت میں ملکی بازار میں شے کی قیمت بڑھا کر قائم کی جا سکتی ہے، اور اس طریقے سے جو نفع ہو گا وہ غیر ملکیوں کے ہاتھ برآمد کردہ اشیا کی فروخت کے نقصان کو زائل کر سکتا ہے؛ خاص کر اگر وہ شے ایسی ہو جس کے لیے طلب غیر تغیر پذیر ہو، اور جس کی رسد میں ملکی بازار میں اضافہ کرنے کی صورت میں قیمت بہت گھٹ جائے۔ اگر مستحکم اجارہ کے ذریعے سے یہ کاروبار انجام دیا جائے تو ممکن ہے کہ بیرونی ممالک میں بھی اشیا نفع بخش شرح سے فروخت ہوں، اور یہ کہ ملکی بازار میں زیادہ قیمت رکھنے سے اور بھی زیادہ نفع اجارہ حاصل ہو۔

اجارہ جتنا زیادہ مکمل ہو گا، اسی قدر اشیا کو بیرونی ممالک میں ارزاں برآمد کرنے کی نوعیت میں عدم مساوات کا زیادہ قرینہ ہو گا۔ نیم اجارہ یا عارضی اجارہ کی صورتوں میں بھی کچھ اسی قسم کا واقعہ رونما ہو سکتا ہے، اگرچہ فرق و اختلاف اس سے کم نمایاں اور کم مسلسل ہوں گے۔ کسی خاص یا نئی اور غیر معمولی شے کے تیار کرنے والے یا تاجر کا کچھ مدت کے لیے نیم اجارہ کی حیثیت میں ہونا ضروری ہے۔ جہاں تک کہ وہ مقررہ شے پر قابو رکھتا ہے، اس حد تک

اس کو اس میں فائدہ معلوم ہو سکتا ہے، کہ وہ اپنی رسد کے ایک جزو کو غیر ملک میں یا کسی دور افتادہ علاقے میں فروخت کرے ؛ تاکہ اس کا ملکی بازار "خراب" نہ ہو جہاں بازار کی نگرانی کا دار و مدار صرف نیک نامی پر ہوتا ہے، یا قائم شدہ کارخانے کی قدامت و شہرت پر، وہاں وہ حد جہاں تک کہ کم قیمت پر اشیا کی برآمد کی جا سکتی ہے، ایک مستحکم اور مستقل اجارہ کے مقابلے میں بدیہی طور سے محدود ہوتی ہے۔ اس کے برعکس جہاں اکثر پیدا کرنے والے کسی عام پسند شے کی تیاری میں استقلال کے ساتھ مقابلہ کر رہے ہوں، اس شے کو بیرونی بازار میں کم قیمت پر برآمد کرنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔

۶۔ کامل اور غیر محدود اجارہ بہت شاذ واقع ہوتا ہے ؛ اسی لیے حقیقی زندگی کے مظاہر کی تشریح و توجیہ کرنے میں قیمت اجارہ کے نظریہ پر حد سے زیادہ زور نہیں دینا چاہئے۔

مالی اسباب کی بنا پر حکومت جو اجارہ حاصل کرتی ہے، اس سے غالباً پورا نفع اجارہ حاصل کرنے کا بہترین موقع دستیاب ہوتا ہے۔ خدیو مصر کو برطانوی قبضے سے بیشتر مصر میں، نمک کی تجارت پر اجارہ حاصل تھا، تو غریب اور بدقسمت رعایا سے زیادہ سے زیادہ جتنی قیمت وصول کی جا سکتی تھی بے رحمی کے ساتھ وصول کی جاتی تھی۔ لیکن مالی اجاروں میں عام طور سے اس قسم کی انتہائی قوت صرف نہیں کی جاتی۔ مہذب و ترقی یافتہ ملکوں میں اس قسم کے اجارے عام ہیں ؛ ان میں عام ٹکس کے ذریعے سے سرکاری مداخل وصول کرنے کی بجائے اجارہ کے اصول پر انتظام کرکے وصول کیے جاتے ہیں۔ چنانچہ آسٹریا، اٹلی، اور جاپان میں تمباکو اور نمک کے اجارے ؛ فرانس میں تمباکو کا اجارہ، اور روس اور سوٹزرلینڈ میں شراب کا اجارہ سرکار کو حاصل ہے۔ لیکن بہت شاذ ایسا ہوتا ہے کہ ان اجاروں میں انتہائی حد تک آمدنی کا استحصال کیا جائے۔ ایک مقررہ خالص آمدنی، جو مختلف ریاستوں کی مالی ضروریوں کے لحاظ سے مختلف ہوتی ہے، حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور رسد اور قیمتوں کی تعیین و تنظیم پر اس سے آگے زور نہیں دیا جاتا۔

209

باب ۵
قدر اجارہ

پیٹنٹ شدہ اشیا اور ایسی اشیا جن کے حقوق محفوظ کرائے گئے ہوں، کامل اجارہ کے شرائط بظاہر پورے کرتے ہیں۔ اس میں اشیا بنانے کے لیے مسابقت کرنا ہمیشہ کے لیے قانوناً ممنوع ہوتا ہے۔ لیکن اس قسم کی اشیا کا اجارہ رکھنے والے کے لیے ضروری ہے، کہ کم و بیش دستیاب ہونے والے بدلوں کے مقابلے کا بھی لحاظ کرے؛ اور اس طرح وہ مجبور ہو جاتا ہے کہ اپنی قیمتوں کو گھٹا دے، اور اپنی رسد میں اس سے بہت زیادہ اضافہ کرے جتنا کہ وہ مقابلہ نہ ہونے کی صورت میں کرتا: مثلاً —— حقوق محفوظ شدہ کتابوں کا ایسی کتابوں سے مقابلہ تو درکنار جن کے تحفظ حقوق کی مدت ختم ہو چکی ہو، ان کا اسی قسم کے حقوق محفوظ شدہ دوسری کتابوں کی مسابقت سے دوچار ہونا ضروری ہے۔ نصاب کی ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب کے اجارہ سے بہت خاصا منافع حاصل ہوتا ہے، اور بعض اوقات تو بہت ہی زیادہ۔ با ایں ہمہ اگر قیمت بہت زیادہ رکھی جائے تو ممکن ہے کہ اس کے بجائے اس سے کچھ گھٹیا درجے کی کتابیں استعمال کی جائیں۔ کسی حقوق محفوظ شدہ یا پیٹنٹ شے کو دوسری اشیا کے مقابلے میں زیادہ قیمت پر فروخت کرنے میں اس قدر فائدہ نہیں ہوتا، جتنا کہ اس کی زیادہ تعداد کو ان اشیا کی ہی قیمت پر فروخت کرنے سے۔ اس نفع میں اس وقت اور بھی زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے جبکہ پیدائش، تقلیل مصارف کے حالات کے تابع ہو۔

دوسری حالتوں میں بھی جو حقیقی یا ظاہری یا نیم اجارہ کی نوعیت رکھتی ہیں، عام طور سے رکاوٹیں ہوتی ہیں۔ اکثر نام نہاد اجاروں میں نہ صرف قانونی بنیاد کا بلکہ مستحکم صنعتی بنیاد کا بھی فقدان ہوتا ہے۔ چنانچہ اکثر 'ٹرسٹوں' کا یہی حال ہے جو 'افقی اتحاد' کے ذریعے سے قائم کئے گئے ہوں۔ ان 'ٹرسٹوں' کے لیے ضروری ہے کہ وہ حریفوں سے ہر وقت باخبر رہیں؛ لیکن ان میں سے بہت کم کامل اور غیر محدود اجارہ کی قوت سے کام لے سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں دوسری تجارتی جماعتوں کے لیے بھی (گو ان کی بنیاد بہت زیادہ مستحکم ہو) یہ ضروری ہے کہ سرکاری مداخلت یا تنظیم سے چوکس رہیں اور اس کی نوبت نہ آنے دیں کہ سرکار ان کی پابجائی کرے۔ اس کی ذیل میں نام نہاد 'خدمت عامہ' کی صنعتیں آتی ہیں، مثلاً —— ریلوے، سڑک کی ریلوے

210

باب ۱۰
ندر اجارہ

ٹیلی گراف، ٹیلیفون، اور گیس کمپنیاں۔ ان دونوں قسم کی صورتوں پر جو موجودہ زمانے کی صنعت میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں، ہم آیندہ چل کر بحث کریںگے یہاں اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ اجارہ کسی نہ کسی طریقے پر محدود و مشروط ہوتا ہے۔

سب سے آخر میں اجارہ دار کی سستی اور کاہلی کا بھی لحاظ کرنا ضروری ہے قیمت اجارہ کے نظریہ کے صحیح استدلال میں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ اجارہ دار بہت ہوشیاری کے ساتھ اور زیادہ سے زیادہ مقدار میں نفع کمائے گا۔ ممکن ہے کہ وہ ایسا کرنے کی کوشش ہی نہ کرے؛ اس لیے کہ مقابلے کی مہمیز (اور یہی وہ واحد قوت ہے جو کسی دوسری قوت سے زیادہ تجارتی اولوالعزمی اور کاروباری ذہانت کے حق میں مہیج کا کام کرتی ہے) مفقود ہوتی ہے۔ متحکم حیثیت رکھنے والے اجارہ دار کے لیے اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ وہ اتنے ہی منافع پر قناعت کرے، جتنا کہ اس کو بآسانی دستیاب ہو اور اس سے زیادہ حاصل کرنے کی سعی نہ کرے۔ فی الواقع یہ ہو سکتا ہے کہ کسی دوسرے زیادہ ہوشیار اور ذکی شخص کی نظر امکانات پر پڑے، وہ اس کاہل اجارہ دار سے مقابلہ کر کے اس کو زک دے؛ اور اس طرح زیادہ جوش و خروش اور منافع کے ساتھ کاروبار چلائے۔ اس قسم کے واقعات موجودہ زمانے کے خدمت عامہ کے اجاروں میں بالعموم ظہور پذیر ہوتے ہیں؛ خاص کر ایسے اجاروں میں جن میں منافع کے امکانات کا تعلق صنائع و فنون کی تبدیلیوں اور بڑے شہروں کی توسیع و ترقی سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ معاملہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق پیشگی اندازہ کا خطرہ برداشت کیا جا سکے۔ اجارہ کا حقیقی عمل بالعموم بہت زیادہ غیر یقینی اور بے قاعدہ ہوتا ہے۔

۷۔ اب اجارہ کی ایک شکل کے متعلق کہنا باقی رہ گیا ہے جو بالعموم منظر عام پر رونما ہوتی ہے، اور وہ 'احتکار' ہے۔ 'احتکار' کی اصطلاح کا مفہوم عام طور سے یہ نہیں لیا جاتا کہ پیدائش کے ذرائع مستقل طور سے اجارہ کی نگرانی کے تحت آجائیں بلکہ یہ کہ جتنی رقم فراہم ہو سکے، وہ فی الوقت منفرد نگرانی میں رہے۔ تخمین کا میلان اور شوق رکھنے والے اشخاص اس قسم کے کاروبار میں حصہ لینے کی کوشش کرتے ہیں: یعنی — وہ کسی شے کی کل رسد کو خرید کر اس پر قابو جما لیتے ہیں، اور اس کے بعد

اگر ممکن ہو تو، اس کو بیشتر بین منافع پر فروخت کر دیتے ہیں۔

جہاں تک بازاری قیمتوں کی معمولی رفتار کا تعلق ہے، محض عمل احتکار سے کوئی اثر مترتب نہیں ہوتا۔ اگر رسد ایک ہی مقررہ رہے، تو گاہکوں کو جس قیمت پر اشیا ملیں گی وہ اس لیے کم یا زیادہ نہ ہوگی، کہ وہ شے ایک ہی شخص کی نگرانی میں ہے۔ بایں ہمہ احتکار کرنے والا زر کما سکتا ہے؛ اور اگر وہ زر کمائے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ دوسروں کی نسبت اس نے بہت سرعت اور ہوشیاری کے ساتھ پیشتر سے یہ معلوم کر لیا کہ موسمی رسد میں قلت واقع ہوگی۔ ایسے سوداگر دان یا پیدا کرنے والوں سے جو اس کی نسبت کم ہوشیار ہوں، معتدل قیمتوں پر پوری رسد خرید کر کے، اور اس کو قیمت کے کچھ اضافہ کے ساتھ فروخت کر کے وہ معقول منافع کما سکتا ہے؛ لیکن قیمت میں اس اضافہ کا جلد یا دیر سے رونما ہونا بہر حال یقینی ہے۔ صارفوں کا نقصان کر کے منافع نہیں کمایا جاتا! سوال صرف اس قدر ہے کہ صناعوں یا درمیانی اشخاص کی کون سی جماعت اس موسم کی بازاری قیمت کا صحیح اندازہ قائم کرے گی اور اس کے مطابق نفع کمائے گی۔ یہ بات خاص طور سے ایسی اشیا کے بارے میں صادق آتی ہے جو براہ راست صرف یا استعمال کرنے کے قابل ہوں، یا اس حالت سے بہت قریب ہوں: مثلاً —— برف، جس کی رسد ایسے ممالک میں جو قدرتی (یعنی سرمائی موسم کے جمے ہوئے) برف پر بسر کرتے ہیں، موسمی ضرورتوں کے لحاظ سے قطعاً معین ہوتی ہے؛ —— یا کوئی ترکاری مثل ٹماٹروں کے، جس کی پوری فصل ڈبوں میں بند کر کے بیچنے کی غرض سے بعض اوقات احتکار کرنے والے مخموں نے خرید لی ہو۔ ان اشیا کی قیمت طلب و رسد کے عمل سے، یعنی اختتامی فروخت پذیری سے بہت زیادہ صحت کے ساتھ طے پاتی ہے، اور گاہک کے لیے یہ امر کوئی اہمیت نہیں رکھتا کہ اس کی رسد ایک شخص کے ہاتھ میں ہو یا زیادہ اشخاص کے ہاتھ میں۔

اشیائے پیدائش کی صورت میں، جیسے کہ دھات اور اشیائے خام ہیں، احتکار سے قیمتوں پر خاصا بڑا اثر پڑنا ممکن ہے۔ اور اس کے وجوہ وہی ہیں جو اوپر بیان کیے گئے۔ بشرطیکہ احتکار مکمل طور سے اور سختی کے ساتھ کیا جائے، یعنی فراہم

211

ہونے والی تمام رسد یا رسد کے تمام ممکنہ ذرائع کو موثر طریقے سے قابو میں کر لیا جائے گا، کم از کم یہ امکان ضرور ہوتا ہے کہ درمیانی اشخاص اور پیدا کرنے والے، جو ایسا کاروبار کرتے ہوں، جس میں اشیائے خام کی ضرورت ہوتی ہے، معمولی حالت کے مقابلے میں جبکہ احتکار نہ ہو، زیادہ قیمت ادا کرنے پر مجبور ہوں۔

اس سے بالکلیہ مختلف صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے، جبکہ وہ اشخاص جن کی جیبوں سے احتکار کے ذریعہ سے روپیہ وصول کرنا مقصود ہو، صارف نہیں ہوتے، بلکہ دوسرے تاجر اور تخمین ہوتے ہیں؛ اور خاص کر ایسے تخمین جو مستقبل کے وعدہ پر سامان فراہم کرنے کے متعلق خرید و فروخت انجام دیتے ہیں۔ اکثر تخمین محض مستقبل کی قیمتوں پر بازی لگاتے ہیں، اور وہ اکثر صورتوں میں غیر مکمل یا غیر صحیح معلومات کی بنا پر ایسا کرتے ہیں تخمینی احتکار کی جہت عام طور سے ایسے اشخاص ہوتے ہیں جنھوں نے مستقبل کے وعدے پر مال فروخت کیا ہو: یعنی ـــــ ایسے اشخاص جنھوں نے مستقبل کی کسی مقررہ تاریخ تک ایک مقررہ قیمت پر ایسا مال فروخت کرنے کے لیے معاہدہ کیا ہو، جو ان کے پاس نہ ہو۔ ممکن ہے کہ کوئی ہوشیار اور باہمت شخص یا ایسا شخص جو ہوشیار نہ ہو اور صرف ہمت و جرائت رکھتا ہو، یہ خیال کر کے کہ اکثر تاجروں نے مستقبل میں مال کی فراہمی کے وعدہ پر کاروبار کثیر مقدار میں کیا ہے، مجموعی رسد کو مقررہ تاریخ آنے سے پیشتر خرید کر ذخیرہ کرنے کی کوشش کرے۔ اگر وہ اس میں کامیاب ہو جائے تو اس کے بعد اپنی مرضی کے مطابق جو قیمت چاہے مقرر کر سکتا ہے؛ چنانچہ اس کی مقرر کردہ قیمت پر مال خریدنا، ان تاجروں کے لیے ضروری اور ناگزیر ہوتا ہے، اس لیے کہ انھیں اپنے گزشتہ معاہدات کی پابندی کرنی ہے۔ احتکار کرنے والے شخص کی مقرر کردہ قیمت اور اس کی قیمت خرید کا درمیانی فرق ہی احتکار کا منافع ہے۔ اس طریقے سے بظاہر عام صارف براہ راست متاثر نہیں ہوتے، بلکہ صرف دوسرے تاجر اور تخمین متاثر ہوتے ہیں۔ اس حد تک یہ کہا جا سکتا ہے کہ گویا ہیرا ہیرے کو کاٹتا ہے۔

بایں ہمہ عوام ان تخمینی احتکاروں سے بالکل بے تعلق نہیں رہتے۔ عوام کی بعض ضرورتیں ایسی ہوتی ہیں جو ملتوی نہیں ہو سکتیں، اور ان ضرورتوں کو

باب ۱۵ قدر اجارہ

پورا کرنے کے لیے مروجہ بازاری قیمت پر اشیا خریدنا ناگزیر ہوتا ہے۔ اس قسم کی خریداری ایسے اشخاص کرتے ہیں جو زیادہ خواہشمند یا زیادہ حاجتمند ہیں! جو اس شے کو بالعموم معمولی بازاری قیمت پر خریدتے اور نفع صارف حاصل کرتے ہیں۔ احتکار کے نازک اور جھڑپا جھڑپی کے زمانے میں: مثلاً — مئی کے مہینے میں، اگر ماہ مئی میں گیہوں کی فراہمی اتحوان نزاع ہو تو گیہوں مصنوعی طور سے اعلیٰ قیمت پر فروخت ہوگا۔ احتکار کرنے والا' بازار میں جتنی رسد آتی ہے، سب کی سب خرید لینے پر تلا ہوتا ہے، تاکہ اس طرح دوسرے حریفوں کو اپنے معاہدات کی تکمیل کرنے سے باز رکھے۔ ان دوسرے حریفوں پر بھی رسد کو حاصل کرنے کے لیے کچھ کم دباؤ نہیں پڑتا! . . . جب تک یہ کشمکش ختم نہ ہولے' یعنی' تاوقتیکہ احتکار اس بنا پر ٹوٹ نہ جائے کہ احتکار کرنے والا مجموعی رسد پر قابو حاصل کرنا ناممکن پاتا ہے' یا قلیل رسد رکھنے والے تاجر اپنی شکست کو تسلیم نہ کرلیں' اور اپنے حریفوں سے تصفیہ اور سمجھوتہ نہ کرلیں' اس وقت تک بازاری قیمت اعلیٰ رہیگی' اور جو لوگ اپنی حقیقی اور اصلی احتیاجوں کو پورا کرنے کی ضرورت محسوس کریں گے وہ یہی قیمت ادا کریں گے۔ جب یہ کشمکش ختم ہوجائے گی تو قیمت دفعتہً موسم کی معمولی سطح پر واپس آجائے گی یا اس سے بھی کم ہوجائے گی؛ مگر اکثر صارفوں کی حالت اس سے پہلے کی نسبت کچھ بہتر نہ ہوگی' اور بعض اوقات اس سے بہتر بھی ہونا اسی بنا پر ممکن ہے کہ بازار میں اب تک جو رسد مدت سے نہ آسکی تھی وہ بہ سرعت آنے لگے گی۔

کامیاب احتکار بہت شاذ ہی ہوتے ہیں۔ وہ اشخاص جو ایسے احتکار قائم کرنے کی عام طور سے کوشش کرتے ہیں رسد کا غلط اندازہ قائم کرتے ہیں' اور اپنے اعتبار کی حد سے زیادہ کھینچ تان کرتے ہیں۔ جب حریف مجنونوں کی مسابقت قیمت کو بڑھا دیتی ہے' تو بازار میں اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھانے کے لیے اشیا کی بھرمار شروع ہوجاتی ہے؛ اور بازار کے ہر قسم کے غیر متوقعہ کونے گوشے رسد کے اجزا کے نکاو کی جگہ بن جاتے ہیں؛ اسی کے ساتھ عام صرف کی مقدار گھٹ جاتی ہے: اور اس حد تک معمولاً دستیاب ہونے والی رسد کی زیادہ مقدار کو فروخت طلب

اجارہ

چھوڑ دیتی ہے۔ احتکار قائم کرنے کی غرض سے کثیر رقم کا ہمیشہ وسیع پیمانے پر قرضہ حاصل کرکے فراہم کرنا، اور جتنی مقدار قابو میں لائی جاچکی ہو اس کو مکفول کرنا ضروری ہے، اور اگر کوئی قرض دہندہ اپنی رقم کی فوری واپسی کا مطالبہ کر بیٹھے تو بسرعت کاروبار بگڑ جا سکتا ہے۔ جب کوئی شے، زرعی پیداواروں کے مثل موسمی پیدائش کے تابع نہ ہو، بلکہ مسلسل تیار کی جاتی ہو تو پھر احتکار قائم کرنے کی راہ میں زیادہ سخت مشکلات کا سامنا ہوتا ہے۔ ۱۸۸۷ء تا ۱۸۸۸ء میں فرانسیسی مخمنوں کی ایک مشہور جماعت نے، جس کا سرگروہ سکریٹن تھا، تانبے کا احتکار کرنے کی کوشش کی۔ معاً دنیا کے ہر حصے سے اور تمام غیر معلوم اور نیم کندیدہ معدنوں سے تانبے کی بوچھاڑ ہونے لگی اور رسد کی مقدار میں اضافہ ہوگیا۔ یہ احتکار متعدد مہینوں تک قیمت کو بڑھائے رکھ کر اور ان لوگوں کو پریشان اور زیر بار کرکے جنھیں اس زمانے میں لازماً خریداری کرنی پڑتی تھی، انجام کار تباہ کن طریقے پر ناکام رہا؛ نتیجہ یہ کہ اس کے بانی نے بالآخر خودکشی کرلی، اور ایک بڑے فرانسیسی بنک کو، جس نے اس شخص کو کثیر المقدار رقمیں بطور قرض دی تھیں، مجبوراً رقمی مطالبات کی ادائی موقوف کرنی پڑی۔

214

باب شانزدہم

مصارف مشترک اور طلب مشترک

(۱) مصارف مشترک: طلب کے اضافہ یا تخفیف کا اثر۔ مصارف کی تفریق پذیر مدوں کا اثر۔ "ذیلی پیداوار"۔ پیچیدہ صورت جس میں اجارہ اور مصارف مشترک دونوں موجود ہوتے ہیں۔ بڑے کارخانے کا اثر۔ (۲) طلب مشترک: اضافۂ طلب کا اثر سب سے زیادہ اس جزو پر پڑتا ہے جس کی رسد سب سے زیادہ محدود ہو۔ تعمیرات کے پیشوں کی محنت کی مثال۔ طلب مشترک ایسی خصوصیات پیدا کرتی ہے جو مصارف مشترک سے پیدا ہونے والی خصوصیات کے مقابلے میں کم دیرپا ہوتی ہیں۔

۱۔ اشیا بالعموم مصارف مشترک سے تیار ہوتی ہیں۔ ایک ہی عمل یا کاروبار سے جہاں کل کا ایک جزو انجام پاتا ہے وہیں دوسرا جزو بھی تیار یا حاصل ہو جاتا ہے۔ مثلاً ــــ بکری ذبح کرنے کے عمل سے بکری کا گوشت اور اون؛ گاؤکشی سے گائے کا گوشت، کھال اور سینگیں؛ تانبا، چاندی اور سونا یہ فلز رکھنے والی کچھ دھات سے حاصل ہوتا ہے؛ علیٰ ہذا پنبہ سے روئی کے ریشے اور بنولا۔ مشترک مصارف سے تیار کی ہوئی اشیا ہمارے لیے اس لیے دلچسپی رکھتی ہیں کہ وہ قیمت کے مخصوص سوالات پیش کرتی ہیں۔

پیدائش مشترک کی ایک مکمل مثال ریشۂ پنبہ اور تخم پنبہ کی ہے۔ روئی کے ریشے کو قابل فروخت بنانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس سے تخم جدا کر دیا جائے؛

پنبہ کی کاشت اور ایک سے دوسرے کو علیحدہ کرنے، اور صاف کرنے کے جملہ مصارف دونوں عملوں کے لیے ایک ساتھ عائد ہوتے ہیں۔ لیکن روئی کا ریشہ اور تخم، بازار میں فی پاونڈ کے حساب سے مختلف قیمتوں پر فروخت ہوتا ہے؛ ہر ایک پاونڈ ریشہ کے ساتھ تقریباً دو پاونڈ تخم نکلتا ہے۔ ۱۹۰۳ء تا ۱۹۰۸ء کے پنج سالہ دور کی قیمتوں پر روئی کا ریشہ دس سینٹ فی پاونڈ کے حساب سے فروخت ہوا اور تخم فی پاونڈ ۱½ سنٹ کے نرخ سے۔ واقعات سے قریب رہ کر یہ فرض کیا جا سکتا ہے کہ روئی مقابلے کے حالات کے تحت تیار کی جاتی ہے، اور یہ کہ بہت بڑی حد تک اس کے مصارف عملاً استقراری ہوتے ہیں۔ چنانچہ اگر متعدد مسلسل سالوں کی قیمتوں کے اوسط کو لیا جائے تو ریشہ اور تخم ان مصارف سے کچھ ہی زیادہ قیمت پر فروخت ہوتے ہیں جو کہ ان کی پیدائش میں عائد ہوتے ہیں؛ لیکن ان دونوں پیداواروں کے مابین مجموعی قیمت کی تقسیم کا دارومدار ان کی اضافی طلب یا ان کی اختتامی فروخت پذیری پر ہوتا ہے۔ کسی مقررہ فصل کی روئی کے ریشے کی اختتامی فروخت پذیری، اس تخم کی اختتامی فروخت پذیری کے مقابلے میں، بہت زیادہ ہوتی ہے، جو کہ اس روئی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اسی بنا پر روئی، تخم کے مقابلے میں بہت زیادہ قیمت پر فروخت ہوتی ہے۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ایک ایسی شے کی طلب کا اضافہ جو دوسری شے کے ساتھ مشترکہ طور سے تیار کی جاتی ہے، دوسری شے کی قیمت میں تخفیف کا سبب بن سکتا ہے: مثلاً — اگر روئی کی طلب میں اضافہ ہو تو اس کی قیمت بڑھ جائے گی؛ مگر اس سے تخم کی قیمت پر جس کی رسد و طلب کے حالات یکساں رہیں براہ راست اثر نہ پڑیگا۔ لیکن روئی کی قیمت کا اضافہ پیدائش کے حق میں مہیج کا کام کرے گا، اور ریشہ اور تخم کی زیادہ مقدار اب بازار میں آئے گی؛ اور چونکہ تخم کی طلب کے حالات یکساں رہینگے، اور ان میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی، اس لیے اس کی قیمت میں رسد کے اضافہ کے ساتھ تخفیف ہونا ضروری ہے۔ پیدائش میں اس وقت تک اضافہ ہوگا جب تک کہ انجام کار یہ دونوں اشیا پھر اپنے مشترکہ مصارف پیدائش کے اعتبار سے فروخت ہونے لگیں۔ لیکن چونکہ اب تخم کم قیمت پر فروخت ہو رہا ہے، ریشہ کا اس سے

کسی قدر زیادہ قیمت پر فروخت ہونا ضروری ہے۔ اور ریشے کی طلب کے اضافہ کا یقین نتیجہ اس طرح یہ ہوگا کہ ان دونوں اجزا کی پیدائش زیادہ مقدار میں ہوگی۔ اس کی وجہ سے ایک جزو زیادہ قیمت پر فروخت ہوگا اور دوسرا جزو کم قیمت پر۔ اگر ان میں سے ایک شے کی طلب میں بجائے اضافہ کے تخفیف ہو تو اس کا برعکس نتیجہ برآمد ہوگا۔

مشترکہ مصارف کی اکثر مثالوں میں صورت حالات اس قدر سیدھی سادی نہیں ہوتی جیسی کہ ابھی بیان کی گئی؛ اس لیے کہ عام طور سے ہر شے کی پیدائش میں بعض جداگانہ مصارف عائد ہوتے ہیں۔ ایسا بہت کم واقع ہوتا ہے کہ مثل روئی کے ریشے اور تخم کے دونوں اشیائے مصارف آخر تک مشترکہ طور سے عائد ہوتے رہیں۔ اس کی ایک عام مثال اون اور بکری کے گوشت کی ہے۔ گویہ دونوں اشیا زیادہ تر مشترک مصارف سے تیار ہوتی ہیں، لیکن ہر شے کی تیاری میں بعض خاص مصارف بھی انفراداً عائد ہوتے ہیں: مثلاً ـــ اون کو دھونا اور صاف کرنا ضروری ہے، بھیڑ بکری کو ذبح کر کے گوشت نکالنا اور بنانا ضروری ہے۔ گوشت اور اون میں سے ہر ایک کا کم از کم ان خاص مصارف کے اعتبار سے جو ان کے متعلق ہیں فروخت ہونا ضروری ہے؛ اس لیے اقل قیمت مقرر کی جاتی ہے۔ ان دونوں اشیا سے کس تناسب سے بقیہ مشترک مصارف وصول ہو سکیں گے اس کا دارومدار طلب کے عمل پر ہوگا، جیسا کہ روئی اور تخم کی سیدھی سادی مثال میں ہم نے دیکھ لیا۔

"ذیلی پیداوار" کی اصطلاح عام طور سے بعض ایسی اشیا کی تعریف کرنے کے لیے استعمال کی جاتی ہے جو مشترک مصارف پر تیار کی جاتی ہیں۔ جب ان میں سے ایک شے دوسری کے مقابلے میں ہمیشہ بہت کم قیمت پر فروخت کی جاتی ہے تو اس کو ذیلی پیداوار کہا جاتا ہے؛ ـــ یا جب ایک ایسی شے جو اب تک استعمال ہی نہ ہوئی تھی مگر اب اس سے کام لیا جانے لگا ہو اور اس میں بازاری قدر پیدا ہو جائے تو اس کو اسی نام سے موسوم کیا جائے گا۔ یہ دونوں اسباب اس امر کی تشریح و توجیہ کرتے ہیں کہ کیوں روئی کے تخم کو عام طور سے "ذیلی پیداوار" کہا جاتا ہے اور مشترک

۱۶/۱ مصارف مشترک اور طلب مشترک

پیداوار' کے نام سے (حالانکہ حقیقت میں یہی نام اس کے لیے زیادہ بہتر ہوگا) موسوم نہیں کیا جاتا۔ مصارف مشترک کی سب سے عجیب وغریب مثالوں میں سے ایک مثال ذبح کئے ہوئے جانور کے متعدد اعضا کے استعمال میں ملتی ہے: کھال، ہڈیاں، سینگیں، کھر، خون، اور اگر خنزیر ہو تو اس کے غار اور متعدد دوسرے اعضا۔ یہ سب کسی نہ کسی کام میں لائے جاتے ہیں، اور ان میں سے اکثر کے مصارف عموماً خاص خاص طور سے برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ چونکہ گوشت سب سے زیادہ اہم اور عام پسند پیداوار ہوتی ہے اس لیے دوسری پیداواروں کو بالعموم 'ذیلی پیداوار' کہا جاتا ہے۔

پیدائش کے طریقوں میں خاص کر علم کیمیا کے اثر کے تحت جو عظیم الشان ترقی رونما ہوئی ہے، اس کی بدولت اکثر اشیا جو پہلے بے کار سمجھ کر پھینک دی جاتی تھیں، بکار آمد ثابت ہو رہی ہیں؛ اور اس طرح مصارف مشترک کے اصول کا اطلاق روز بروز وسیع ہوتا جا رہا ہے۔ اصول کے اس پہلو کی مزید تمثیل اون سے ملتی ہے جو گوشت کے ساتھ بذریعہ مصارف مشترک پیدا کیا جاتا ہے۔ ابتداءً جب بکرے کی کھال جس میں اون ہوتا ہے نکالی جاتی ہے تو اس میں چربی لپٹی ہوئی ہوتی ہے، اور اون کو کارآمد بنانے سے قبل اس کو چربی اور دوسری آلائشوں سے پاک صاف کرنا ضروری ہے۔ یہ چربی اور آلائشیں پہلے فضلہ خیال کی جاتی تھیں، مگر موجودہ زمانے میں یہ بھی ناکارہ نہیں رہیں؛ چنانچہ ان کو صاف کرکے ان کو چرم کی دباغت اور دوسرے کاموں میں لایا جاتا ہے۔ اسی طرح تخم پنبہ سے جو خود ایک 'ذیلی پیداوار' ہے مزید پیداوار یعنی تیل برآمد کیا جاتا ہے۔ تخم پنبہ کو پیس کر جو روغن تیار کیا جاتا ہے وہ مختلف قسموں اور درجوں کا ہوتا ہے جس سے گوناگون کام لیے جاتے ہیں۔ روغن تیار کرنے کے بعد جو فضلہ یا کھلی بچ جاتی ہے اس کو بھی ضائع نہیں ہونے دیا جاتا، بلکہ مویشیوں کی غذا کے طور پر وہ کام آتی ہے۔ خام لوہے کی بھٹیوں میں پگھلے ہوئے مادے کی سطح پر جو میل جمع ہو جاتا ہے اور پہلے بھٹیوں کے قریب کثیر مقدار میں جمع پڑا رہتا تھا، اور جسے بعض اوقات پتھر کے کنکروں کی بجائے ریل کی پٹریوں کے نیچے بچھانے کے کام میں لایا جاتا تھا، حال حال سے سمنٹ کی تیاری میں خام مال کے طور پر استعمال

باب ۱۶ مصارف مشترک اور طلب مشترک

کیا جا رہا ہے۔[1] ڈامبر یا تیر، گیس اور پتھر کا کوئلہ بنانے میں ذیلی پیداوار کے طور پر حاصل ہوتا ہے، علم کیمیا کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں ایسے اجزا موجود ہیں جن سے بہت ارزاں طریق پر رنگ اور بعض اہم ادویہ بنائی جا سکتی ہیں۔ معدن زغال کے زیریں طبقات سے ایک قسم کا گاڑھا تیل پیدا ہوتا ہے؛ اس سے گزشتہ نصف صدی کے دوران میں انسان کے ذرائع میں بہت عجیب و غریب اضافہ ہوا ہے۔ اس سے متعدد دوسری پیداواریں حاصل ہوتی ہیں، جن کے مصارف کسی حد تک مشترک ہوتے ہیں؛ اور ایک حد تک خاص مصارف ہوتے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔ مٹی کا تیل (جس سے روشنی کا کام لیا جاتا ہے، نفت، گیسولین، کل پرزوں کو چکنانے کا تیل، صمغ، موم، اور مومیائی وغیرہ۔

217

بعض مشترک پیداواروں کو حاصل کرنے اور ان کو مفید بنانے کے لیے بڑے پیمانہ پر کارخانہ قائم کرنا، اور کلوں کا وسیع پیمانہ پر استعمال کرنا ناگزیر ہے: مثلاً — اون سے چربی نکالنا اور کوئلہ سے تیل برآمد کرنا وغیرہ۔ اس حد تک فنون و صنائع میں جو ترقی ہوئی ہے اس کی بدولت پیدائش بر پیمانہ کبیر کا طریق بہت ترقی کر گیا ہے، اور اس سے بہت سے پیچیدہ معاشری سوالات پیدا ہو گئے ہیں۔ پھر پیدائش بر پیمانہ کبیر کا طریق اجارہ کی سمت رہبری کر سکتا ہے، یا زیادہ تر اجارہ کی راہ میں ہوتیں پیدا کر سکتا ہے۔ اس طرح ایک اور پیچیدگی رونما ہوتی ہے؛ اور وہ یہ کہ، — محض اجارہ یا محض مصارف مشترک، قدر و قیمت پر تنہا ایسے اثرات ڈالتے ہیں جو سیدھی سادی صورتوں کے مقابلے میں بہت مختلف ہوتے ہیں۔ جب یہ دونوں متحد ہو جاتے ہیں تو ایک دوسرے پر اثر ڈالنے والے متعدد قویٰ کا لحاظ کرنا ضروری ہے؛ مثلاً — مشترک و انفرادی مصارف، اختتامی فروخت پذیری و تغیر پذیری طلب، نفع اجارہ و بہترین نفع، اور اجارہ پر ممکنہ مقابلہ، رائے عامہ، سرکاری قواعد و ضوابط اور انتظام میں تساہل کے اثرات۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کی مشہور و معروف "اسٹینڈرڈ آئل کمپنی"

[1] جرمنی میں تامس کے کیمیائی عمل اور دوسرے اساسی عملوں سے پیدا شدہ میل، فاسفورس کی رسد کا اہم ترین منبع ہے جس سے کھاد کے طور پر کام لیا جاتا ہے۔

باب ۱۶
مصارف مشترک
اور طلب مشترک

ان تمام پیچیدگیوں کی بین مثال پیش کرتی ہے۔ اس کمپنی کو متعدد اسباب کی بنا پر جن میں اہم ترین سبب پیدائش بر پیمانہ کبیر اور مشترک پیداواروں سے استفادہ ہے، ایک مدت دراز سے کم و بیش موثر اجارہ حاصل ہے، اور اس کی متعدد مشترک پیداواریں ایسی قیمتوں پر فروخت کی جاتی تھیں جن پر اثر ڈالنے والے عاملین زیادہ تر وہی ہیں (بجز انتظامی تساہل کے عامل کے) جن کو اجارہ کی بحث میں اوپر بیان کیا گیا۔

جب کبھی کسی واحد مقصد کی بجائے مختلف اغراض کے لیے اصل قائم بہت کثیر مقدار میں استعمال کیا جاتا ہے تو مصارف مشترک کے اصول کا اثر اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس کی سب سے نمایاں مثال ریلوں کے کرایہ کی تنظیم و ترتیب میں ملتی ہے۔ بایں ہمہ یہ صورت اس قدر پیچیدہ ہے کہ اس کو کسی آئندہ باب میں بحث کرنے کے لیے ملتوی کر دینا مناسب ہوگا[1]۔ جب کسی ہم جنس شے مثلاً فولادی پٹریاں یا سادہ سوتی پارچہ کو تیار کرنے کے لیے وسیع پیمانے پر کلیں استعمال کی جاتی ہیں اور بڑا کارخانہ قائم کیا جاتا ہے؛ تو واقعہ یہ ہے کہ مصارف مشترک کے عجیب و غریب اثرات یقیناً رونما نہیں ہو سکتے۔ یہ سچ ہے کہ اگر اس قسم کے ایک کارخانے یا متعدد کارخانوں کو اجارہ یا نیم اجارہ حاصل ہو تو یہ ممکن ہے کہ ایک ہم جنس شے کے مختلف اجزا کے لیے مختلف قیمتیں ہوں، مثلاً ممکن ہے کہ مال کی ارزاں برآمد کی جائے جیسا کہ فولادی پٹریوں میں ہوتا ہے[2]؛ لیکن یہ واقعہ، قدر تحت مصارف مشترک کے واقعے سے بہت مختلف ہے۔ 218

۲۔ طلب مشترک کی صورت، مصارف مشترک کی صورت سے مختلف ہے۔ اس میں جو شے طلب کی جاتی ہے وہ ایک شے نہیں ہوتی، بلکہ متعدد اشیا ہوتی ہیں: مثلاً ـــــ سکونتی مکان کی طلب در اصل ایک مکمل اور آراستہ مکان کی طلب ہوتی ہے۔ مکان کے خریدار کو اینٹ، پتھر، لکڑی، شیشوں، اور ظروف کی قیمتوں سے سروکار نہیں ہوتا؛ اس کو جس چیز کی تلاش ہوتی ہے، وہ صرف ایک

---

[1] دیکھو باب ۲۲ فصل (۳)۔
[2] دیکھو باب ۱۵ فصل ۴ اور ۵۔

ایسا مکان ہوتا ہے جس میں یہ سب متعدد اشیا شامل ہوں۔

اگر ہم یہ فرض کریں کہ کسی شہر یا قصبے میں مکانوں کی طلب بڑھ گئی ہے، اور ان کی قیمتوں میں اضافہ ہوگیا ہے تو یہ تبدیلی متعدد اجزائے ترکیبی کی قیمتوں کے اضافے سے ظاہر ہوگی۔ اگر یہ اشیا محض مکانوں کی تعمیر کے لیے استعمال کی جائیں اور اگر وہ یکساں و مقررہ حالات کے تحت (یعنی یہ کہ سب کی رسد مساوی طور سے محدود ہو، یا یہ کہ سب کی رسد یکساں طور سے بڑھائی جاسکتی ہو) بازار میں لائی جائیں تو ایک شے کے مقابلے میں دوسری کسی شے کی قیمت میں زیادہ اضافہ ہونے کی توقع کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوگی لیکن اس کا قرینہ ہے کہ متعدد اجزائے ترکیبی کی رسد کے حالات، طلب کے حالات کے مثل مختلف ہوں۔ ممکن ہے کہ بعض اشیا قریبی اطلاع پر غیر محدود مقدار میں بہ آسانی دستیاب ہو جائیں، اور بعض کی رسد عارضی طور سے یا مستقلاً محدود ہو۔ جس حد تک کہ کوئی جزو کسی مقررہ مقصد کے لیے تنہا کام میں لایا جاتا ہے، اور اس کی رسد محدود ہوتی ہے، اس حد تک اس کا قرینہ ہے کہ مشترک پیداوار کی طلب کے تغیرات سے یہ جزو خاص طور سے متاثر ہو۔ جن اجزائے ترکیبی سے دوسرے کام بھی لیے جاسکتے ہوں، اور اسی بنا پر وہ بازار میں متفرق اغراض کے لیے بغرض فروخت پیش کئے جائیں، ان کی قیمت بڑھنے پر ان کو مشترک پیداوار تیار کرنے میں زیادہ استعمال کیا جائے گا؛ اس صورت میں رسد کا اضافہ قیمت کے اضافہ کو ایک حد تک روکے گا۔ اگر کسی جزو کی رسد غیر محدود ہو اور اس کی رسد میں استقراری مصارف کے ساتھ بآسانی اضافہ کیا جاسکتا ہو تو اس کی قیمت میں کبھی اضافہ ہی نہ ہوگا۔ طلب کے جدید اضافہ کا جواب رسد کی طرف سے مستعدی کے ساتھ ملے گا، اور اس طلب کا اثر خالصاً دوسرے اجزائے ترکیبی کی حد تک ظاہر ہوگا۔ اور اگر بجز ایک جزو کے سب اجزائے ترکیبی بڑی مقدار میں آسانی کیساتھ حاصل کئے جاسکیں، اور اس طرح اضافہ طلب کی تکمیل رسد کی طرف سے سرعت کے ساتھ ہو تو وہ مستثنیٰ جزو اضافہ قیمت کا پورا فائدہ اٹھائے گا۔

مکانوں کی تعمیر میں مختلف قسم کے مزدوروں اور اسی کے ساتھ مختلف قسم کی اشیا کی ضرورت طلب مشترک کے عمل کی تشریح کرتی ہے۔ مکانوں اور تجارتی

۶۱۱
مصارف رسد مشترک اور طلب مشترک

کوٹھیوں کی طلب کے معنی ہر قسم کے مزدوروں کی طلب کے ہیں؛ جس میں غیر ماہر مزدور، معمار، راج، نجار، برقی کاریگر، شیشے اور رنگ کا کام کرنے والے (اور اگر امریکا کے شہروں میں سربفلک عمارتیں تعمیر کی جائیں تو) آہنگر، سب شامل ہیں۔ ان میں سے بعض پیشے اس قدر عام ہیں کہ کسی مقام پر کسی خاص قسم کی محنت کے لیے طلب میں اضافہ ہو تو رسد معقول تعداد میں مہیا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ معمولی وستی محنت مثلاً کدالی اور کھرپے کے سادہ کام کے بارے میں یہ بات بدیہی طور سے صادق آتی ہے؛ اگر ایک مقام پر اس کی رسد دستیاب نہ ہو سکے تو دوسرے مقام سے وہ بآسانی حاصل کی جا سکتی ہے۔ بھدا اور گھٹیا قسم کا کام کرنے والے نجاروں کی رسد کا بھی بعینہٖ یہی حال ہے۔ لیکن اعلیٰ درجے کے ماہر مزدوروں اور ان پیشوں کی حالت اس سے مختلف ہے، جن تک رسائی حاصل کرنے میں مزدور سبھاؤں کے قواعد کی پابندی کرنی پڑتی ہے۔ اس صورت میں مزدوروں کی رسد میں اضافہ کرنا بہت دشوار ہوتا ہے۔ چنانچہ اگر مکانات کثرت سے تعمیر ہونے لگیں تو اس کا اثر یہ ہو سکتا ہے کہ اس قسم کے مزدوروں کی اجرت بڑھ جائے، اور اسی کے ساتھ دوسرے مزدوروں کی حد تک مقابلتہً بہت کم تبدیلی رونما ہو۔ امریکا کے شہروں میں اور خاص کر نیویارک میں اس قسم کا نتیجہ موجودہ زمانے میں اکثر نمودار ہوا ہے۔ شہری آبادی کے سریع اضافہ اور اسی کے ساتھ فن تعمیر کی عظیم الشان ترقی کی بدولت موجودہ زمانے میں متعدد منزلہ سکونتی اور کاروباری عمارتیں حیرت انگیز سرگرمی کے ساتھ تیار ہو رہی ہیں، اور قدیم الوضع مکانوں کے بجائے جدید اسلوب پر نئے مکان بن رہے ہیں۔ بعض قسم کے مزدور، مثلاً ــــ رنگ اور شیشہ کا کام کرنے والے، خشت کار یا راج، برقی کار پرداز اور آہنگر، جن کی رسد میں دوسرے مقامات یا دوسرے پیشوں سے لے کر بآسانی اضافہ نہیں کیا جا سکتا، ان کی طلب بہت شدید ہے۔ یہ مزدور دوسروں کے مقابلے میں مشترک پیداوار کے لیے طلب بہت زیادہ محسوس کر رہے ہیں، اور انھیں غیر معمولی طور سے زیادہ اجرت مل رہی ہے۔ ان کی اجرتوں کو غیر معمولی طور سے بڑھانے میں مزدور سبھاؤں کے قواعد متعلق بہ تحدید و تنظیم رسد کا کچھ کم اہم حصہ نہیں رہا ہے۔

عام طور سے رسد مشترک کا جو مستقل اثر قدر پر پڑتا ہے ویسا طلب مشترک کا نہیں پڑتا۔ قدر پر اثر ڈالنے میں انجام کار رسد کے حالات بہت اہم حصہ لیتے ہیں۔

باب ۱۲ مصارف مشترک اور طلب مشترک

220

گو یہ صحیح ہے، جیسا کہ تغیر مصارف اور قیمت اجارہ کی صورتوں میں سب سے نمایاں طریقے سے ظاہر ہوتا ہے، کہ طلب و رسد کا باہمی عمل دواماً جاری رہتا ہے، لیکن اکثر اشیا پر رسد کی قوتوں کا اثر بہت زیادہ پڑتا ہے۔ اس صورت میں جبکہ طلب مشترک کے اضافہ کا اثر، کسی ایک شے یا کسی ایک قسم کی محنت پر، بہت زیادہ قوت کے ساتھ اس بنا پر پڑے، کہ وہ شے یا وہ محنت ایسا جزو واقع ہوئی ہے، جس کی رسد میں بہت کم سہولت کے ساتھ اضافہ کیا جا سکتا ہے، تو اس شے یا اس محنت کی رسد میں بار بار اضافہ کا قرینہ ہوتا ہے۔ اور قدر میں بھی اس طرح کی تبدیلی واقع ہوگی جیسی کہ اس صورت میں واقع ہوتی جبکہ طلب مشترک نہ ہوتی بلکہ صرف اسی ایک شے کے لیے تنہا ہوتی۔ اگر خشت کی طلب بڑھ جائے تو اس کی رسد بھی بڑھ جائے گی؛ اور مکانوں کی طلب کا اضافہ، گو ممکن ہے کہ عارضی طور سے خشت کی قیمت کو بڑھا دے، خشت کی قیمت میں مستقلاً اضافہ نہیں کرے گا۔ لیکن مصارف مشترک کی صورت میں حالت اس سے مختلف ہوگی؛ چنانچہ روئی کے ریشے کی طلب کا اضافہ ممکن ہے کہ تخم پنبہ کی قیمت کی تخفیف میں مستقل طور سے اثر انداز ہو۔ اضافۂ طلب کا اثر فی الفور طلب مشترک کے بارے میں بالعموم زیادہ ہوتا ہے، لیکن انجام کار رسد مشترک کے بارے میں بالعموم زیادہ ہوتا ہے۔

تعلیقات حصۂ دُوم

نظریۂ قدر کے بارے میں مطالعہ کے لائق سب سے پہلی اور قابل قدر کتاب اے۔ مارشل کی تصنیف موسوم بہ "اصول معاشیات" (چھٹا ایڈیشن شائع شدہ ۱۹۱۰ء) ہے، جس کا حصۂ سوم، چہارم و پنجم خاص طور سے قابل مطالعہ ہے۔ ایک قابل تعریف اور عام فہم تمہیدی خاکہ ٹی۔ این۔ کارور کی کتاب موسوم بہ "تقسیم دولت" باب ۱ میں ملتا ہے؛ آئی فشر کی کتاب موسوم بہ "اساسی اصول معاشیات" باب ۵ تا باب ۱۲ میں اس موضوع پر قابل تحسین اور جامع بیان ہے۔ افادے کے عمل کے بارے میں دیکھو پی۔ ایچ۔ وکسٹیڈ کی کتاب موسوم بہ "عام فہم معاشیات" شائع شدہ ۱۹۱۰ء؛ حصۂ اول کا باب ۱ اور حصہ دوم کا باب ۳ مارشل کی "بحث نفع صارف" کا قابل قدر ضمیمہ یا لاحقہ ہے۔ نیز دیکھو ایم۔ پنٹالیونی کی کتاب موسوم بہ "خالص معاشیات" (انگریزی ترجمہ شائع شدہ ۱۸۹۸ء) حصہ دوم۔

تخمین کے بارے میں دیکھو ایچ۔ سی۔ امیری کی کتاب موسوم بہ "ریاستہائے متحدہ امریکا کے تمسکات اور پیداوار کے صرافوں میں تخمین" شائع شدہ ۱۸۹۶ء۔

نام نہاد آسٹروی نظریۂ قدر، جس میں "قدر" کو متعین کرنے والا عامل بہت شد و مد کے ساتھ "افادہ" قرار دیا گیا ہے، ایف۔ وینزر نے اپنی کتاب موسوم بہ "قدرتی قدر" (انگریزی ترجمہ شائع شدہ ۱۸۹۳ء) میں مکمل طور سے پیش کیا ہے۔ اس سے زیادہ جامع بیان بیوہم باورگ کی کتاب موسوم بہ "ایجابی نظریہ قدر" (انگریزی ترجمہ شائع شدہ ۱۸۹۱ء) حصۂ سوم و چہارم میں موجود ہے۔

حصۂ سوم

زر اور مبادلہ کا نظام

223

باب ہفدہم

قیمتی فلزات سکہ

(٭)

(۱) قیمتی فلزات، آلہ مبادلہ کے اساسی اجزائے ترکیبی ہیں۔ (۲) کن خواص و اوصاف کی بنا پر ان کا انتخاب بطور "زر" استعمال کے لیے کیا گیا: آب و تاب، جلد خراب نہ ہونا، دیرپا ہونا، محدود رسد۔ ان کی قدر اور ان کے استعمال بطور زر کا دار و مدار اب بڑی حد تک رسم و رواج پر ہے۔ (۳) ٹکسال، حکومت کا فریضہ ہے؛ آزاد سکہ سازی؛ فلز اور سکہ باہم قابل مبادلہ ہیں۔ سونے کی ٹکسالی قیمت۔ (۴) زر کی افراط کا نفع پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

۱۔ ہم بیان کر چکے ہیں کہ تقسیم عمل میں زر کیا حصہ لیتا ہے[1] — زر ایک واسطہ یا آلہ ہے جس کے ذریعے سے مبادلات طے پاتے ہیں، اور جس سے تقسیم عمل کے نتائج رونما ہوتے ہیں۔ زر ایک ایسا ذریعہ یا آلہ بھی ہے جس سے اشیا کی اضافی قیمتیں ظاہر کی جاتی ہیں۔ کسی مقررہ وقت میں کسی شے کی قیمت اس شے کی قدر کا پیمانہ ہو گی۔ مثلاً اگر لوہا بحساب فی سینٹ ایک پونڈ فروخت ہو، اور تانبا بحساب دس سینٹ ایک پونڈ فروخت ہو، تو ان دونوں دھاتوں کی اضافی قدر ۱ : ۱۰ ہو گی۔ اگر تانبے کی قیمت بڑھ کر ۲۰ سنٹ ہو جائے اور لوہے کی قیمت وہی رہے جو پہلے تھی تو ان کی اضافی قدر ۱ : ۲۰،

---

[1] دیکھو باب ۸۔

باب ۱
قیمتی فلزات
سکے

ہو جائے گی۔ لیکن اگر لوہا دو سنٹ کے حساب سے فروخت ہوا اور تانبا بیس سینٹ کے حساب سے، تو ان کی اضافی قدر حسب حال ۱ : ۱۰ رہیگی ـــ گویا جو کچھ واقع ہوا وہ صرف اسی قدر ہے کہ ان کی قدر سینٹوں کے مقابلے میں نسبتہً بڑھ گئی، دونوں اشیا کی قیمتوں میں اضافہ واقع ہوا ہے، جس کے معنی یہ ہیں، کہ زر کی قوتِ خرید گھٹ گئی ہے؛ بالفاظ دیگر زر کی قدر گھٹ گئی ہے۔ اس طرح زر اگرچہ کسی ایک مقررہ وقت میں ایک صحیح پیمانہ کا کام دیتا ہے، مختلف اوقات کے لیے لازمی طور سے صحیح پیمانہ نہیں ہو سکتا۔ سب سے مشکل اور پیچیدہ زر کے سوالات وہ ہیں جو خود زر کی قدر وقیمت کے تغیرات سے یعنی قیمتوں کی عام سطح کے تغیرات کے متعلق ہیں۔

ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ ہر شئے جس کی مانگ عام ہو، آلہ مبادلہ کا مقصد پورا کر سکتی ہے، اور ایسی اشیا میں اہم ترین سونا اور چاندی ہیں۔ قدیم ترین زمانے سے جس کا حال تاریخ سے معلوم ہو سکا ہے یہی فلزات آلہ مبادلہ کے اساسی اجزائے ترکیبی کے طور پر استعمال ہوتے چلے آرہے ہیں۔ گزشتہ صدی میں ان فلزات کی جگہ بڑی حد تک کاغذی بدلوں نے لے لی ہے، اور اس عمل سے زر کے حالات پر بہت گہرا اثر پڑا ہے۔ لیکن موجودہ زمانے کے ترقی یافتہ ملکوں میں، نہ صرف اب بھی بڑی حد تک، قیمتی دھاتوں کا استعمال ہو رہا ہے، بلکہ یہ توقع بیجا نہیں کہ آیندہ بھی ایک مدت دراز تک یہ استعمال کی جاتی رہیں گی۔ زر کے سوالات کی بحث کے آغاز کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ ان سوالات پر اس طرح سے نظر ڈالی جائے کہ گویا صرف قیمتی فلزات ہی آلہ مبادلہ کا واحد جزو ترکیبی ہیں: چنانچہ ہم بھی ایسا ہی کریں گے اور اس کے بعد مختلف پیچیدہ شرائط و مستثنیات پر جو زر کاغذی اور اعتباری دستاویزات کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں، بحث کریں گے۔

۲۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو اس واقعہ کا بڑا اور اہم سبب، کہ سونا اور چاندی جیسے فلز کیوں زر کے طور پر استعمال ہونے لگے، یہ تھا، کہ یہ فلزات آرائش اور زیور پہننے کی خواہش کو پورا کرتے تھے۔ انسانوں میں ایسی اشیا کی طلب، جن سے نمائش، خود نمائی اور امتیاز کے جذبات کی تکمیل ہوتی ہے، ہمیشہ سے بہت شدید اور قوی رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی ایسی شے جس کی مانگ اس قدر قوی اور شدید ہو وہ آلہ مبادلہ کے فرائض بحسن وخوبی انجام دے سکتی ہے، اسی وجہ سے، مویشی، غلہ،

باب ۱۷
نیمتی فلزات
سکہ

نمک، تمباکو، پوستین، وغیرہ سینکڑوں قسم کی اشیا آلۂ مبادلہ کا کام انجام دیتی رہی ہیں۔ تمدن و تہذیب کے ابتدائی دور میں سونے اور چاندی کی چمک دمک اور آب و تاب کی وجہ سے ہی ان فلزات کی قدر و قیمت بہت بڑھ گئی تھی خاص کر ایسی حالت میں جبکہ اس مقصد کو پورا کرنے کے دوسرے طریقے نامعلوم تھے۔ کھلونے کی چمک دمک ہی قیمتی فلزات کے بطور آلۂ مبادلہ استعمال ہونے کی بنیاد تھی؛ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ کانچ کے بنے ہوئے منکے اور زر دوزی کے کپڑے مبادلہ اشیا کی غرض سے جو بیندہ سیاحوں کے کام آتے ہیں جو ایسے علاقوں میں (اگرچہ ایسے مقامات آج کل بہت کم رہ گئے ہیں) جا گھستے ہیں جہاں وحشی قومیں آباد ہیں اور مہذب انسان کے متمدن طریقوں سے نا آشنا ہیں۔

دوسرے خواص نے بھی سونے اور چاندی کو زر کے قابل دھات بنانے میں نمایاں حصہ لیا ہے۔ سونا اور چاندی سریع الزوال اور جلد گلنے سڑنے والے نہیں ہیں، انھیں زنگ بھی نہیں لگتا، ان کی چمک دمک مدت دراز تک قائم رہتی ہے؛ اور اہم ترین بات یہ، کہ ان کی اتنی کافی مقدار موجود ہے کہ ان سے زر کی ضرورتیں اچھی طرح پوری ہوتی ہیں، اور پھر بھی انکی اتنی افراط نہیں ہے کہ وہ بے قیمت ہو جائیں۔ کوئی ایسی دھات، جس کی مقدار اچھی خاصی محدود اور کمیاب ہو، زر کی ضرورت پوری کرنے کے لیے منتخب ہوسکتی تھی: چنانچہ روما کی ابتدائی تاریخ میں لوہا بطور زر استعمال کیا جاتا تھا؛ بعد کے زمانے میں تانبا بہت بڑی حد تک استعمال کیا جاتا تھا؛ بلکہ اب بھی استعمال کیا جاتا ہے، اگرچہ صرف ایسے حالات کے تحت جن سے اس کی اہمیت بہت کم ہوگئی ہے۔ مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ لوہا اور تانبا دونوں معدنوں سے اس قدر کثیر مقدار میں دریافت اور برآمد کیے گئے کہ ان کی قلت و ندرت سے ان کی کوئی خاص قیمت نہیں آتی۔ مگر سونا اور چاندی مقابلۃً کم مقدار میں برآمد ہوئے ہیں۔ اگرچہ یہ فلزات عام طور سے دستیاب ہوتے ہیں اور ان کی بہت وسیع طریقے سے تقسیم ہوئی ہے (غالباً سونا سب سے زیادہ تقسیم ہوا ہے)، لیکن وہ کثیر مقدار میں بہت کم دستیاب ہوتے ہیں، یا ایسے حالات کے تحت بہت کم ملتے ہیں کہ معمولی اخراجات سے کثیر مقدار دستیاب ہوسکے۔ یہ سچ ہے کہ اعلیٰ درجہ کے

225

باب ۱۷
قیمتی فلزات
سکہ

پیداوار معدن بہت کثرت سے دریافت ہوئے ہیں، اور خود ہمارے زمانے میں بھی نئی نئی کانیں برابر دریافت ہوتی جا رہی ہیں۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں ان کی مقدار میں جو تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں ان میں سے بعض کی بنا پر قیمتوں پر اور ان دونوں فلزات کے استعمال کے طریقوں پر بہت اہم اور دور رس اثرات پڑے؛ نیز بعض تبدیلیوں کی بنا پر یہ سوال اکثر اٹھایا گیا ہے کہ آیا سونا، یا چاندی، یا دونوں فلزات کی مقدار اتنی کثیر نہیں ہو جائے گی اور اس کی بنا پر وہ اتنے ارزاں نہ ہو جائیں گے کہ ان سے بطور زر کام لینا ترک کر دینا پڑے گا، اور وہ زر کے فعل کو پورا کرنے کے لیے موزوں نہ رہیں گے؟ بایں ہمہ، بحیثیت مجموعی، ان فلزات کی قلت اور اعلیٰ قیمت بدستور اور علیٰ حالہٖ قائم ہے۔ اگرچہ موجودہ زمانے میں گزشتہ صدیوں کے مقابلے میں ان کی بہت کثیر مقدار ہر سال پیدا ہوتی ہے، پھر بھی سالانہ پیداوار لوہے، تانبے، ٹن، سیسے اور جست کی پیداوار کے مقابلے میں بہت کم اور حقیر ہے[1]۔

سونے اور چاندی کا مسلسل استعمال بطور زر بہت بڑی حد تک رسم و رواج پر منحصر ہے، نہ کہ محض ان فلزات کی خوبصورتی اور قلت کے اوصاف پر۔ ایک مرتبہ

---

[1] سنہ ۱۹۱۰ء میں مشہور دھاتوں کی مجموعی پیداوار تمام دنیا میں حسب ذیل ہوئی:۔

(۱) لوہا	۱۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ٹن
(۲) سیسہ	۸۶۰،۰۰۰ "
(۳) تانبا	۴۸۶،۰۰۰ "
(۴) جست	۴۴۱،۰۰۰ "
(۵) ٹن	۸۵،۰۰۰ "
(۶) الومنیم	۶،۸۰۰ "
(۷) نکل	۶،۵۰۰ "
(۸) چاندی	۵،۷۶۵ "
(۹) سونا	۳۸۸ "

باب ۱۴
ضمنی نظریات۔
سکہ

زر کے فلز کے طور پر ان کی حیثیت قائم ہو جانے کے بعد انھوں نے اپنی یہ حیثیت بڑی حد تک رسم و رواج کی قوت کے ذریعے برقرار رکھی۔ کوئی شے جو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں سرعت کے ساتھ منتقل ہو سکے اور گردش کر سکے وہ محض اپنی قبولیت کی بنا پر قدر و قیمت حاصل کر لیتی ہے۔ رسم و رواج اور عادت کے قوی اثر کی مثال امریکا کے قدیم باشندوں، ریڈ انڈینوں، کے ویم پم[1] سے ملتی ہے۔ ابتداءً سیپ یا کوڑیوں کی مالا یا ہار کی خواہش محض اس بنا پر کی جاتی تھی کہ وہ زیورات کے طور پر پسند کئے جاتے تھے، لیکن مرور زمانہ کے ساتھ وہ ان کے آرائشی اوصاف کے خیال کے بغیر اس قوم میں اور ابتدائی آباد کاروں میں بطور آلۂ مبادلہ قبول و استعمال ہونے لگے۔ افریقہ کی

226

بعض وحشی قوموں میں چھوٹی چھوٹی کلہاڑیاں (جنھیں Bikei کہتے ہیں) آلۂ مبادلہ کا کام دیتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ وہ اس زمانے کے رسم و رواج کی باقی یادگار ہیں جبکہ کلہاڑیوں سے اصل غرض و غایت پوری ہوتی تھی، اور وہ قبولیت عام کا اساسی وصف رکھتی تھیں[2]۔ کاغذی زر بھی اسی رجحان کی مثال بہم پہنچاتا ہے۔ اس کے رواج کے ابتدائی زمانے میں اس کو عند الطلب قیمتی دھاتوں سے فی الحقیقت قابل مبادلہ قرار دینا پڑا؛ بصورت دیگر مطالبات کی ادائی میں اس کو قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ لیکن جب لوگ ایک مرتبہ اس کے عادی ہو گئے اور آزادی کے ساتھ اس کا لین دین ہوتے دیکھنے کے خوگر ہو گئے تو اس کا رواج بطور زر بڑھتا اور عام ہوتا گیا اور اس کے مبادلے کے لیے فلزاتی زر مہیا کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہی[3]۔ فلزاتی زر کو کئی صدیوں سے جو مستحکم حیثیت حاصل ہے وہی حیثیت کاغذی زر کو موجودہ زمانے میں بہت ہی قلیل مدت میں حاصل ہو گئی ہے۔ محض اس بنا پر کہ ساری دنیا اس کو بطور زر قبول کرتی ہے، وہ زر کا کام انجام دینے کے لیے خاص طور سے موزوں ہے۔

اس کے علاوہ، یہ واقعہ، کہ فلزات اس قدر عام طریقہ سے زر کی ضرورت

---

[1]۔ (Wampum) صدف یا کوڑیوں کی مالا جو بطور زیور استعمال کی جاتی ہے۔

[2]۔ دیکھو مس میری کنگسلے کی کتاب موسوم بہ "سیاحت مغربی افریقہ"، صفحہ ۳۲۰۔

[3]۔ دیکھو باب ۳، فصل (۱)۔

باب ۱۷ قیمتی فلزات سکہ

پوری کرتے ہیں، ان کی قدر و قیمت کو برقرار رکھتا ہے، اور معاشرتی امتیاز و خصوصیت کا افادہ ان میں پیدا کرتا ہے۔ زر کے ماسوا جن دوسرے اغراض کے لیے سونا اور چاندی استعمال کیے جاتے ہیں ان کی اہمیت بہت گھٹ گئی ہے۔ یہ کام پیتل اور دوسری متعدد نقلی دھاتوں کے بنے ہوئے سامان سے اتنی ہی خوبی کے ساتھ پورے ہو جاتے ہیں۔ ملمع کیے ہوئے سامان اور خالص چاندی کے بنے ہوئے سامان کے افادوں کے مابین بہت کم مادی فرق ہے۔ ایک سب سے بڑا افادہ جو خالص قیمتی فلز رکھتا ہے ہیرے کے افادے کے مثل ہے — یعنی وہ نمائش اور امتیاز کی خواہش کو پورا کرتا ہے۔ یہ واقعہ کہ سونا اور چاندی بطور زر استعمال کیے جاتے ہیں ان کی قدر و قیمت کو برقرار رکھتا ہے؛ یہ واقعہ کہ وہ قابل قدر و قیمت ہیں ان میں نمائش اور امتیاز کا افادہ پیدا کرتا ہے؛ اور اس افادہ کی بنا پر پھر ان دھاتوں میں زر کی ضرورت اور زر کے ماسوا دوسری ضرورتوں کے لیے قدر و قیمت کو برقرار رکھتا ہے۔

۴۔ سکہ کیا ہے؟ محض دھات کے ٹکڑے ہیں جن پر سرکار ان کے سکہ ہونے کی تصدیق کے طور پر اپنی مہر ثبت کرتی ہے۔ سب سکے یکساں شکل و شباہت کے مضروب کیے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے قیمتوں کا حساب کرنے میں بہت سہولت پیدا ہو گئی ہے۔ یہ واقعہ، کہ فلزاتی زر کو مساوی اور یکساں ذیلی حصوں یا ٹکڑوں میں منقسم کیا جا سکتا ہے، ان خصوصیتوں میں سے ایک خصوصیت ہے جو کہ ان فلزات کو زر کی ضرورت پوری کرنے کی غرض سے کام میں لانے کے لیے موزوں بناتی ہے۔ اگرچہ واقعہ یہ ہے کہ یہ ایسی خصوصیت ہے جو نہ صرف سونے چاندی اور تانبے اور نکل میں پائی جاتی ہے، بلکہ دوسری دھاتوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

سکوں کو مضروب کرنے کا کام تقریباً ہمیشہ سے حکومت کی جانب سے عمل میں آتا رہا ہے۔ چنانچہ سب ترقی یافتہ ملکوں میں اب بھی بلا استثنا اسی طرح عمل ہوتا ہے۔ بظاہر اس کام کو خانگی اشخاص بھی انجام دے سکتے ہیں؛ اور زر استعمال کرنے والوں کو اس کا موقع دیا جا سکتا ہے کہ وہ ان ٹکڑوں کی خوبی اور وزن کو اپنے طور پر اسی طرح جانچ لیں جس طرح وہ اپنے زیر استعمال چھچوں اور کانٹوں کی

227

باب ۱۷
نیمتی ظروف۔ سکہ

خوبی کو جانچ سکتے ہیں۔ چنانچہ چین میں موجودہ زمانے تک بھی چاندی کا استعمال بطور آلہ مبادلہ اسی طریقہ سے کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر ہر شخص کو اس بات کی جانچ اور اس امر کا اطمینان بطور خود کرنا پڑے، کہ آیا ایک مقررہ سکہ میاری وزن کا ہے یا نہیں، یا اس میں چاندی کی معیاری مقدار ہے یا نہیں، تو سکوں کو بطور آلہ مبادلہ رائج کرنے کا فائدہ بڑی حد تک مفقود ہو جائے گا۔ چنانچہ حکومتیں ٹکسال کے اجارہ کا حق اپنے لیے محفوظ رکھتی ہیں، اور خانگی اشخاص کا سکے ڈھالنا جرم قرار دے کر سزا دیتی ہیں۔ تاریخی اعتبار سے، ٹکسال کا اجارہ سرکاری ہونے کی ایک قوی وجہ یہ تھی، کہ بادشاہ اور روساء سکہ سازی کے عمل سے بالعموم ناجائز اور غیر متدین طریق پر منافع حاصل کرنا چاہتے تھے، اور سکوں کو عمداً مغشوش کرتے تھے[1]۔ بایں ہمہ موجودہ زمانے میں اجارہ اس وجہ سے قائم رکھا جاتا ہے کہ صرف اسی کے ذریعہ سے مضروب سکوں میں یکسانیت کا یقین ہو سکتا ہے۔ سکے اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ اگر ان کا کوئی گوشہ یا کنارہ کھرچا یا تراش لیا جائے تو فوراً پتا چل جاتا ہے۔ چنانچہ سکے کے دونوں جانب نقش و نگار بنائے جاتے ہیں، اور کنارے کٹے ہوئے ہوتے ہیں یا حروف بنا دئے جاتے ہیں۔ اگر سکے محض دھات کے سیدھے سادے گول چپٹے ٹکڑے ہوتے تو ان کا کوئی گوشہ یا جزو بآسانی تراش یا کھرچ لیا جا سکتا تھا، اور کسی کو اس کا پتا نہیں چل سکتا تھا۔ چنانچہ قدیم زمانے میں جبکہ سکہ سازی کا فن مکمل نہ ہوا تھا سکوں کی دھات عام طور پر سے کھرچ لیے جانے کی وجہ سے ان کا وزن کم ہو جایا کرتا تھا۔ مگر موجودہ زمانے میں جدید کلوں کے ذریعہ سے اس قدر صفائی کے ساتھ سکے ڈھالے جاتے ہیں کہ اس قسم کی پریشانیاں اب قطعاً اٹھانی نہیں پڑتیں۔

پھر سکے خالص دھات کے نہیں بنائے جاتے۔ اگر خالص سونے یا خالص چاندی کے سکے کھوٹ کے بغیر ڈھالے جائیں تو وہ بہت نرم اور سریع الزوال ہونگے

[1] اس قسم کی جدید مثال کے لیے دیکھو سلیٹن کی کتاب موسوم بہ Fire and Sword in the Sudan صفحہ ۴۸۱ تا ۴۸۳۔

باب ۱۷ قیمتی فلزات سکہ

اور تھوڑے سے استعمال میں گھس گھس کر ان کا وزن کم ہو جائے گا۔ چنانچہ گھٹیا دھات، بالعموم تانبے کا کچھ جزو ان میں شریک کر دیا جاتا ہے، اور اس آمیزش سے سکے میں مطلوبہ سختی اور مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے۔ اکثر ملکوں میں، سونے اور چاندی کے سکے $\frac{9}{10}$ حصے خالص دھات کے ہوتے ہیں؛ اور بقیہ حصہ دوسری دھاتوں کی آمیزش ہوتی ہے: مثلاً، اگر سکوں کا وزن ۱۰۰۰ اکائیاں ہو تو ان میں خالص چاندی یا سونے کی مقدار ۹۰۰ اکائیاں ہوگی۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں سکے کے مجموعی وزن میں خالص دھات کا یہی تناسب ہے۔ برطانیہ کے سونے کے سکے میں بحساب فی ہزار اکائی خالص سونا $\frac{۲}{۳}$ ۹۱۶ اکائیاں ہوتا ہے؛ گویا یہاں خالص دھات کے مقابلے میں کھوٹ کا تناسب ۱ : ۱۰ نہیں ہے۔ بلکہ ۱ : ۱۲ ہے۔ 228

فی الحال، ہم صرف عمومی مثال پر غور کریں گے، اور اس میں سکہ سازی آزادانہ طریق پر ہوتی ہے۔ یعنی، ہر قابض فلز (فلز) کو ٹکسال میں پیش کر سکتا ہے اور خواہ اس کی مقدار کتنی ہی ہو اس کو سکوں سے مبدل کرا سکتا ہے۔ سکہ مضروب کرنے کے مصارف موجودہ زمانے کے ترقی یافتہ ملکوں میں بالعموم سرکار برداشت کرتی ہے۔ اگر سرکار مصارف برداشت کرے تو سکہ سازی کو نہ صرف آزاد بلکہ مفت بھی کہا جائے گا۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ غیر مسکوک دھات پیش کرنے والے شخص نے ٹکسال میں جتنی مقدار پیش کی ہو، اس سے کچھ کم وزن کی دھات اس کو واپس ملے۔ یہ خفیف سا جزو یا دونوں مقداروں کا فرق جو ٹکسال اپنے پاس رکھ لیتا ہے، سکہ سازی کے کل یا جزوی مصارف پورے کرنے کا معاوضہ ہے۔ اس منہائی یا فرق کو اجرت تشکیک (Seigniorage)[1] کہتے ہیں۔ جہاں اجرت تشکیک وصول کی جاتی ہے، وہاں سکے کی قدر مبادلہ (قیمت) اس حد تک غیر مسکوک دھات (جو بغرض تشکیک پیش کی جاتی ہے) کی قدر سے زیادہ ہو سکتی ہے۔ بایں ہم

---

[1] یہ لفظ Seigneur (جاگیردار) کا مشتق ہے۔ قدیم جاگیری دور میں بادشاہ یا (Feudal seigneur) (جاگیردار) سکہ سازی کا کامل اجارہ رکھتا تھا۔

باب ۱- قیمتی فلزات سکے

اکثر ممالک کی ٹکسالوں میں جو شخص جتنی مقدار سونے کی پیش کرتا ہے، اس کو ٹھیک اتنی ہی مقدار سکوں کی شکل میں واپس کی جاتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مقدار بعض اوقات فوراً واپس نہیں کی جاتی؛ تشکیل کے لیے جتنی مدت درکار ہوتی ہے اتنی ہی دیر سے سکے تیار ہو کر ملتے ہیں۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں غیر مسکوک دھات ٹکسال میں داخل کرنے اور وہاں سے مضروب سکے واپس ملنے کی مدت بالعموم چھ ہفتے ہوتی ہے۔ اس تاخیر کے سبب سے ممکن ہے کہ غیر مسکوک دھات کی قدر مضروب سکے کے مقابلے میں کچھ کم ہو، خواہ آزادانہ طور سے، بغیر اجرت تشکیل ہی کے، سکے کیوں نہ ڈھالے جائیں۔ اس لیے کہ اس انتظار اور تاخیر کے زمانے میں سود کا نقصان ہوتا ہے۔ غیر مسکوک سونے اور طلائی سکوں کے باہمی فرق کے یہ اسباب — خواہ وہ اجرت تشکیل ہو یا سکہ ڈھالنے کی تاخیر — اب بظاہر کوئی قابل لحاظ اہمیت نہیں رکھتے۔

موجودہ زمانے میں ٹکسالوں میں صرف غیر مسکوک فلزات ہی بغیر اجرت کے، یا معمولی اجرت پر سکوں کی شکل میں تبدیل نہیں کئے جاتے، بلکہ طلائی سکے بھی فوراً غیر مسکوک طلائی شکل میں تبدیل کر دیے جاتے ہیں، خواہ سکوں کو خانگی طور پر پگھلا کر یا ٹکسالوں میں پگھلا کر جہاں اس کا انتظام کیا جاتا ہے کہ سکے کے معاوضے میں فلز مقررہ شرحوں کے لحاظ سے دیا جائے۔ چاندی، تانبا اور نکل کی حد تک صورت حالات اس سے بہت مختلف ہے، اس لیے کہ اول تو ان کے سکے آزادانہ طور سے نہیں ڈھالے جاتے، اور نہ دوسرے یہ کہ ان سے جو سوالات پیدا ہوتے ہیں وہ خاص انھی کی حد تک محدود ہوتے ہیں۔ جہاں تک سونے کا تعلق ہے وہاں تک واقعات سے معتد بہ اختلافات کے بغیر، یہ کہا جا سکتا ہے کہ غیر مسکوک سونا اور سونے کے سکے دونوں ایک دوسرے سے قابل مبادلہ ہیں۔

229 وہ شرح جس پر کہ غیر مسکوک طلا کے معاوضے میں سکہ دیا جاتا ہے، سونے کی ٹکسالی قیمت، ہوتی ہے۔ انگلستان میں معیاری سونے کی ٹکسالی قیمت فی اونس ۳ پونڈ ۱۷ شلنگ $\frac{1}{2}$ ۱۰ پنس ہے؛ ہر اونس سونے کے ساورن اسی شرح سے ڈھالے جاتے ہیں۔ فرانس میں خالص سونے کی ٹکسالی قیمت فی کیلوگرام ۴۳۴۴ ۷٫۴ فرانک ہے؛

باب ۱۷ قیمتی نظریات سکہ

جرمنی میں ۲۷۹۰ مارک فی کیلو گرام ہے؛ گویا ان اعداد سے یہ بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ ایک کیلو گرام سونے میں کتنے سکے ڈھالے جاتے ہیں۔ چونکہ غیر مسکوک طلا کے معاوضے میں طلائی سکے کی جو مقدار دی جاتی ہے اس میں کبھی تغیر و تبدل نہیں ہوتا (اس وقت تک جب تک کہ سکے کے متعلق قوانین و ضوابط میں کوئی تبدیلی نہ ہو) اسی لیے لوگ عام طور سے سونے کی قیمت کو غیر تغیر پذیر خیال کرتے ہیں۔ چونکہ عوام ہر قسم کے مبادلات اور ہر قسم کی قدر کا تصور قیمت کے حوالے سے کرنے کے عادی ہیں اس لیے وہ سونے کی قدر کا تصور بھی غیر مسکوک سونے کی قیمت (ٹکسالی قیمت) کے حوالے سے کرتے ہیں۔ لیکن یہ ظاہر ہے کہ غیر مسکوک طلا اور طلائی سکوں دونوں کی قوتِ خرید اس سے بالکل جداگانہ معاملہ ہے۔ سونے کی قدر کا دارو مدار اشیا کی قیمتوں کی عام سطح پر ہے، یا یہ کہ سونے کی قدر ہی قیمتوں کی عام سطح ہے؛ اور یہ سطح کسی طرح تغیر و تبدل سے آزاد نہیں ہے۔

ریاستہائے متحدہ میں 'سونے کی ٹکسالی قیمت' کی اصطلاح عام طور سے استعمال نہیں ہوتی، اس لیے کہ یہاں سکہ سازی کے آئین و قوانین سے اس امر کی تعیین نہیں ہوتی کہ سونے کی ایک مقررہ مقدار (مثلاً ایک اونس) سے کتنے ڈالر ڈھالے جائیں، بلکہ یہ کہ ایک ڈالر میں کتنا سونا ہونا چاہیے۔ ایک ڈالر میں قانوناً ۲۳۶۲۲ گرین خالص سونا ہونا ضروری ہے۔ موجودہ زمانے میں ایک ڈالر کے سکے جاری نہیں کئے جاتے؛ اس لیے کہ وہ اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں کہ کاروبار میں ان سے سہولت پیدا ہونے کی بجائے دقتیں پیدا ہوتی ہیں؛ پانچ ڈالری سکہ اس کے پانچ گونہ سونے کے وزن کا ڈھالا جاتا ہے، اور دس ڈالری سکہ دس گونہ سونے کے وزن کا ڈھالا جاتا ہے۔ سونے کی ٹکسالی قیمت (اگر یہ اصطلاح یہاں کے سکے کے نظام کے حوالے سے استعمال کی جائے تو) فی اونس ۲۰٫۶۷ ڈالر ہوگی۔

۴۔ اس ابتدائی باب کو ختم کرنے سے پیشتر، یہ بیان کرنا کہ انسانی خوشحالی پر جو عامل اثر انداز ہوتے ہیں ان میں زر اور آلۂ مبادلہ کا کیا رتبہ ہے، ناموزوں نہ ہوگا۔

ہر شخص اپنی اشیا اور خدمات کو زر کے معاوضے میں فروخت کرتا ہے، اور

کم یا زیادہ زر جو اس کے پاس ہو اس کے تناسب سے دوسروں کی اشیا یا خدمات پر دسترس حاصل کرتا ہے۔ یہ فرض کرنا قدرتی ہوگا کہ فرد واحد کی خوشحالی میں جو چیز اضافہ کر سکتی ہے وہی پوری جماعت یا قوم کی خوشحالی میں بھی اضافہ کرتی ہے۔ بایں ہم لمحہ بھر غور کرنے سے یہ بات واضح ہو جائے گی، کہ اس صورت میں بھی اکثر صورتوں کے شل، یہ نتیجہ عام اور یقینی نہیں ہے۔ اگر سب اشخاص اپنی اپنی اشیا زیادہ زر کے معاوضے میں فروخت کریں، تو اس سے کسی کو بھی فائدہ نہ ہوگا۔ فرد واحد زیادہ زر پا کر صرف اس صورت میں فائدہ حاصل کرتا ہے جبکہ دوسروں کو زیادہ زر نہ ملے، یعنی، جبکہ وہ دوسروں سے پہلے کی طرح کم قیمت پر اشیا خرید سکے۔ اگر سب اشیا کی قیمتیں اور سب آمدنیاں بشکل زر زیادہ ہوں تو اس سے کسی کو بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ زر ایک واسطہ یا ذریعہ ہے جس کی وساطت سے ہر شخص زندگی کی ضرورت اور آرام کی چیزیں مہیا کرتا ہے؛ یا اس سے زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے، کہ زر ایک آلہ ہے جس کی وساطت سے ہر شخص اپنی ان تمام اشیا کا جنھیں وہ تیار کرتا یا جن کا وہ مالک ہے، ان متعدد اشیا سے جنھیں خریدنے کی وہ خواہش رکھتا ہے، مبادلہ کرتا ہے۔ زر کی جتنی زیادہ مقدار موجود ہوگی اتنی ہی زیادہ زر کی مقدار مبادلہ کے ہر عمل میں استعمال ہوگی؛ لیکن خوشحالی کا دار و مدار ان اشیا کی کثرت پر ہوتا ہے جن کا مبادلہ کیا گیا ہو نہ کہ زر کی اس مقدار پر جو اس مبادلہ کو انجام دینے کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔

یہ اس قدر بدیہی امر واقعہ ہے کہ ثبوت کے لیے محض یہی بیان کافی ہے۔ بایں ہمہ اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ معمولی تعلیم پائے ہوئے اشخاص، جو معاشی مظاہر کے صرف ایک رخ کو دیکھتے ہیں، یہ خیال کرتے ہیں کہ سونے یا چاندی یا ان کے کاغذی بدلوں کی کثرت ہی دنیا کی خوشحالی میں اضافہ کرنے کے لیے واحد ضروری شے ہے۔ اکثر تعلیم یافتہ اور ذہین اشخاص، جو اس خیال کو اس کی انتہائی بھدی شکل میں تسلیم کرنے سے منکر ہیں، اس کے کسی نہ کسی پہلو کو کنایۃً صحیح مانتے ہیں۔ چنانچہ بین الاقوامی تجارت کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک اکثر اشخاص یہ خیال کرتے ہیں کہ تجارت خارجہ کی ایسی حالت جس سے ملک میں زر کی درآمد ہو خوشحالی کی جانب رہبری کرتی ہے۔ اور ایسی

230

باب ۱۷ قیمتی فلزات سکہ

حالت جس سے ملک کے باہر زر چلا جائے افلاس اور مفلوک الحالی کی جانب رہبری کرتی ہے۔ واقعہ تو یہ ہے کہ اس قسم کے سب خیالات بالکل بے بنیاد اور خلاف واقعہ ہیں۔ بین الاقوامی تجارت کے دوران میں ملک میں زر کی درآمد یا ملک سے زر کی برآمد معمولی بات ہے۔ جہاں اس کو اہمیت حاصل ہے وہاں رسد زر کا محض اضافہ یا تخفیف ان واقعات کے سلسلے کا پہلا قدم ہے جو کسی ملک کی خوشحالی پر اثر ڈال سکتے ہیں[1]۔ جب کوئی شخص یہ کہے کہ کسی ملک میں (یا کسی شہر یا قریہ میں) زر درآمد کرانے والی شے اس ملک کے حق میں مفید ہے تو یہ سمجھو کہ وہ شخص اصول معاشیات کے ابجد سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہے۔ ان اصول میں سے ایک سادہ ترین اصول یہ ہے کہ زر اساسی طور سے ایک آلہ ہے جو تقسیم عمل کو اپنا نتیجہ اور مقصد آسانی کے ساتھ پورا کرنے میں مدد دیتا ہے، اور یہ کہ بعض باریکیوں کے قطع نظر جن پر آئندہ باب میں بحث کی جائے گی، اس امر کا نفس معاملہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا کہ زر کی رسد کثیر ہے یا قلیل۔

231

گو مقدار زر اور نتیجۃً مبادلے کے ہر عمل میں زر کی زیادہ یا کم مقدار کا استعمال غیر اہم چیزیں ہیں، لیکن مبادلات میں زر کا عام استعمال کسی طرح غیر اہم نہیں ہے۔ وہ نہ صرف تقسیم عمل میں سہولتیں پیدا کرنے کی حد تک بدیہی اثر ڈالتا ہے اور اس طرح پیدائش کے عمل سے پیداوار کو ترقی دیتا ہے، بلکہ اس کے بعید تر اثرات بھی ہیں جو اس سے کچھ کم اہم نہیں ہیں۔ اس کے بغیر نہ تو تاجر اور سوداگر پیمانۂ کبیر پر کاروبار کر سکتے ہیں اور نہ صناع۔ پیدائش بر پیمانۂ کبیر کے سب شعبے مع اس کے دور رس معاشری نتائج کے، ایک اعلیٰ درجہ کے ترقی یافتہ نظام زر پر منحصر ہیں؛ زر کا نظام، اصلداری اور اصلدارانہ اولوالعزمی کا جزو لاینفک ہے۔ یہی تمام قرضوں کے لین دین، تمام قسموں کے مشاغل اصل، اجرائے تمسکات اور ہر قسم کے مالی کاروبار کی تہ میں مضمر ہے۔ اس سے نہ صرف نفسیاتی اثرات پیدا ہوتے ہیں، بلکہ بدیہی معاشی اثرات بھی۔ زر کا نظام، اجتماع و تملیک اصل کی جبلت کا عام مقصد پورا کرتا ہے، اور ایک ایسا

---

[1] دیکھو بین الاقوامی تجارت کی بحث خاص کر باب ۳۲ اور باب ۳۶ میں۔

باب ۱۷
قیمتی فلزات
سکہ

ماحول پیدا کر دیتا ہے جس میں ہر شخص زر کے لیے ساعی ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے لیے ان اغراض کو بھلا دیتا ہے جو ملکیت زر سر انجام دیتی ہے۔ ہر چیز زر کی روشنی میں دیکھی جاتی ہے، ہر قسم کی جد و جہد کا فوری مقصد زر پیدا کرنا ہے؛ اور ہر قسم کی کارکردگی اور ہر قسم کی پیداوار کی پیمائش بحوالۂ زر کی جاتی ہے۔ اگرچہ زر اساسی سبب نہیں ہے جو دولت اور آمدنی کی غیر مساویانہ تقسیم کے سوالات کی تہ میں مضمر ہو، لیکن بایں ہمہ وہ ان سوالات کے (ان کی مخصوص موجودہ شکل میں) پیدا ہونے کی ایک شرط ضرور ہے: یعنی، معاشری جماعتوں کا امتیاز آمدنی پر منحصر ہے جو زر میں شمار کی جاتی ہے، اور مقابلۃً بہت قلیل التعداد افراد اصل دار ہیں۔ گو ایک نقطۂ نظر سے زر، پیدائش اور تقسیم دولت کے نظام کا سب سے کم ضروری جزو ہے، دوسرے نقطۂ نظر سے وہی ایک اساسی جزو ہے: چنانچہ اس کی موجودگی کے بغیر موجودہ زمانے کے مخصوص سوالات کا تصور ہی نہیں قائم کیا جا سکتا۔

باب ہجدہم

زر کی مقدار اور قیمتیں

(۱) زر کی قدر اس کی مقدار کے معکوس ہوتی ہے۔ (۲) اس اصول کے مستثنیات و شرائط، زر اور اشیا کا بہاو یا سرعت گردش۔ (۳) قیمتی دھاتوں کا استعمال زر کے علاوہ صنعتوں میں، قیمتوں کے اضافے اور تخفیف کا اثر، صنعتی طلب کی تبدیلیاں۔ (۴) مغربی ممالک کی رسد زر سے الگ ہو کر فلز کی مشرق کی طرف نقل پذیری۔ (۵) رسد زر کا اضافہ معمولاً عوام کے طریق استعمال پر اثر نہیں ڈالتا، لیکن مبادلۂ اشیا کے نظام کی یا بجائے نظام زر سے ہو رہی ہو (جیسا کہ سولھویں صدی میں ہوا تھا) تو اثر ڈال سکتا ہے۔ (۶) اس باب کے نتائج، اگرچہ سادہ، مشروط و عارضی ہیں، زیادہ پیچیدہ حالات کے بارے میں بھی صادق آتے ہیں۔

۱۔ قدر زر کو متعین کرنے والا سبب کیا ہے؟ یا بالفاظ دیگر، قیمتوں کی عام سطح کا تعین کون کرتا ہے؟ قدر زر بدیہی طور سے اس وقت اعلیٰ ہوتی ہے جبکہ قیمتوں کی عام سطح ادنیٰ ہو؛ اس لیے کہ اس صورت میں زر کی ایک مقررہ مقدار دوسری اشیا کی زیادہ مقدار خرید سکے گی۔ علیٰ ہذا قدر زر اس وقت ادنیٰ ہوتی ہے جب کہ قیمتوں کی عام سطح اعلیٰ ہو؛ اس لیے کہ اس صورت میں زر کی ایک مقررہ مقدار دوسری اشیا کی کم مقدار خرید سکے گی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ قدر زر کے اضافہ یا تخفیف اور قیمتوں کی کمی یا بیشی کا باعث کیا ہے؟

باب ۱۸ زر کی مقدار اور قیمتیں

اس سوال کا جواب دینے کے لیے پہلی منزل مقدار زر اور قدر زر کے باہمی تعلق کا سمجھنا ہے۔ دونوں کا اساسی تعلق بہت سیدھا سادہ ہے۔ اگر مقدار زر مضاعف کر دی جائے تو قیمتیں بھی، بشرطیکہ دوسرے سب حالات مساوی ہوں، پہلے کے مقابلے میں دگنی ہو جائیں گی، اور قدر زر نصف ہو جائے گی۔ علیٰ ہذا اگر مقدار زر نصف کر دی جائے تو، دوسرے سب حالات یکساں ہونے کی صورت میں، قیمتیں پہلے کی نسبت نصف ہو جائیں گی اور قدر زر مضاعف ہو جائے گی۔ یہ امر کہ اضافۂ مقدار قدر کو گھٹا دیتا ہے ایک ایسا اصول ہے جو کل اشیا کے بارے میں صادق آتا ہے۔ زر کے متعلق خاص اصول یہ ہے کہ اس کی قدر، اس کی مقدار کے ٹھیک تناسب سے متغیر ہوتی ہے۔ اس قسم کا دائمی رابطہ یا تعلق کسی دوسری شے کے بارے میں صادق نہیں آتا: مثلاً اگر گیہوں کی مقدار دگنی کر دی جائے تو اس کی قدر میں ٹھیک بقدر نصف تخفیف نہ ہوگی، بلکہ پہلے کی نسبت غالباً نصف سے زائد کمی ہو جائے گی۔ شکر کی مقدار بڑھا کر دگنی کر دو، تو غالباً اس کی قدر گھٹ کر کبھی نصف تک نہ پہنچے گی۔ گیہوں اور شکر دونوں کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک نتیجہ کا انحصار طلب کی لچکداری یا تغیر پذیری پر ہوتا ہے۔ لیکن زر کی حد تک طلب کی تغیر پذیری کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، اور پیش بیانی اور پیشگی تخمینے میں بھی اس قسم کی مشکلات رونما نہیں ہوتیں۔ چنانچہ سادہ ترین حالات کے تحت قدر زر اس کی مقدار کے بالکل معکوس ہوتی ہے۔

233

اس چیز کو "نظریۂ مقدار زر" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اس نظریہ پر ایک مدت دراز سے سرگرم بحث ہوتی آ رہی ہے۔ اس کو تسلیم کرنے سے شد و مد کے ساتھ انکار کر دیا گیا ہے، اور بالعموم اس کو غلط طریقے پر بیان کیا گیا ہے۔ صحیح طریقے پر بیان کیا جائے تو وہ واقعات کے مطابق ہوتا ہے، لیکن یہ ضروری ہے کہ اس کو صحیح طریقے سے بیان کیا جائے اور سمجھا جائے۔ سابقہ پیراگراف میں اساسی حقیقت کی توضیح کرنے کی غرض سے اس نظریہ کو نہایت واضح اور صاف طریقہ پر بیان کر دیا گیا۔ لیکن قاری کی نظر "دوسرے حالات مساوی ہونے کی صورت میں" اور "سادہ ترین حالات میں" کے فقروں پر پڑی ہوگی؛ تو واقعہ یہ ہے کہ حقیقی زندگی

باب ۱
زر کی مقدار اور قیمتیں

خاص کر موجودہ زمانے کے، پیچیدہ مظاہر کے مطابق بے محابا بیان پیش کرنے سے قبل باریک بینی کے ساتھ اس بیان کو مشروط کرنے اور اس میں مستثنیات کو ملحوظ رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ آخری بات اس وقت تک نہیں کہی جا سکتی جب تک کہ مضامین کے طویل سلسلے پر بحث نہ کر لی جائے[1]۔ سردست ان لازمی بنیادوں پر جن پر یہ اصول قائم ہے، اور بعض سادہ ترین شرائط و مستثنیات پر غور کرنا کافی ہوگا۔

یہ لازمی بنیادیں زر کی طلب کی نوعیت میں پائی جاتی ہیں[2]۔ لوگ بالعموم یہ کہتے ہیں کہ زر کی طلب غیر محدود ہے۔ یہ کہنے کا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ ہر شخص یہ خواہش رکھتا ہے کہ جس قدر زر اس کے قابو اور قبضے میں آ سکے وہ حاصل ہو جائے۔ لیکن وہ قابو پانے اور قبضہ حاصل کرنے کی خواہش زر کو مقصد سمجھ کر نہیں کرتا بلکہ حصول مقصد کا ذریعہ سمجھ کر کرتا ہے۔ اس لیے کہ زر کو کوئی کھا پی سکتا تو نہیں، اور نہ اس سے براہ راست تمتع حاصل کر سکتا ہے۔ زر محض دوسری اشیا کو حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے، اس کو حاصل کرنے کی محض اس وجہ سے خواہش کی جاتی ہے کہ اس کو صرف یا خرچ کیا جائے۔ ہم بخیل آدمی کی مثال کو نظر انداز کر سکتے ہیں، جو زر کو زر کی خاطر جمع کرتا اور زر ہی سے محبت رکھتا ہے؛ اور اسی طرح اندوختوں کی دوسری حکمتہ صورتوں کو بھی نظر انداز کر سکتے ہیں

234

[1] دیکھو باب ۱۴۔ جلد ۱۔

[2] یہاں طلب کا مفہوم وہ نہیں ہے جو کہ باب ۱ فصل (۱) میں لیا گیا ہے، بلکہ اس سے مختلف ہے۔ طلب زر کے معنی، جیسا کہ اس کو یہاں استعمال کیا گیا ہے ہر قسم کی اشیا کی وہ مقداریں ہیں جو بغرض فروخت پیش کیے جانے پر زر کے معاوضے میں دی جاتی ہیں۔ لیکن عام طور سے جب کسی خاص شے اور اس کی طلب کا ذکر کیا جاتا ہے تو علمائے معاشیات "طلب" کا مطلب" اس شے کی مقدار لیتے ہیں جو مطلوب ہو، نہ کہ دوسری شے (یعنی زر) کی مقدار جو خاص شے کے معاوضے میں پیش کی جاتی ہے۔ چنانچہ "مقدار مطلوبہ" کے اسی مفہوم کے لحاظ سے ہم کسی شے کی "طلب کا منحنی" کھینچتے ہیں۔ لیکن جہاں تک زر کا تعلق ہے وہاں تک ہم طلب کا مفہوم و مطلب دوسرا اور سیدھا سادہ لیتے ہیں: یعنی وہ شے جو زر کے مبادلے میں پیش کی جائے۔

باب ۱۸ زر کی مقدار اور قیمتیں

باقی تمام زر، خواہ کوئی شخص اس کی کثیر مقدار پر قابو یا قبضہ رکھتا ہو یا قلیل مقدار پر، جلد یا دیر سے خرچ ہوتا ہے۔ زر کی طلب، یعنی وہ شے جو اس کے مبادلے میں پیش کی جائے، قابل فروخت اشیا پر مشتمل ہوتی ہے۔ لیکن قابل فروخت اشیا سب کی سب قابل مبادلہ ہوتی ہیں۔ زر کی طلب کسی مقررہ قوم میں کسی مقررہ وقت میں دائمی یا استقراری ہوتی ہے، وہ تغیر کے تابع اس بنا پر نہیں ہوتی کہ قیمتوں کی سطح ادنیٰ یا اعلیٰ ہے۔ خواہ، اشیا اعلیٰ قیمت پر فروخت ہوں یا ادنیٰ قیمت پر، ہر حالت میں وہ سب فروخت ہوں گی اور زر کے مبادلے میں پیش کی جائیں گی۔ اسی وجہ سے جب زر کی مقدار دگنی ہو تو اس زر کے معاوضے میں اشیا کی وہی مقررہ مقدار پیش کی جائے گی اور قیمتیں پہلے کے مقابلے میں دوگنی ہو جائیں گی۔

دوسرے الفاظ میں اس فقرے کو استعمال کرتے ہوئے جو پہلے بیان ہو چکا ہے[1] زر کی طلب کی تغیر پذیری، وحدت یا اکائی ہے۔ اس لحاظ سے زر کی حیثیت عدیم النظیر ہے۔ اکثر دوسری اشیا کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک طلب بعض صورتوں میں تغیر پذیر بعض صورتوں میں غیر تغیر پذیر ہوتی ہے، لیکن بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ کسی شے کی طلب اس قدر متوازن ہو کہ اس پر وہی مقررہ رقم ہمیشہ خرچ کی جائے۔ زر کی حالت اس اعتبار سے مخصوص ہے کہ اشیا کی مجموعی مقدار جو بازار میں پیش کی جاتی ہے (اور انھی پر زر کی طلب مشتمل ہوتی ہے) قدر زر سے متاثر نہیں ہوتی۔ مجموعہ ہمیشہ اشیا کی اس کل تعداد پر مشتمل ہوتا ہے جس کا مبادلہ کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ مجموعی مقدار میں فی الواقع تغیر ہو؛ یعنی زائد اشیا تیار کی جائیں، اور اس کے نتیجے کے طور پر زیادہ اشیا زر کے مبادلے میں پیش کی جائیں؛ لیکن زائد اشیا اس وجہ سے نہیں تیار اور پیش کی جاتیں کہ قدر زر ادنیٰ ہے بیرونی اسباب، مثل دوسری صورتوں کے، اس صورت میں بھی ایک نیا عامل پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن آبادی مقررہ ہونے، اس آبادی کے یکساں پیداوار تیار کرنے، اور خرید و فروخت کے وہی طریقے قائم رہنے کی صورت میں (اور یہی وہ چیزیں ہیں جن کو "دوسرے سب حالات مساوی رہنے کی صورت" کہا گیا تھا) زر کی طلب ہمیشہ یکساں و استقراری ہوتی

[1] دیکھو باب ۱۰ فصل (۲)

باب ۸: زر کی تعداد اور قیمتیں

ہے۔

طلب کی یہ خصوصیت کوئی اتفاقی واقعہ یا حادثہ نہیں ہے، بلکہ زر کی نوعیت اور اس کے اشغال کا نتیجہ ہے۔ روئی یا سیب کی طلب کی تغیر پذیری اتفاقیہ طور پر اکائی ہو سکتی ہے۔ ان اشیا کی قیمتوں کے تغیرات کے بارے میں تحقیقات کرنے سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ درحقیقت صورت حال کم و بیش ایسی ہی ہے، کم از کم رسد اور قیمتوں کے بعض حدود کے اندر ایسا ہی پایا گیا۔ لیکن کوئی شخص پیشتر سے اس کے متعلق پیش گوئی نہیں کر سکتا۔ اس کے برعکس زر کی مجرد نوعیت اور اس کے اشغال و افعال کا لحاظ کرتے ہوئے یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ اس کی طلب کی نوعیت لازماً یہ مخصوص صورت رکھتی ہے۔ لیکن جب قیمتی فلزات، زر کے سوا دوسری ضرورتوں کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں تو یہ نتیجہ ان پر اس وقت صادق نہیں آسکتا۔ اگر یہ ثابت ہو کہ چاندی کے ظروف یا پلاٹینم کے زیورات کی طلب کسی مقررہ وقت میں اسی مقررہ اصول کی تابع ہے تو ہمیں دلچسپی ہوگی لیکن تعجب بھی ہوگا؛ باقی اس قسم کے مظاہر کی توقع کرنے کے لیے کوئی ایسی وجہ نہیں ہے۔ لیکن زر کی حد تک ہمیں کوئی حیرت نہیں ہو سکتی! نتیجہ وہی ہوتا ہے جس کی لازمی طور سے توقع کی جا سکتی ہے۔

۲۔ اب ہم اس اساسی اصول کی تفصیلات، تشریحات اور مستثنیات پر بحث کریں گے۔ اولاً یہ کہ ہمیں اشیا کی مجموعی تعداد یا مبادلہ شدہ کل تعداد کی بحث نہ کرنی چاہئے؛ بلکہ صرف اس تعداد کا ذکر کرنا چاہئے جس کا مبادلہ زر کی وساطت سے کیا گیا ہو۔ بعض اشیا، تیار کرنے والوں کے صرف میں آتی ہیں، اور مبادلے کے دائرہ میں داخل ہی نہیں ہونے پاتیں۔ چنانچہ زرعی پیداوار اسی زمرے میں شمار ہو سکتی ہے، جو طبقہ اس کو تیار کرتا ہے وہی اس کو صرف کرتا ہے۔ ایسی اشیا بظاہر زر کی طلب پر کسی وقت مشتمل نہیں ہوتیں؛ لیکن تقسیم عمل کی روز افزوں پیچیدگی اور ترقی کے ساتھ ساتھ اس طرح استعمال کی جانے والی اشیا کا تناسب بتدریج کم ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ موجودہ زمانے میں ریاستہائے متحدہ امریکا جیسے ملک کے بارے میں یہ کہنا حقیقت سے زیادہ دور نہیں ہے کہ جتنی اشیا تیار کی جاتی ہیں، ان سب کا مبادلہ کیا جاتا ہے۔

باب ۱: زر کی مقدار اور قیمتیں

علیٰ ہذا یہ کہنا بھی بعید از حقیقت نہیں ہے کہ اشیا کا مبادلہ کلیتہً زر کی وساطت سے عمل میں آتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ، کہ سب اشیا جن کا مبادلہ کیا جاتا ہے زر کے معاوضے میں اور اس کی وساطت سے فروخت کی جاتی ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اشیا کا مبادلہ اشیا سے ممکن ہے: مثلاً ممکن ہے کہ کاشتکار انڈے یا غلہ، قصبے کی دکان پر فروخت کرے اور بجائے اس کے کہ ان کی قیمت بہ شکل زر نقد حاصل کرے اس کا صرف اندراج ساہوکار کے کھاتہ میں کر دیا جائے۔ اس کے بعد وہ ان اشیا کو خرید سکتا ہے جو اس کے واجب الوصول رقوم کے مقابل میں درج کی جاتی ہیں۔ اس صورت میں کاروبار، اگرچہ زر کے حوالے سے ہوا، لیکن لازمی طور سے مبادلۂ اشیا بالاشیا کی ایک شکل ہے۔ اس قسم کے کاروبار کی مقدار ریاستہائے متحدہ میں غالباً کچھ کم نہیں ہے؛ تاہم مختلف کاروبار کی مجموعی مقدار کے مقابلے میں حقیر ہے۔ مبادلۂ اشیا بالاشیا (جیسا کہ اس کو کہا جاسکتا ہے) کا طریق، اپنی ذاتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے پیدائش کرنے کے طریق کے مقابلے میں بہت زیادہ مفقود ہوگیا ہے؛ جو کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے وہ اصل استدلال میں کسی سنجیدہ ترمیم کی طرف رہبری نہیں کرتا۔

مذکورۂ بالا مستثنیات و شرائط سے بہت زیادہ اہم وہ مستثنیات ہیں جو ان مبادلات سے متعلق ہیں جن میں اشیا زر کی وساطت سے فروخت ہوتی ہیں۔ اس سے قبل کے بیانات کا مطلب بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب اشیا کا ایک ہی معاملہ یا کاروبار میں سب زر کے ساتھ مبادلہ ہو جاتا ہے، لیکن بدیہی طور سے واقعاً ایسا نہیں ہوتا۔ کسی ایک مقررہ وقت میں یا کسی ایک مقررہ دن مجموعی اشیا کا صرف ایک جزو فروخت کیا جاتا ہے، اور ان اشیا کی خریداریوں کے لیے مجموعی زر کا صرف ایک جزو استعمال کیا جاتا ہے۔ اس صورت میں، معاشی معاملات کی دوسری صورتوں کے مثل، ہمیں یہ ذہن نشین رکھنا چاہئے کہ ذخیرہ سکونی نوعیت نہیں رکھتا بلکہ حرکی نوعیت رکھتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ اشیا کا مجموعی ذخیرہ دیر سے یا جلد فروخت ہو جاتا ہے، اور اس کو ایک ذخیرہ یا فنڈ شمار کیا جاسکتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ کل ذخیرہ کسی ایک دن یا ہفتے میں یا وقت کی کسی اور اکائی میں بازار میں فروخت کے لیے نہیں آتا، بلکہ اس ذخیرہ کا محض جزو آتا ہے؛ اور پھر آمد کا ایک باقاعدہ سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ حقیقی مبادلے

باب ۱ زر کی مقدار اور قیمتیں

میں اشیا کی روانی دریا کی طرح ہوتی ہے۔ علیٰ ہذا زر کی مجموعی مقدار ساکن ذخیرہ پر مشتمل نہیں ہوتی؛ بلکہ اشیا کو خریدنے کے لیے نقل پذیر ہوتی ہے اور یہ نقل پذیری ایک اچھے خاصے باقاعدہ سلسلے کی شکل میں ہوتی ہے۔

اس بدیہی واقعہ کو بیان کرنے کی غرض سے "زر کی گردش کی سرعت" کی اصطلاح استعمال کی گئی ہے۔ گویا کسی قوم یا ملک میں زر کی جتنی مقدار موجود ہوتی ہے، اس کا محض ایک جزو ہی کسی مقررہ وقت میں استعمال ہوتا یا کام کرتا ہے۔ ہماری جیبوں میں جو زر بے کار اور غیر مستعمل پڑا رہتا ہے، وہ براہ راست قیمتوں پر کوئی اثر نہیں ڈالتا؛ بلکہ محض وہ زر قیمتوں کو متاثر کرتا ہے جس سے اشیا خریدی جاتی ہیں۔ اب مجموعی مقدار کا کتنا متناسب جزو اس طرح کام کرتا ہے، اس کا دارومدار لوگوں کے عادات پر ہوتا ہے۔ اس پر ملک کی جغرافی تقسیم اور باشندوں کی صنعتوں کی نوعیت کا بہت اثر پڑتا ہے۔ ایک ایسی زراعت پیشہ آبادی میں جو بہت کم گنجان ہو اور جہاں دوکانوں تک رسائی بآسانی اور جلد جلد نہ ہو سکتی ہو، وہاں اس کا امکان بہت قوی ہوتا ہے، کہ زر کا ایک بڑا حصہ بے کار پڑا رہے۔ اس کے برعکس ایک ایسے صنعتی یا تجارتی خطے میں جہاں آبادی گنجان ہو، اس کا امکان بہت کم ہوتا ہے۔ لوگوں کے طبائع اور عادات اہم عامل ہیں۔ اگر لوگوں کو اپنے اوپر بہت اعتبار اور تکیہ ہو، یہاں تک کہ وہ حد اعتدال سے گزر جائیں، اور آئندہ زمانے سے غافل ہو جائیں، اور صرف موجودہ ہی کی خبر رکھیں، تو اس کا قرینہ ہے کہ جونہی ان کے ہاتھ میں زر پہنچے خرچ ہوتا چلا جائے؛ اور کسی وقت بھی اس کا کچھ جزو ان کے پاس بے کار نہ رہ سکے۔

اس بیان کا اطلاق جس طرح صارفوں کی روزمرہ کی خریداریوں پر ہوتا ہے اسی طرح تاجروں اور بیوپاریوں کے بڑے بڑے کاروبار پر بھی ہوتا ہے۔ تاجروں اور صناعوں کے ہاتھ میں ہمیشہ اس سے زیادہ زر ہوتا ہے، جتنے کی وہ اشیا خریدتے ہیں؛ اس کے تناسب کا دارومدار ایک حد تک تو ان کے کاروبار کی نوعیت پر ہوتا ہے، اور ایک حد تک ان کی طبیعت و عادات پر۔ یہ واقعہ کہ یہ جماعتیں خاص کر ایسے ملک میں، جیسے کہ ریاستہائے متحدہ امریکا ہیں، نقد زر استعمال نہیں کرتیں، بلکہ بنکوں میں جمع کی ہوئی رقموں کے مقابلے میں چک استعمال کرتی ہیں، متذکرہ بالا صورت حالات میں

باب ۱۸ زر کی مقدار اور تعیین

کوئی تبدیلی نہیں پیدا کرتا؛ بلکہ اس سے ایک مزید مثال اس فرق کی ملتی ہے جو زر کے ساکن ذخیرے اور اس کی نقل پذیری کے مابین موجود ہے۔ بنک میں ان کی جتنی رقم جمع ہوتی ہے، وہ کل مقدار تو ایک ذخیرہ ہوتی ہے، اور روزمرہ کی خرید اور یونجی ادائی، اور دیگر مطالبات کو پورا کرنے کے لیے، جو چک استعمال ہوتے ہیں وہ اس ذخیرہ کی نقل پذیری یا بہاؤ کو ظاہر کرتے ہیں۔ گو ہم بنک کے زر امانت اور چک کا بیان قبل از وقت کر رہے ہیں، اس لیے کہ کاغذی بدلوں کے طور پر ان کے استعمال پر مناسب مقام پر بحث کی جائے گی؛[1] لیکن یہ امر قابل ذکر ہے کہ یہ اصول معمولی زر کے بارے میں، اس کی سادہ ترین شکل میں، جس طرح صادق آتے ہیں، اسی طرح اس زیادہ پیچیدہ آلۂ مبادلہ کے بارے میں بھی صادق آتے ہیں۔ بہر حال ہر شکل میں "آلۂ مبادلہ" نقل پذیری کی ایک رفتار یا شرح استعمال رکھتا ہے، اور اسی کو "گردش کی رفتار" کہا جاتا ہے۔

اسی طرح اشیا کی گردش کی بھی ایک رفتار ہوتی ہے۔ زیادہ عام فہم الفاظ میں، اشیا کے فروخت ہونے کی بھی ایک رفتار یا شرح ہوتی ہے۔ بظاہر اس کا دار و مدار بھی بہت ہی مختلف النوع حالات و واقعات پر ہوتا ہے: اس کا قرینہ ہوتا ہے کہ بڑے شہروں میں ان کی گردش کی رفتار سریع اور دیہات و اضلاع میں سست ہو۔ زر کی نقل پذیری کے مثل، ان کی نقل پذیری پر بھی لوگوں کے طبائع اور عادات کا اثر پڑتا ہے۔ اس کا قرینہ ہے کہ اس کی رفتار ریاستہائے متحدہ جیسے کاروباری اور سرگرم عمل ملک میں بہت سریع اور تیز ہو، اور فرانس جیسے سست رفتار ملک میں مقابلۃً دھیمی ہو۔ خود ریاستہائے متحدہ میں ہر جگہ یکساں حالت نہیں ہے؛ اور پھر تجارت کے مختلف شعبوں اور پیشوں میں مختلف حالات پائے جاتے ہیں: مثلاً ظروف کی دوکان کے مقابلے میں غلہ فروش کی دوکان کے سامان کی گردش کی رفتار بہت سریع ہوگی، اور چکی کے آٹے کی گردش، پارچہ بافی کے کارخانہ کی پیداوار کی گردش کے مقابلے میں بہت سریع ہوگی۔ تاہم اشیا کی

[1] دیکھو باب ۲۴ فصل ۳۔

باب ۸ زر کی مقدار اور قیمتیں

نقل پذیری، بحیثیت مجموعی، بہت دھیمی اور سلسلہ وار ہوتی ہے، اور کسی ایک مقررہ قوم میں تعجب انگیز باقاعدگی کے ساتھ ہوتی ہے۔

اس طرح زر کی مجموعی مقدار کا وہ حصہ، جو حقیقت میں اشیا کی خریداری کے لیے استعمال ہو رہا ہو، محض اتفاقی واقعہ نہیں ہے، بلکہ رسم و رواج کی خاموش قوت کے ذریعے سے متعین ہوتا ہے۔ ممکن ہے کہ کسی فرد واحد کی حد تک اس تناسب یا حصہ کا تعین بے قاعدگی کے ساتھ ہو، لیکن جہاں تک ہزارہا انسانوں اور لکھوکھا مخلوق کا تعلق ہے وہاں تک وہ باقاعدہ رفتار کا تابع ہوتا ہے۔ بازار کی جانب اشیا کی نقل بھی اسی کے مماثل باقاعدہ شرح سے وقوع پذیر ہوتی ہے: چنانچہ ہم کامل اعتماد و یقین کے ساتھ یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ اگر زر کی مجموعی مقدار بڑھا دی جائے تو اس کے بالمقابل زر کی اس مقدار میں بھی اضافہ ہو گا جو کسی مقررہ وقت میں خریداریاں کرنے کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

مثلاً فرض[1] کرو کہ کسی قوم میں ہر فرد کے پاس جتنا زر تھا اس کی مقدار دفعۃً دوچند ہو جاتی ہے۔ اس زائد زر کو خرچ کرنے کے سوا کوئی دوسرا چارۂ کار نہیں ہے۔ نہ تو مخلوق کے طبائع و عادات میں رتی برابر تغیر واقع ہوا، اور نہ زر کے اندوختہ کرنے یا اس کو بنک میں جمع کرنے کے لیے کوئی سبب محرک ہوا[2]۔ اشیا کی مقدار بھی اتنی ہی ہے جتنی کہ پہلے تھی؛ اور تاجر اور فروشندے جس طریقے سے پہلے بازار میں اپنی اشیا پیش کرتے تھے اس میں بھی کوئی تغیر نہیں واقع ہوا۔ ایسی صورت میں زر کے بہاؤ کی رفتار دوچند ہو جائے گی، اور اشیائے بہاؤ کی رفتار یکساں اور غیر متبدلہ رہیگی۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ اشیا کی قیمتیں پہلے کی نسبت دوچند ہو جائیں گی۔

238

اب زر کی مقدار کے دوچند ہو جانے سے جو اثر رونما ہوا وہی اثر زر کی گردش کی رفتار کو دوچند کر دینے سے بھی رونما ہو گا۔ اگر مقررہ ذخیرے کی دوچند مقدار، اشیا خریدنے کے لیے مسلسل استعمال ہوتی رہے تو اس کا اثر وہی ہو گا، جیسا کہ زر کے استعمال

[1] ۔ یہ مثال مل سے ماخوذ ہے۔

[2] دیکھیے فصل ۵، اسی باب میں۔

باب ۱۸
زر کی مقدار
اور قیمتیں

کے طریقوں کے یکساں حالت میں رہنے کی صورت میں زر کی مقدار کو دوچند کر دینے سے ہوتا۔

ابتدائی فصل میں جو اصول بیان کئے گئے، ان میں بظاہر یہ فرض کیا گیا تھا کہ اشیا کی مقدار، اور مبادلے میں اشیا کا بہاؤ یکساں اور غیر متبدل رہتا ہے۔ چنانچہ "دوسرے حالات یکساں رہنے کی صورت میں"، کے فقرے میں یہ سب کچھ مضمر تھا۔ اب یہ کہنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ اشیا کی مقدار ہمیشہ یکساں اور غیر متبدل نہیں رہتی۔ اگر زر کی مقدار جس وقت دوچند کی جاتی ہے، اسی وقت ان کی مقدار بھی دوچند کر دی جائے، تو قیمتوں میں کوئی تبدیلی نہ ہوگی۔ اگر اشیا کی مقدار دوچند کر دی جائے، زر کی مقدار مقررہ رہے اور بازار کی جانب اشیا کی نقل اس سے متاثر نہ ہو تو قیمتیں گھٹ کر نصف ہو جائیں گی۔ اگر بازار کی جانب اشیا کی نقل پر یعنی ان کی گردش کی سرعت پر اس طرح اثر پڑے کہ اشیا کی دوچند مقدار باقاعدہ پیش ہونے لگے تو اس صورت میں پھر قیمتیں گھٹ کر نصف ہو جائیں گی۔

اشیا کی گردش کے مقابلے میں زر کی گردش زیادہ سریع ہوتی ہے — دوسرے الفاظ میں اشیا کی حقیقی خریداری کے لیے صرف کردہ زر کا جو تناسب زر کی مجموعی رسد سے ہوتا ہے، وہ اس تناسب سے بڑھا ہوا ہوتا ہے، جو زر کے معاوضے میں پیش کردہ اشیا، قابل مبادلہ اشیا کی مجموعی رسد کے ساتھ رکھتی ہیں۔ اس فرق کی وجہ ظاہر ہے۔ اشیا کی خریداریوں میں زر کا استعمال ہمیشہ بلا تاخیر کیا جا سکتا ہے، لیکن اشیا بہت تاخیر سے فروخت کی جا سکتی ہیں۔ زر کو کسی خریدار کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں ہے؛ لیکن اشیا کو خریداروں کا بالعموم منتظر رہنا پڑتا ہے۔ متعدد اشیا ایسی ہیں جن کی شرح فروخت یا گردش کی رفتار سست ہوتی ہے: مثلاً، چینی اور سخت دھات کے ظروف اور میز کرسی وغیرہ۔ دوسری اشیا جیسے کرایہ کے مکان، گودام اور کارخانے، بازار میں محض اجزا یا اقساط کی شکل میں آتے ہیں؛ گویا ان سے جو فائدے حاصل ہوتے ہیں محض وہی فروخت کی غرض سے پیش کئے جاتے ہیں، اور ان کے فروخت ہونے میں بہت دیر لگ جاتی ہے۔ بخلاف اس کے زر بازار میں بہت تیز رفتار کے ساتھ آتا ہے۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ زر کا اندوختہ کیا جائے اور بعض اوقات غیر مستعمل زر ایسے لوگوں کے

239

باب ۱۸
زر کی مقدار اور قیمتیں

پاس جمع ہوتا رہے جو معمول سے زیادہ آمدنیاں حاصل کر رہے ہوں، لیکن زر کو زیادہ تر سرگرم کار اور مشغول رکھا جاتا ہے؛ اور اس کے کام یا گردش کی رفتار یا شرح کسی مقررہ وقت اور مقررہ ملک میں وہاں کے باشندوں کے طبائع اور رسم و رواج کے مطابق ہوتی ہے۔

یہ فرض کیا جائے گا کہ اس اساسی اصول کی مختلف شرائط و مستثنیات کو قارئین ذہن نشین رکھیں گے۔ ان کے علاوہ اور بھی شرائط و مستثنیات کا بیان باقی رہ جاتا ہے، اور اس پر آئندہ چل کر مناسب موقع پر بحث کی جائے گی۔ لیکن سادہ ترین اور سب سے زیادہ ضروری شکلوں کو، جو بیان کی گئیں، ابتدا ہی سے ذہن نشین رکھنا ضروری ہے۔ جب یہ کہا جائے کہ زر کی قدر اس کی مقدار کی بنا پر متعین ہوتی ہے، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ "دوسرے حالات یکساں رہنے کی صورت میں، اگر زر کے مجموعی ذخیرے میں اضافہ کیا جائے تو اس زر کے بہاؤ کی رفتار میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے جو خریدی اشیا کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی، مبادلۂ اشیا کے لیے زیادہ مقدار زر صرف ہونے لگتی ہے۔

۲۔ اب ہم اس امر کی تحقیق کریں گے کہ زر کی ضرورتوں کے لیے جو سونا اور چاندی استعمال ہوتی ہے اس کی رسد، مجموعی رسد سے کس حد تک مختلف ہے۔

قیمتی فلزات نہ صرف زر کے اغراض کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں، بلکہ صنعتوں میں بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ لیکن صنعتوں میں ان کی جو مانگ ہے وہ کسی ایسے خاص قانون کے تابع نہیں ہے جیسی کہ زر کی ضرورت کے لیے ان کی طلب ہے۔ افادہ یا احتیاج کو پورا کرنے کی صفت، سونے کے ظروف اور سونے کے زیورات کی طلب کا تعین، اسی بے قاعدہ طریقے سے کرتی ہے جس بے قاعدگی کے ساتھ کہ وہ گیہوں یا شکر کی طلب کا تعین کرتی ہے۔ رسد کے اضافے کا قدر و قیمت پر کیا اثر ہوگا اس کو پیشتر سے نہیں بیان کیا جا سکتا۔ طلب کی تغیر پذیری مدارج کا کوئی پیمانہ ظاہر کر سکتی ہے۔

اگر سونے اور چاندی کی مجموعی رسد کا مقررہ و یکساں تناسب صنعتوں میں ہمیشہ استعمال کیا جائے، تو زر کی طلب، اور صنعتی طلب کا درمیانی فرق، نظریہ زر کے لیے

باب ۱۵
زر کی مقدار اور قیمتیں

نتیجہ خیز اور اہم نہ رہے گا۔ لیکن یہ تناسب لازمی طور سے مقررہ و یکساں نہیں ہوتا۔ وہ زر کی رسد کی قدر و قیمت ہی سے ایک حد تک متاثر ہوتا ہے۔

مثلاً اگر قیمتیں اور عام آمدنیاں بحوالۂ زر، سونے کے عظیم المقدار اضافے کے نتیجے کے طور پر بڑھ جائیں، تو غیر مسکوک سونے کی قیمت نہ بڑھے گی۔ اس لیے کہ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، غیر مسکوک سونے کی قیمت بحوالۂ سکہ ہمیشہ یکساں ہوتی ہے۔ چنانچہ طلائی زیورات، چشموں وغیرہ کے لیے جو خام سونا درکار ہوگا وہ اتنا ہی ارزاں ہوگا جتنا کہ پہلے تھا۔ اس قسم کی اشیا کی قیمت میں صرف اس حد تک اضافہ 240 ہوگا جس حد تک کہ ان کو خلزے سے زیورات وغیرہ کی شکل میں مبدل کرنے اور بنانے کے مصارف میں اضافہ ہوگا۔ ان کی قیمت، آمدنی بحوالۂ زر کے مقابلے میں پہلے کی نسبت ارزاں ہوگی۔ قیمت کی اس ارزانی کے سبب سے تقریباً یقینی طور سے پہلے کی نسبت زیادہ مقدار میں اشیا خریدی جائیں گی، اور اس طرح غیر مسکوک دھات پہلے کی نسبت زیادہ مقدار میں صنعتی کاموں میں منتقل ہوگی۔ اگر سونے کی مقدار میں کمی ہو جائے اور اس کے نتیجے کے طور پر قیمتیں اور آمدنیاں گھٹ جائیں تو اسکے بالکل معکوس حالت نمودار ہوگی: یعنی، سونے کی بنی ہوئی اشیا پہلے سے اب گراں قیمت پر فروخت ہوں گی؛ اور اغلب یہ ہے کہ پہلے کی نسبت کم مقدار میں خریدی جائیں۔ اس صورت میں مقابلۃً سونے کی کم مقدار ٹکسال سے ہٹ کر صنعتی کاموں میں صرف ہوگی؛ اور ٹکسال میں زیادہ مقدار جائے گی۔

اگر سونے کی قدر (یعنی عام قیمتوں) میں اضافہ یا تخفیف نہ بھی ہو تب بھی سونے کے صنعتی صرف پر باشندوں کے عادات اور مذاق کے تغیرات کا اثر پڑتا ہے۔ ممکن ہے کہ سونے کے زیورات پہننے کا رواج بڑھ جائے، یا سونے کی ملمع کاری اور ورق سازی زیادہ مقدار میں ہونے لگے، اور سونے کے چشموں اور عینکوں کے استعمال میں زیادہ سہولت محسوس کی جائے اور وہ زیادہ خوشنما خیال کی جائیں؛ اس صورت میں موجودہ مجموعی ذخیرے کی زیادہ مقدار زر کی ضرورت پوری کرنے والی رسد سے ہٹ کر صنعتی کاموں میں لگ جائے گی۔

ان دونوں اسباب کے منجملہ پہلا سبب دوسرے سبب کی نسبت بظاہر کم

باب ۱۰ زر کی مقدار اور قیمتیں

اثر رکھتا ہے۔ عام قیمتوں میں ایسے پیمانے پر بہت کم تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں جن سے متذکرہ بالا عظیم نتائج رونما ہوں۔ سونے کے زیورات اور دوسری طلائی اشیا کی قیمت صرف غیر مسکوک طلا کی قیمت سے متاثر نہیں ہوتی، بلکہ ان کے بنانے کے مصارف سے بھی متاثر ہوتی ہے۔ اور ان مصارف میں عام قیمتوں کی تبدیلیوں کے بالمقابل تغیرات واقع ہوتے رہتے ہیں۔ اگر سب اشیا کی قیمتیں بڑھ جائیں تو اس میں شک نہیں کہ اس کا اثر غیر مسکوک طلا پر کچھ نہ ہوگا؛ اس کی قیمت یکساں رہے گی۔ لیکن زیور بنانیوالے مزدوروں کی اجرت میں اور دیگر مصارف میں دوسری اشیا اور دوسری خدمات کی قیمتوں اور اجرت کے اضافہ کے ساتھ اضافہ ہو جائے گا۔ بہت ممکن ہے کہ عام قیمتوں میں ۲۵ فی صد اضافہ ہو جائے؛ لیکن اس اضافے کے معنی یہ نہ ہوں گے کہ سونے کے زیورات کی قیمت غیر متبدلہ رہے گی، بلکہ صرف یہ کہ ان کی قیمت کا اضافہ عام قیمتوں کے اضافے کے مقابلے میں کسی قدر کم ہوگا۔ مثلاً ممکن ہے کہ ان کی قیمت بجائے ۲۵ فی صد کے ۲۰ فی صد بڑھے۔ ان کے صرف پر قیمت کے اضافے کا اثر غالباً کم ہوگا۔

دوسرا سبب یا عامل، جو فلزات کے صنعتی استعمال پر اثر انداز ہوتا ہے (یعنی فیشن اور عادات کے تغیرات)، بظاہر بہت زیادہ اہم معلوم ہوتا ہے۔ موجودہ زمانے میں دولت میں جو عظیم الشان اضافہ ہوا ہے اس نے صنعتوں میں سونے کے کثیر استعمال کی جانب رہبری کی ہے؛ ٹھیک اس طریقے سے جس طرح کہ اس نے ہیروں کے کثیر استعمال کی جانب رہبری کی ہے۔ موجودہ زمانے سے پیشتر کبھی یہ معلوم کرنے کی باقاعدہ کوشش نہیں کی گئی کہ سونا صنعت میں کس حد تک استعمال ہو رہا ہے، اور اس طرح اس کی مقدار کتنی بڑھ گئی ہے۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ سنہ ۱۸۸۰ تا سنہ ۱۸۹۰ کے عشرے میں سونے کا صنعتی صرف (بشمول اس مقدار کے جو مشرق کو برآمد کی گئی جس کی تفصیل آگے چل کر بیان کی جائے گی) بحوالۂ ڈالر تقریباً ۶۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر تھا۔ سنہ ۱۹۱۲ء میں مقدار سہ چند یعنی تقریباً ۱۷۵،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر خیال کی جاتی تھی: اس بیان کردہ اضافے کے ایک جزو کا باعث، ایک حد تک بلاشبہ یہ امر بھی تھا، کہ اس سے پہلے کے سالوں میں صحیح مقدار کا اندازہ نہیں کیا گیا تھا؛ لیکن یہ ایک حقیقت ہے

241

باب ۱۸
زر کی مقدار اور قیمتیں۔

کہ پیشتر کی نسبت اضافہ واقع ہوا۔ سونے کی مجموعی پیداوار میں جو تبدیلی واقع ہوئی تھی اس سے یہ تبدیلی کسی حال تناسب نہ تھی؛ اس لیے کہ ۱۸۸۰ء تا ۱۸۹۰ء میں مجموعی پیداوار ۱۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر اور ۱۹۱۲ء میں ۴۶۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر سے کم نہ تھی۔ اول الذکر دور میں سونے کی مجموعی پیداوار کا نصف سے زائد حصہ مغربی ممالک کی زر کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے ہٹ کر صنعتی کاموں میں لگا؛ اور موخر الذکر سال میں ۲/۵ سے بھی کم اس طرح صرف ہوا۔

تخمینہ کیا گیا ہے کہ ۱۹۱۰ء میں سونے کی مجموعی پیداوار تقریباً ۹،۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر رہی، جس کے نصف سے کچھ زائد حصہ بطور زر استعمال ہوا، اور بقیہ جزو صنعتی کام میں۔ سونے کی جتنی مقدار صنعت میں مصروف رہے، اس کے متعلق یہ خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ تقریباً سب کی سب زر کی ضرورت کو پورا کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا ایک قلیل جزو جلد یا دیر سے زر کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے واپس آجاتا ہے؛ اس لیے کہ، زیورات اور ظروف وغیرہ کو بعض اوقات پگھلایا جاتا ہے، اور اس کے بعد غالباً ان کے سکے ڈھلوائے جاتے ہیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ صنعتی کاموں میں جتنی مقدار مصروف رہتی ہے، وہ زر کی ضرورت کو پورا نہ کرنے کے اعتبار سے سب کی سب قطعی طور سے ضائع جاتی ہے۔ اس کا جو کچھ جزو واپس آتا ہے اس پر زر کی قدر کا بہت کم اثر پڑتا ہے۔ جس طرح اس امر کا انحصار، کہ کتنا سونا ابتدائً صنعتی کاموں میں جائے گا، رسم و رواج اور عادات پر ہوتا ہے، اسی طرح زیورات اور ظروف وغیرہ کو تشکیک کی غرض سے پگھلانے کا دارومدار بھی رسم و رواج اور عادات پر ہوتا ہے۔ غرض قیمتی فلزات کا استعمال صنعتوں میں برابر جاری ہے، اور اس کام کو پورا کرنے کے بعد سالانہ جو حصہ بچ رہتا ہے، وہ زر کی ضرورت کو پورا کرنے میں یعنی سکہ سازی کے کام میں آتا ہے۔

سکہ سازی اور صنعتی استعمال کے لیے سونے کی اس طرح تفریق و علیحدگی گزشتہ سالوں کے مقابلے میں موجودہ زمانے میں بہت مکمل ہوگئی ہے۔ قرون وسطیٰ میں یورپ میں سونے کی زنجیر کی ایک کڑی کو نکال کر مطالبات کی ادائی کا کام لیا جا سکتا تھا؛ اور اہل دربار بلا تامل اپنے ظروف پگھلا کر شاہی خاندان اسٹورٹ کی مدد کرتے

باب ۱۸ زر کی مقدار اور قیمتیں

اور زر مہیا کرتے تھے۔ برطانوی ہندوستان میں جہاں اس وقت بھی حالات قرون وسطیٰ کے حالات سے بہت ملتے جلتے ہیں، حال حال تک ویسی باشندے اپنے نقرئی زیورات اور روپیوں کا باہمدگر آزادی کے ساتھ اور عام طور سے مبادلہ کرتے تھے؛ اور باوجود اس امر کے کہ سنہ ۱۸۹۳ء سے روپیہ نظام جدید پر قائم ہوگیا ہے، یہاں اب بھی روپیہ اور چاندی ایک دوسرے سے ایک حد تک قابل مبادلہ ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس ترقی یافتہ ملکوں میں بھی آج تک سونے کو زر کے استعمال سے ہٹاکر صنعتی کاموں میں لگایا جاتا ہے؛ لیکن، جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے[۱]، یہ رجحان روز افزوں بڑھ رہا ہے کہ صنعتی ضرورتوں کے لیے آزاد اسباب کی بنا پر ایک مقدار معین اور علیٰحدہ رہے۔

242

حال میں مثل سونے کے صرف کے چاندی کے صنعتی صرف میں بھی نمایاں ترقی ظاہر ہوئی ہے۔ ریاستہائے متحدہ کے اندر سنہ ۱۸۸۰ء اور سنہ ۱۹۰۶ء[۲] کے مابین اس کی مقدار بڑھ کر چہار چند ہوگئی ہے۔ اس طرح اس میں جو تبادلی واقع ہوئی وہ سونے کی تبدیلی کے مثل، بڑی حد تک بڑھنے والی دولت اور چاندی کے ظروف اور چاندی کے زیورات کے روز افزوں رواج اور فیشن کا نتیجہ تھی۔ اس میں شک نہیں کہ اس کا باعث ایک حد تک چاندی کی ارزانی بھی تھی: چنانچہ مذکورہ بالا دور میں چاندی کی قیمت نصف ہوگئی تھی۔ سنہ ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء میں چاندی کی قیمت بہت بڑھ گئی، اور اس گرانی نے صنعتی استعمال کی ترقی میں رکاوٹ پیدا کی۔ لیکن چاندی کی حالت ایک اہم اعتبار سے سونے کی حالت سے مختلف ہے۔ اور وہ یہ کہ چاندی سے آزادانہ طریق پر سکے نہیں ڈھالے جاتے؛ یہ دھات اس طریقے سے زر نہیں بنتی جس طریقہ سے کہ سونا بنتا ہے۔ غیر مسکوک چاندی کی قیمت، مثل ٹن یا تانبے کے، سونے کے حوالے سے لگائی جاتی ہے، اور اس کا صنعتی استعمال قیمت سے اسی طریق پر متاثر

---

[۱] دیکھو باب ۲۱ فصل ۵۔

[۲] بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ریاستہائے متحدہ میں انیسویں صدی کے ابتدائی اٹھ عشروں میں یہ مقدار پانچ ملین اونس سالانہ سے کم تھی، اور سنہ ۱۹۰۲ء تا سنہ ۱۹۰۶ء میں ۲۰ ملین اونس سالانہ سے زائد۔ دیکھو ناظم دارالضرب کی رپورٹ "قیمتی فلزات کی پیداوار" شائع شدہ سنہ ۱۹۰۶ء، ص ۲۷۔

باب ۱۸ زر کی مقدار اور قیمتیں

ہوتا ہے جس طریق پر کہ ٹن اور تانبا ہوتا ہے۔ سونے کے استعمال پر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، عام قیمتوں اور عام آمدنیوں بحوالہ زر کے تغیرات کا زیادہ مبہم اور غیر معروف اثر پڑتا ہے۔

۴۔ سونے اور چاندی کی ایک اور جانب نقل پذیری مغرب کے تہذیب یافتہ ملکوں کے لیے بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مغربی ملکوں کی زر کی ضرورتوں کو پورا کرنے سے ہٹ کر یہ فلزات مشرقی ممالک کا رخ کرتے ہیں۔ یہ عمل کئی صدیوں سے جاری ہے اور بظاہر آیندہ بھی ایک مدت دراز تک اس کے قائم رہنے کا امکان پایا جاتا ہے۔

تاریخ سے ہمیں قدیم زمانے کے حالات جہاں تک قطعی طور سے معلوم ہوتے ہیں، وہاں تک مشرق اور مغرب کے مابین، اور خاص کر یورپ اور ہندوستان کے مابین، تجارت میں مشرق سے روانہ شدہ مال کی قیمت مغرب کے روانہ کردہ مال کے مقابلے میں ہمیشہ بڑھی رہی ہے۔ گویا مشرق کو فاضل رقم ہمیشہ واجب الوصول رہی: چنانچہ اس کی ادائی کے سلسلے میں مشرقی ممالک کو سونے اور چاندی اور خاص کر چاندی کی نقل بے روک جاری رہی۔ ان فاضلات میں کبھی اضافہ ہوا اور کبھی تخفیف۔ بہرحال یہ تغیرات، ایک طرف، دونوں ممالک کے مابین مبادلہ شدہ متعدد اشیا کی طلب پر مبنی تھے، تو دوسری طرف، موسمی حادثات اور فصلوں کے حالات پر اور دونوں جانب نئی اشیائے برآمد کے رونما ہونے پر موقوف تھے۔ انیسویں صدی کے اختتامی سالوں میں مشرق کو مغرب کے ذمے کی واجب الادا رقم میں کمی نمودار ہوئی۔ اس کے برعکس بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں اس فاضل رقم میں نمایاں اضافہ ہوگیا۔ غرض کئی صدیوں سے فاضلات کی ادائی کا سلسلہ چلا آرہا ہے: حتیٰ کہ اب بھی وہی صورت قائم ہے۔ اسی وجہ سے مغرب سے مشرق کی جانب قیمتی فلزات کی نقل بتدریج اور مستقل طور سے جاری ہے۔

اس طرح قیمتی فلزات کا مغرب سے ہٹ کر مشرق کو چلا جانا ایسا ہی ہے جیسا کہ زر کی ضرورت کو پورا کرنے سے ہٹ کر سونے چاندی کا صنعتی کاموں میں لگ جانا؛ بلکہ تقریباً ایسا ہی ہے جیسا کہ سمندر میں ان کی غرقابی۔ گویا وہ یورپ اور

243

باب ۱ زر کی مقدار اور قیمتیں

امریکا کی زرعی اور صنعتی ضرورتوں کو پورا کرنے والی رسد سے الگ ہو کر ہمیشہ کے لیے غائب ہو جاتے ہیں۔ مشرقی ممالک میں ہندوستان، اور خاص کر برطانوی ہند ہی وہ سمندر ہے جہاں سونا اور چاندی اور خاص کر چاندی پہنچکر ہمیشہ کے لیے تہ نشیں اور غائب ہو جاتی ہے اور واپس نہیں لوٹتی۔

اس کامل علٰحدگی یا نظر سے اوجھل ہو جانے کی توجیہ ہندوستان کے غیر معمولی معاشی حالات میں مضمر ہے؛ گو اس قسم کے حالات مشرق کے دوسرے حصوں میں بھی پائے جاتے ہیں، مگر کہیں اس قدر نمایاں شکل میں نہیں پائے جاتے جس قدر کہ ہندوستان میں۔ چنانچہ چین کی تقریباً یہی حالت ہے، جاپان کی حالت ایک زمانہ میں ایسی ہی تھی؛ لیکن ہندوستان نے، اور خاص کر اس علاقے نے، جو اب برطانوی ہند کہلاتا ہے، زر کے اس عجیب وغریب تجربے میں بدرجہا زیادہ اہم حصہ لیا ہے۔ اس علاقے کی آبادی زمانہ دراز سے بہت کثیر رہی ہے؛ چنانچہ سنہ ۱۹۰۱ء میں یہاں ۳۰ کروڑ نفوس آباد تھے۔ لیکن یہ آبادی زیادہ تر زراعت پیشہ ہے، جاہل ہے اور جمود پسند ہے۔ وہ تقریباً کلیتہً فلزاتی زر استعمال کرتی ہے، اور زر کاغذ یا زر کے دوسرے نائب یا بدل بہت کم۔ اس کے زر کی گردش کی رفتار بہت دھیمی ہے؛ علاوہ ازیں یہاں کے باشندے سونے اور چاندی کو صرف زیورات کے طور پر ہی استعمال نہیں کرتے بلکہ ان کا اندوختہ بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ کڑے، کنگن، انگوٹھیاں اور دوسرے بیشمار زیورات، نہ صرف موجودہ زمانے میں نمائش اور امتیاز کی خواہش کو پورا کرتے ہیں، بلکہ زمانۂ مستقبل کی کسی ممکنہ احتیاج کے لیے بھی قوت خرید کا ذخیرہ مہیا کرتے ہیں۔ اسی بنا پر ہندوستان میں قیمتی فلزات کثیر مقدار میں درآمد ہو سکتے ہیں، جہاں وہ عام قیمتوں پر کچھ زیادہ اثر ڈالے بغیر غیر متحرک پڑے رہتے ہیں؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اس حالت میں وہ طویل مدت تک پڑے رہتے ہیں اور قیمت پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوتے۔ کسی مغربی ملک میں اس قسم کی مستقل ومسلسل درآمد قیمتوں کو متاثر کئے بغیر جاری نہیں رہ سکتی۔ جیسا کہ بین الاقوامی تجارت کی بحث میں چل کر معلوم ہوگا، یہ کبھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ کسی اعلیٰ درجہ کی ترقی وتنظیم یافتہ صنعتی قوم میں کثیر المقدار قیمتی فلزات کا مسلسل انجذاب ہوتا رہے۔ ان کی درآمد کثیر مقدار میں ہونے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ قیمتیں بڑھ جائیں گی؛ اور اس کا یہ نتیجہ ہوگا کہ اشیا کی درآمد بڑھ جائے گی، اور

244

باب ۱۸ زر کی مقدار اور قیمتیں

برآمد گھٹ جائے گی، اور اس طرح قیمتی فلزات کی درآمد، اشیا کی برآمد میں کمی واقع ہونے کی وجہ سے رک جائے گی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ ہندوستان جیسے ملک میں قیمتی فلزات کی کثیر پذیر رسد کے باوجود اس کے مقابلے میں عام قیمتوں کے اضافہ کی رفتار بہت دھیمی ہے۔ یہ سچ ہے کہ ایک مدت مدید یعنی کئی نسلوں کے بعد جا کر قیمتیں متاثر ہوتی ہیں۔ مشرق میں انیسویں صدی کے آخری حصے میں عام آمدنی بحوالۂ زر اور قیمتوں میں بہت زیادہ نمایاں اضافہ نہیں ہوا، پھر بھی وہ خاصا بڑا تھا[1]۔ اس سے قبل کی صدیوں میں اگرچہ اضافہ ہوا، مگر اس قدر تدریجی طریقے سے اور سست رفتار کے ساتھ کہ واضح اور نمایاں نہ تھا۔ ذات پات اور رسم و رواج کی بندشوں اور جکڑ بندیوں کے ڈھیلے پڑ جانے کی وجہ سے، اور جان و مال کے تحفظ اور امن و امان کے بہتر طریقے کے خوگر ہو جانے کی وجہ سے، نیز ریلوں کے جال کے پھیل جانے کی وجہ سے، صنعتی و مالی حالت بہت کچھ متاثر ہوئی ہے۔ لیکن یہ بات اب بھی صادق آتی ہے اور آیندہ ایک مدت دراز تک صادق آتی رہے گی کہ قیمتی فلزات کی کثیر مقدار شرق میں مسلسل و مستقل طور سے منتقل ہوتی ہے، اور وہاں پہنچنے کے بعد واپس نہیں آتی؛ اور یہ سچ ہے کہ اس کا اثر عام قیمتوں پر اور زر کی قدر پر پڑتا ہے، مگر اس قدر تدریجی طور پر کہ اس درآمد اور نقل میں شاذ ہی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے، بلکہ نئی قوت کے ساتھ یہ درآمد اس وقت از سر نو جاری ہو جاتی ہے؛ جبکہ مغربی ممالک کو نئی رسد کا کوئی بڑا ذخیرہ دستیاب ہو جاتا ہے، یا جبکہ مشرقی ممالک کی اشیا کی مانگ مغربی ممالک میں بڑھ جانے کی وجہ سے ان کی برآمد میں زیادتی ہو جاتی ہے۔

۵۔ ایک اہم صورت میں زر کی رسد کا اضافہ اس کے طریق استعمال کو متاثر کر سکتا اور اس طرح ایک نیا عامل پیدا کر سکتا ہے۔ اور یہ اس صورت میں ہوتا ہے جبکہ رسد کا اضافہ، مبادلۂ اشیا بالاشیا کے نظام کو مبادلۂ زر بالاشیا کے نظام سے

[1] دیکھو لیف۔ جے اٹ کن سن کا ایک مضمون موسوم بہ "ہندوستان کی قیمتیں ۱۸۷۰ء تا ۱۹۰۰ء میں" رائل اسٹے ٹس ٹی کل سوسائٹی کے رسالہ مورخہ ستمبر ۱۹۰۹ء میں۔ مابعد سالوں میں اور خاص کر ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ میں قیمتوں کا اضافہ بہت نمایاں رہا۔

باب ۱۴ زر کی مقدار اور قیمتیں

مبدل کرنے میں سہولت پیدا کرتا ہے۔ اس قسم کی صورت، ایک مرتبہ زر کا نظام پوری طرح قائم ہو جانے کے بعد (جبکہ تمام اشیا اور خدمات زر کے معاوضے میں فروخت کی جاتی ہیں) نمودار نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد زر کی مقدار میں اضافہ ہونے کے معنی محض یہ ہیں کہ جہاں پہلے سونے یا چاندی کا ایک سکہ استعمال ہوتا تھا وہاں اب دو، پانچ یا دس سکے استعمال ہوتے ہیں۔ آدم اسمتھ خیال کرتا تھا کہ امریکا کی کانوں سے سولھویں اور سترھویں صدی میں قیمتی فلزات کی بھرمار ہونے کی وجہ سے یورپ میں زر کی رسد میں جو اضافہ ہو گیا تھا[1]؛ اس کا یہی ایک اہم نتیجہ تھا جو اوپر بیان کیا گیا۔ یہ سچ ہے کہ اس کی وجہ سے سونے اور چاندی کے ظروف کی مقدار میں بہت اضافہ ہو گیا، جس سے ''بہت سہولت پیدا ہو گئی؛ اگرچہ وہ یقیناً بہت ہی حقیر تھی''۔ چنانچہ آگے چل کر آدم اسمتھ لکھتا ہے کہ ''انھی اشیا کو یا ان کی ایک مقررہ مقدار کو خریدنے کے لیے، ہمارے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ جس وقت بازار جائیں تو اپنے ساتھ سونے اور چاندی کے سکوں کی نسبتہً زیادہ مقدار لیتے جائیں؛ اور جس شے کے لیے پہلے ایک پنس مکتفی ہوتا تھا اس کے لیے اب ایک شلنگ اپنی جیب میں ڈال کر چلیں''۔ لیکن صرف یہی ایک تغیر نہ تھا جو وقوع پذیر ہوا تھا؛ قیمتی فلزات کی رسد کے اضافہ کا نتیجہ یہ بھی ہوا کہ پہلے جو لین دین اور کاروبار زر کی وساطت کے بغیر انجام پاتے تھے ان میں زر بطور آلۂ مبادلہ استعمال ہونے لگا؛ اور دوسرے ایسے کاروبار بھی (مبادلات) انجام پانے لگے، جو اس سے قبل کبھی انجام ہی نہیں دیئے گئے تھے۔

245

تقریباً ۱۵۵۰ء تا ۱۶۵۰ء کا زمانہ بہت بڑے صنعتی انقلاب کا زمانہ تھا۔ یہ دور قرونِ وسطیٰ کے معاشی دور کی کایا بہت تیزی سے پلٹ رہا تھا۔ ازمنہ وسطیٰ میں عمل و محنت کی تقسیم اور مبادلات کا طریق بہت ہی ابتدائی اور محدود حالت میں پایا جاتا تھا۔ اور جو کچھ مبادلات اور مطالبات کی ادائیاں عمل میں آتی تھیں وہ مبادلۂ اشیا کے طریق پر عمل میں آتی تھیں، یعنی اشیا کا اشیا سے مبادلہ

[1] آیندہ باب میں اس عظیم تغیر کے بارے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس سے مقابلہ کرو۔

ہوتا تھا نہ کہ زر سے۔ یہ خیال کرنا ممکن ہے، کہ اس قسم کی صورت حال کا اعدام اور اس کی بجائے کامل زر کے نظام سے، زر کی رسد میں کسی قسم کی تبدیلی کے بغیر عمل میں آئی ہوگی۔ اس کے معنی یہ ہوں گے کہ اسی رسد کو جو پہلے سے موجود تھی کاروبار کی کثیر مقدار کو لازمًا انجام دینا پڑا، اور یہ کہ قیمتیں لازمی طور سے گھٹ گئیں۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ رسم و رواج کی بندشوں میں جکڑی ہوئی ایسی قوموں میں جیسی کہ یورپ کی قومیں اس وقت تھیں، اس قسم کا عمل صرف سخت سے سخت مشکلات برداشت کرنے کے بعد ہی وقوع پذیر ہو سکتا تھا۔ قیمتی فلزات کی ایسی رسد کی محض عدم موجودگی، جو کاروبار کی کثیر مقدار کو قیمتوں میں بڑی تخفیف کئے بغیر انجام دینے کے لیے کافی ہو سکے، زر کے مبادلات کے نظام کی توسیع کرنے کی راہ میں تقریبًا ناقابل عبور رکاوٹ تھی۔ جدید اور تازہ فلزات نے انقلاب پیدا کرنے میں بہت وسیع سہولتیں پیدا کیں۔ انھوں نے زیادہ موثر آلۂ مبادلہ کو سرعت اور آسانی کے ساتھ چلانے کے لیے گویا تیل کا کام دیا۔ یہ بہت جلد اور آسانی کے ساتھ تمام مغربی یورپ میں پھیل گئے؛ اور زیادہ وسیع پیمانے پر بہ شکل زر ادائی کے طریق کو ممکن بنا دیا؛ نہ صرف ان فرضی یا حقیقی مشکلات کے بغیر جو قیمتوں کے گھٹنے سے پیدا ہوتے ہیں، بلکہ رسد کی افراط کے ذریعے سے جس میں قیمتیں نمایاں طور سے بڑھ جاتی ہیں۔ اس طریق پر متعدد نئے صنعتی شعبوں میں عمل کی تقسیم کا طریق پھیل گیا؛ اور اکثر شعبوں میں جہاں یہ طریق رائج تھا، مبادلے میں زیادہ سہولتیں پیدا ہو گئیں اس طرح پیدائش کے موثر ہونے میں بہت ترقی نمودار ہوئی اور عام خوش حالی اور بہبود میں معتد بہ اضافہ ہو گیا۔[۱]

246

[۱] اس واقعے کو کسی قدر موہوم طریقے پر سمجھنے ہی کا غالبًا یہ نتیجہ تھا کہ سترھویں صدی اور اٹھارویں صدی کے مصنفین بھی عام طور سے قیمتی فلز کی وافر رسد کی جانب حد سے زیادہ اہمیت منسوب کرتے ہیں۔ لیکن مذکورہ بالا تجارتی مصنفین کے خیالات ان سیاسی حکمرانوں کے قوت و اقتدار سے بھی بہت متاثر ہوئے جو قیمتی فلز کے عظیم المقدار ذخائر کے مالک تھے، اور وہ بھی ایسے زمانے میں جبکہ جاگیری واجبات کی بجائے محصول سے کی جا رہی تھی؛ اور یہ محصول بہ شکل زر ادا کرنا ضروری تھا لیکن اس کا ادا کرنا

باب ۱۸ زر کی مقدار اور قیمتیں

بایں ہمہ آدم اسمتھ کا خیال، اگرچہ وہ تاریخی اعتبار سے اس خاص صورت کی حد تک غیر مکمل تھا، اصولاً صحیح تھا۔ وہ ایسے زمانہ میں لکھ رہا تھا جبکہ تقریباً سب اشخاص قیمتی فلزات کی افراط کے فوائد کے متعلق غلط خیالات رکھتے تھے۔ چونکہ وہ ایسے ان خیالات کی شدت کے ساتھ تردید کرنے میں منہمک تھا، اس لیے اس نے ان حقیقی فوائد کو جو کہ کوئی قوم مطلوبہ آلۂ مبادلہ آسانی کے ساتھ فراہم کرنے سے حاصل کر سکتی ہے، نظر انداز کر دیا۔ لیکن جب ایک دفعہ یہ آلۂ مبادلہ فراہم ہو جائے اور جب ایک مرتبہ پورے موثر طریقہ سے اس کا استعمال شروع ہو جائے تو آدم اسمتھ کے استدلال کی تردید نہیں ہو سکتی۔ اگر کانوں سے سونا برآمد کرنے کے لیے پہلے کی نسبت دہ چند محنت صرف کی جائے، اور اس طرح پہلے کے مقابلے میں دہ چند سونا برآمد ہو، تو اس سے دنیا کو کوئی نفع حاصل نہ ہوگا؛ اس لیے کہ جہاں پہلے ایک سکہ ہر مبادلے میں دیا جاتا تھا وہیں اب دس سکے دیے جائیں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ انقلاب یا تغیر کے عمل سے (یعنی قیمتوں کی ارزانی سے گرانی کی جانب تبدیلی یا اس کی برعکس صورت میں) بعض خاص اور اہم نتائج رونما ہوں گے؛ لیکن ان کا آخری نتیجہ پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔ انقلاب کے اثرات سے قطع نظر، یہ امر کوئی اہمیت یا وقعت نہیں رکھتا کہ قیمتیں کم ہیں یا زیادہ، یا یہ کہ مبادلہ کے ہر عمل میں زیادہ سکے استعمال کیے جاتے ہیں یا کم۔

بعض مصنفوں نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ نئے حالات سے مطابقت پیدا کرنے کا عمل، ایک اور طریقہ پر بھی قیمتی فلزات کی مقدار اور ان کی قدر کے باہمی تعلق کو متاثر کر سکتا ہے؛ اور وہ اس طرح کہ وہ براہ راست زر کے استعمال پر اثر ڈال سکتا ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ جب زر کی مقدار میں اضافہ ہو جاتا ہے تو لوگ اس زر کو بہت کم استعمال کریں گے: یعنی اس سے اشیا خریدنے کا کام کم لیں گے، اور اس کو زیادہ تر جمع کریں گے یا اپنی جیبوں میں رکھیں گے علیٰ ہذا تاجر بھی جتنا زر

247

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ مشکل ہو رہا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ محض خیالات کی پیچیدگی ہی ان مصنفین کی حالت کی توجیہ کر دیتی ہے۔ چنانچہ دوسرے معاملات کے مثل اس صورت میں بھی یہی ہوا، یعنی ایسے معاملات جو ایک دفعہ سمجھ میں آجانے اور واضح ہو جانے کے بعد بظاہر سادہ معلوم ہوتے ہیں زمانۂ دراز تک اعلیٰ ذہانت و ذکاوت رکھنے والے اشخاص کو پیچیدہ معلوم ہوتے رہے۔

باب ۱۸
زر کی مقدار اور قیمتیں

اپنے گلہ میں زر کی قلت کے زمانے میں رکھتا اس سے زیادہ زر کی کثرت کے زمانے میں رکھے گا۔ لیکن میری دانست میں یہ کوئی ممکنہ اور اغلب نتیجہ نہیں ہے! یہ فرض کرنے کی کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ زر کثیر المقدار ہو جانے کی صورت میں اس کو مختلف طریقہ پر استعمال کیا جائے گا۔ اگر حقیقت میں زر کی مقدار میں ایسے حالات میں اضافہ واقع ہو، جن کے تحت اس کی عام قبولیت باقی نہ رہے (جیسا کہ کاغذی زر کی کثرت سے ہوا کرتا ہے)، تو زر کا استعمال اور اس کی طلب متاثر ہوگی[۱]۔ لیکن محض فلز یا زر کی دوسری قسموں کا اضافہ، جن کو عام قبولیت حاصل ہے، استعمال و رواج میں اس کی نقل پذیری کو متاثر نہیں کر سکتا! اور ہر اکائی کے اثر کو جو کہ وہ قیمتوں کی تشکیل پر ڈالتی ہے کم نہیں کر سکتا۔ یہ سچ ہے کہ ہر فرد جس کی آمدنی میں پہلے کی نسبت اضافہ ہو جائے، ممکن ہے کہ اپنے استعمال کے طریق کو بدل دے۔ ایک متمول اور خوش حال شخص ایک کم استطاعت رکھنے والے شخص کے مقابلے میں اپنی آمدنی اور خریداریوں کی نسبت بالعموم زر نقد کی زیادہ مقدار ذخیرہ میں محفوظ رکھے گا، اور اس زر کی گردش کی رفتار جو اس کے ہاتھ سے گزرے گا بہت دھیمی ہوگی۔ لیکن اگر قوم کے سب اشخاص پہلے سے زیادہ متمول ہو جائیں اور اس طرح کہ زر کی تقسیم سب افراد اور جماعتوں کے درمیان یکساں ہو تو آلۂ مبادلہ کو استعمال کرنے کے طریق پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ زر کی مقدار میں جتنا اضافہ ہوا ہے اس کے تناسب سے کسی مقررہ وقت میں اشیا خریدنے کے لیے قیمت ادا کی جائے گی، اور زر کی مقدار کے عام اضافہ کے تناسب سے عام قیمتوں میں اضافہ نمودار ہوگا۔

۶۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ اس باب میں زر کی قدر کی تہ میں جو اصول مضمر ہیں، ان پر اس مفروضے کی بنا پر بحث کی گئی ہے کہ محض فلزاتی زر استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ حالت، اس پیچیدہ صورت سے بظاہر بہت مختلف ہے جس کو ہم مہذب ممالک کے حقیقی حالات میں موجود پاتے ہیں، جہاں نہ صرف فلزاتی زر بلکہ زر کاغذ اور ایک پیچیدہ آلۂ اعتبار مطالبات کی ادائی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں۔ لیکن اگر

[۱] اس کی تشریح کے لیے دیکھو باب ۳ (فصل ۱)۔

باب ۱۳ زر کی مقدار اور قیمتیں

ان اصول کا اطلاق ان حالات پر مناسب طریقے پر کیا جائے تو یہاں بھی وہ اصول صادق آتے ہیں۔ بجائے یہ کہنے کے کہ قیمتوں کی عام سطح کا دار و مدار (دوسرے حالات مساوی رہنے کی صورت میں) فلزاتی زر کی مقدار پر ہے، ہمیں یہ کہنا پڑے گا کہ قیمتوں کی عام سطح، زر اور اس کے نائبین کی مجموعی مقدار یا مجموعی قوت خرید بہ شکل زر پر مبنی ہوتی ہے۔ جیسے جیسے اس مجموعی قوت خرید میں اضافہ یا تخفیف ہوتی ہے ویسے ویسے قیمتیں بڑھیں گی، یا گھٹیں گی، بشرطیکہ: دوسرے حالات مثلاً بازار میں فروخت کی غرض سے اشیا کی آمد وغیرہ مساوی اور یکساں فرض کی جائے۔ لیکن ایک طرف اس مجموعی قوت خرید اور دوسری طرف سونے یا دوسرے فلزی سکے کی مجموعی مقدار کا باہمی تعلق بہت ہی پیچیدہ اور دقت طلب سوال ہے۔ اس سوال کو اس وقت تک حل نہیں کیا جا سکتا جب تک کہ فلزاتی زر کے سب بدلوں اور اعتباری ادائی کے کل آلے کو نہ جانچ لیا جائے[۱]۔ چنانچہ موجودہ باب کے نتائج کو محض عارضی سمجھنا ضروری ہے۔ بایں ہمہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ انجام کار یہ نتائج صادق آتے ہیں۔ قلیل مدت یا کئی سالوں کی مدت کے لیے فلزاتی زر اور قیمتوں کے تعلق کو دریافت کرنا اکثر دقت طلب ہوتا ہے۔ بلکہ ایک طویل مدت میں بھی زر کی قدر کی ٹھیک اس معکوس نسبت کو معلوم کرنا کبھی ممکن نہیں جس کا استخراج گزشتہ صفحات میں بطور نتیجہ کیا گیا۔ اس کے برعکس طویل مدت میں فلزاتی زر کی مقدار اور قیمتوں کا باہمی تعلق واضح ہو جاتا ہے۔ رہا قیمتوں اور مجموعی قوت خرید بحوالہ زر کا باہمی مقداری تعلق، تو وہ غیر متزلزل رہتا ہے۔

248

---

[۱] دیکھو باب ۳۰ جس میں قیمت کے نظریہ پر از سر نو بحث کی گئی ہے، اور مستثنیات کی تشریح کی گئی ہے۔

249

باب نوزدہم

فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے

(۱) قیمتی فلزات کی قدر و قیمت، ان کے اختتامی مصارف کی بنا پر متعین ہونے کی راہ میں حسب ذیل رکاوٹیں ہیں: (ا) ان کا دیرپا اور غیر زوال پذیر ہونا؛ (ب) ان کی بے قاعدہ اور اتفاقی پیداوار؛ (ج) رسد کے نئے ذرائع کا غیر متوقعہ وقوع۔ (۲) تاریخ سے چند مثالیں۔ سولھویں صدی کا امریکی فلز اور ۱۵۰۰ء تا ۱۶۵۰ء میں قیمتوں میں انقلاب۔ (۳) آسٹریلیا اور کیلی فورنیا میں سونے کی دریافت (۱۸۵۰ء) اور ان کے مقابلتہً خفیف اثرات قیمتوں پر۔ (۴) ۱۸۹۰ء کے بعد سے سونے کی رسد کا اضافہ اور قیمتوں پر اس کا اثر۔ (۵) طویل مدتوں کے لیے سونے کی قدر، رسد کے اختتامی ذریعہ کا تعین کرتی ہے، لیکن اختتامی ذریعۂ رسد سونے کی قدر کو متعین نہیں کرتا۔

۱۔ گزشتہ باب میں زر کی قدر و قیمت پر اس حد تک بحث کی گئی جس حد تک کہ طلب و رسد اس کو براہ راست متاثر کرتی ہے۔ لیکن فلز کی رسد، مثل کسی دوسری شے کی رسد کے، اس کی قدر کے زیر اثر ہوتی ہے۔ جب قدر بڑھتی ہے تو رسد کے بڑھ جانے کا امکان ہوتا ہے؛ اور جب قدر گھٹ جاتی ہے تو رسد کے گھٹ جانے کا

باب ۱۹
فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے

امکان ہوتا ہے۔ فلزات زمین کے زیریں طبقات سے اور معدنیات سے بلکہ زیادہ تر معدنیات سے برآمد کئے جاتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ ان کی رسد کے حالات کیا ہوتے ہیں؟

عام طور سے جو اشیا معدنیات سے برآمد کی جاتی ہیں، وہ تغیر پذیر مصارف اور تقلیل پذیر حاصل کے مظاہر پیش کرتی ہیں۔ سب کانیں یکساں نہیں ہوتیں، بعض اچھی ہوتی ہیں اور بعض خراب۔ کسی ایک کان میں، جب اس سے زیادہ مقدار نکالنے کی کوشش کی جاتی ہے، مصارف بھی جلد یا دیر سے بڑھ جاتے ہیں۔ اس طرح عام استدلال کی بنیاد پر یہ توقع قائم کرنے کی طرف ہماری رہبری ہوتی ہے، کہ قیمتی فلزات کی قدر سب سے خراب کانوں کے مصارف پیدائش کے متناسب و مطابق ہوگی، یا بہترین کانوں کے سب سے خراب جزو کے مصارف پیدائش کے متناسب ہوگی: گویا ہم یہ توقع کرسکتے ہیں کہ فلزات کی قدر، اختتامی مصارف پیدائش کے مطابق قرار پاتی ہے۔

بایں ہمہ واقعہ یہ ہے کہ فلزات کی قدر اور ان کے مصارف پیدائش کے درمیان اس قسم کا کوئی قریبی تعلق تو درکنار تخمینی یا کم و بیش تناسب یا تطابق بھی نہیں قائم کیا جا سکتا؛ کم از کم سونے کے بارے میں تو یہ صورت حال ضرور ہی صادق آتی ہے۔ رہی چاندی تو یہ تطابق یا تناسب موجودہ زمانہ میں غالباً نسبتہً قریب تر ہوگیا ہے۔ بایں ہمہ انسان کی سرگزشت و تاریخ کے بیشتر حصے میں سونے اور چاندی دونوں کی حد تک قیمت اور مصارف کے مابین کوئی باقاعدہ تعلق مساوی طور سے مفقود رہا ہے۔ نظری لحاظ سے اس عدم تطابق کے تین بڑے سبب ہیں: (۱) قیمتی دھاتوں کا غیر زوال پذیر اور دیرپا ہونا، (۲) کان کنی کی اتفاقی نوعیت۔ اور (۳) رسد کے نئے ذرائع کی بے قاعدہ دریافت۔

250

ان تین اسباب کے منجملہ، پہلا سبب سب سے زیادہ اہم ہے۔ قیمتی فلزات کے دیرپا ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ پیداوار کی مقدار کی تبدیلی اس کے مجموعی ذخیرے پر بہت کم اثر ڈالتی ہے۔ اکثر اشیا کی یہ حالت ہوتی ہے، کہ جو رسد پانچ سال قبل تیار ہوتی ہے وہ بازار میں باقی نہیں رہتی؛ اور یہ بات لوہا اور تانبا جیسی دیرپا اشیا کے متعلق بھی صادق آتی ہے۔ پانچ سال قبل جو لوہا کان سے نکالا گیا ہو وہ ممکن ہے

باب ۱۹
فلزاتی زر کے مصارف عمل قدر کی نسبت سے

کہ اب بھی موجود ہو؛ لیکن چونکہ اس سے متعدد ہتھیار اور آلات بن چکے ہیں جو مختلف طریقوں سے زیر استعمال رہتے ہیں، اس لیے یہ لوہا بازار کی رسد میں شمار نہیں کیا جا سکتا علیٰ ہذا سونا اور چاندی بھی جہاں تک کہ صنعتوں میں ان کا استعمال کیا جاتا ہے وہاں تک، بڑی حد تک مستقل طور سے بازار سے غائب ہو جاتے ہیں؛ لیکن سونا اور چاندی جو بطور زر استعمال کیے جاتے ہیں، غیر معین مدت تک زر کے بازار میں باقی و برقرار رہتے ہیں۔ بلکہ اگر مصارف پیدائش میں بڑی حد تک تخفیف بھی کر دی جائے اور سالانہ پیداوار میں خاصا اضافہ کر دیا جائے تو بھی زر کے ذخیرے میں بہت تدریجی طریق سے تبدیلی ہوتی ہے، اور اس کی قدر و قیمت پر بہت دیر میں اور بہت دھیما اثر پڑتا ہے[1]۔

پھر نسل انسانی کی پوری تاریخ کے دوران میں معدنیات میں پیدائش کے حالات خود بہت بے قاعدہ رہے ہیں: چنانچہ ان کی بے قاعدگی کا سلسلہ اب بھی قائم ہے گو

---

[1] ۱۹۰۷ء میں اندازہ کیا گیا کہ اس سال سونے کا ذخیرہ کل دنیا میں تقریباً بقدر ۰۰۰,۰۰۰,۲۰۰,۲ ڈالر تھا۔ (دیکھو ہیلفریش کی کتاب موسوم بہ "سونا" شائع شدہ ۱۹۰۹ء صفحہ ۳۰۲) اس سال کی پیداوار بقدر ۰۰۰,۰۰۰,۴۰۰ ڈالر تھی؛ جس کے منجملہ صنعتوں میں ۱۳۰ سے ۱۵۰ ملین ڈالر سونا استعمال ہوا۔ اگر اس مقدار کو سالانہ پیداوار میں سے منہا کر دیا جائے تو زر کے ذخیرہ میں اس سال تقریباً ۰۰۰,۰۰۰,۳۰۰ ڈالر کا خالص اضافہ ہوا جو دنیا کے مجموعی ذخیرہ کا تقریباً ۴ فی صد ہے۔ اس سے قبل کے سالوں میں کبھی اتنا بڑا سالانہ اضافہ مطلق و تناسب طریقے پر مجموعی ذخیرہ میں نہ ہوا تھا۔ مندرجہ ذیل اعداد سے وہ فرق ظاہر ہو گا جو ایک طرف سونے، اور دوسری جانب دوسرے دو فلز یعنی لوہے اور تانبے کے مابین اس بارے میں تھا۔ ۱۹۱۲ء میں ریاستہائے متحدہ میں ۰۰۰,۰۰۰,۲۰۰,۱ پاونڈ وزنی تانبا پیدا ہوا جس میں سے نصف برآمد ہوا اور نصف ملک میں استعمال ہوا۔ اس کے علاوہ ۰۰۰,۰۰۰,۲۰۰ پاونڈ وزنی تانبا پرانے ظروف کا دوبارہ پگھلایا گیا۔ اس طرح اس سال امریکا کے بازار میں جتنا تانبا لایا گیا اس کا ۳/۴ حصہ اس سال کی پیداوار تھا۔ ۱۹۰۹ء میں اس کے بالمقابل لوہے کے اعداد نئی پیداوار کے لیے ۰۰۰,۰۰۰,۲۶ ٹن، اور پرانے پگھلائے ہوئے لوہے کے لیے ۰۰۰,۰۰۰,۵ ٹن تھے؛ بازار میں جتنی مقدار آئی اس کا ۵/۶ سے زائد حصہ اس سال کی پیداوار تھا۔ دنیا کی سونے کی رسد میں جتنے سونے کا اضافہ کیا گیا۔

باب ۱۰
فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے
251

اتنا نمایاں نہیں ہے۔ صرف چاندی اور سونے کی حد تک بے قاعدگی نہیں ظاہر ہوتی، بلکہ سب فلزات کی پیدائش میں ظاہر ہوتی ہے۔ پیشتر سے اس کا صحیح اندازہ قائم کرنا کہ زمین کھودنے سے کیا چیز برآمد ہوگی اور کتنی مقدار میں برآمد ہوگی بہت دشوار ہے۔ رہی ایسی معدنی پیداوار جو کثیر مقداروں میں زیر زمین پائی جاتی ہے اور ایسے حالات کے تحت کہ ان کی بنا پر باقاعدہ جانچ اور نمونوں سے اندازہ کرنا ممکن ہوتا ہے، عدم تیقن اور خطرات کا عنصر گو ہمیشہ موجود ہوتا ہے لیکن اس میں کمی ضرور ہو جاتی ہے: چنانچہ کوئلہ اور خام لوہے کے بارے میں یہی ہوتا ہے۔ تانبے کی کانوں کی کھدائی بدرجہا زیادہ تخمینی معلوم ہوتی ہے، اور سونے چاندی کا کانوں سے برآمد کرنا اس سے بھی زیادہ غیر یقینی اور تخمینی ہے۔ سونے اور چاندی کے بارے میں خطرات اور عدم تیقن کے عناصر بہت بڑی حد تک پائے جاتے ہیں، مصارف مختتم کے مطابق فلزات کی قیمت مقدار کا تعین و تقرر ہونے کی راہ میں دشواریاں اور رکاوٹیں بھی اسی کے بالمقابل بہت زیادہ ہیں۔

سونے اور چاندی کی پیداوار کا عنت محنت کرنے کے بعد نرے اتفاق اور قسمت سے دستیاب ہونا ہی صرف ایک دقت نہیں ہے بلکہ ایک اور چیز بھی اس وقت کو بڑھا دیتی ہے۔ اور وہ یہ کہ سونے اور چاندی کو کانوں سے برآمد کرنے میں ایک عجیب دلکشی و جاذبیت پائی جاتی ہے، اور دوسری فلزات کو برآمد کرنے سے پیشتر جتنا غور و خوض اور تخمینہ کیا جاتا ہے اس میں اس سے بدرجہا کم کیا جاتا ہے، عام طور سے یہی توقع کی جاتی ہے کہ نقصانات کے مقابلے میں منافع زیادہ ہوگا؛ گویا اس کی حالت بعینہ لاٹری یا قرعہ اندازی کے کھیل کی سی ہوتی ہے: یعنی، ہر شخص کی نظر انعام ہی پر ہوتی ہے، اور 'دار خالی' جانے کا کوئی لحاظ نہیں کیا جاتا۔ سونے کی کان کے معنی عرف عام میں "تمول" یا دولت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)۔ (یعنی مجموعی پیداوار نہیں بلکہ مسکوک مقدار) اس کی مقدار تقریباً اس زمانے میں یعنی ۱۹۰۷ء میں ۱۵۰،۰۰۰،۰۰۰ اونس تھی۔ مجموعی مسکوک سونے کی مقدار ۲۵۰،۰۰۰،۰۰۰ اونس تھی۔ اس طرح جو سونا زر کا کام کر رہا تھا اس کے مقابلے میں، اس سال کی پیداوار کی مقدار بقدر ۴ فی صد تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ اس زمانے کی نئی پیداوار کا فی صد غیر معمولی طور سے بڑا تھا۔ اور یہی غالباً سب سے بڑا فی صد ہے جو تاریخ میں عدیم النظیر ہے۔

باب ۱۹ فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے

کا خزانہ ہیں: چنانچہ بڑی امیدوں کے ساتھ قیمتی فلز کو کان کنی کے ذریعہ سے حاصل کرنے کی سعی لاحاصل میں مدبران سیاست، سیاحوں اور اصل داروں کو بڑے بڑے دھوکے ہوئے اور کچھ ہاتھ نہ آیا۔ بات یہ ہے کہ سونے چاندی کی کان کنی کے منفعت بخش ہونے کا دارومدار محض فلزات کے حاصل ہونے پر نہیں ہے، بلکہ ان کے کافی کم محنت اور مصارف کے ساتھ حاصل ہونے پر ہے۔ یہ ممکن ہے کہ فلزات کی کثیر مقدار دستیاب ہو لیکن ان کے نکالنے کے مصارف اس قدر کثیر ہوں کہ ان فلزات کا حاصل کرنا نہ کرنا دونوں مساوی ہو جائیں۔ بایں ہمہ مصارف اور پیداوار کا پیشگی تخمینہ کئے بغیر انسان کو ہمیشہ سے طلا و نقرہ کی کان کنی کی تحریص و ترغیب ہوتی رہی ہے۔ اس کاروبار میں حصہ لینے والے اکثر اشخاص نے ممکنہ صلے یا پیداوار کا اندازہ حد سے زیادہ قائم کیا۔ انھوں نے نہ صرف بے نتیجہ سعی کا کوئی خیال نہیں کیا بلکہ بڑی حد تک ناگزیر مصارف کی بھی پروانہ کی۔

اب حال حال میں یہ صورت پیدا ہوئی ہے کہ سونے اور چاندی کی کانوں کی کھدائی زیادہ باقاعدہ طریقے پر، بڑے پیمانے پر، اور کم خطرات کے ساتھ انجام دی جارہی ہے۔ اس تبدیلی کا باعث کان کنی کے طریقوں کی اصلاح و ترقی ہے: چنانچہ موجودہ زمانے میں ادنیٰ درجہ کی کچ دھاتوں سے بھی فلزات کامیابی کے ساتھ نکال لیے جاتے ہیں۔ اس کے برخلاف گزشتہ زمانہ میں زمین کے زیریں طبقات کے اندر کی زرریز ملائم تہوں اور نہایت اعلیٰ درجہ کے کچ دھات کے بہت ہی زرخیز ڈھیروں پر رسد کا زیادہ تر دارومدار ہوتا تھا۔ ایسے بخت آور مقاموں کا وقوع بے قاعدہ ہوتا ہے اور ان کے ایک دفعہ دریافت ہو جانے کے بعد بھی پیداوار مسلسل حاصل نہیں ہوتی؛ بلکہ بے قاعدہ طور سے حاصل ہوتی ہے۔ بعض تہیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان میں کچ دھات سے خالص فلز کی بہت کم مقدار دستیاب ہوتی ہے، لیکن وہ کثیر المقدار ہوتی ہیں اور ان کو آسانی کے ساتھ جانچا جاسکتا، اور بآسانی پیمائش کی جاسکتی ہے۔ بڑے پیمانے پر کلوں سے چلنے والا کارخانہ قائم کرکے اور کچ دھات اور فلز کی وسیع تہوں کی آزمائش کرکے کثیر المقدار پیداوار اور منافعہ حاصل کیا جاسکتا ہے؛ لیکن یہ پیداوار اور منافعہ اس سے کم بے قاعدگی کے ساتھ حاصل نہیں کیا جاسکتا جتنی کہ لوہے کی کچ دھات کی کان کنی میں ہوتی ہے۔ یہی بات دریای کان کنی پر صادق آتی ہے جس میں صرف دریاؤں کی تہوں کے برابر منتخب زیریں طبقوں کی کندیدگی نہیں ہوتی، بلکہ

252

طاقت دار "توانائی" کلوں کے ذریعے سے پہاڑی سلسلوں کے دامن بھی کاٹے اور کھودے جاتے ہیں۔ چنانچہ انیسویں صدی کے اواخر میں سونے اور چاندی کی پیداوار میں جو عظیم المقدار اضافہ شروع ہوا اس کا باعث بہی زیادہ کاروباری قسم کے کان کنی کے طریقے ہیں۔

تیسرا سبب، جو مذکورۂ بالا امور سے بہت قریبی تعلق رکھتا ہے، رسد کے نئے ذرائع کا اثر ہے۔ سب فلزات کی پیداوار اور ان کی قیمتوں پر، خاص کر موجودہ زمانہ میں اس عامل کا اثر بہت قوی رہا ہے: مثلاً، لوہے اور تانبے کے بارے میں۔ قیمتی فلزات کی حد تک یہ عامل خاص طور سے اہم رہا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے دیرپا ہونے کے نتیجے کے طور پر قدیم رسد میں نئی رسد اضافہ کر دیتی ہے۔ جب نئی اور زرخیز کانیں دریافت ہوتی ہیں تو ان کی پیداوار موجود الوقت ذخیرہائے فلز کو معدوم کر کے ان کی جا بجائی نہیں کرتی بلکہ صرف ان میں مزید اضافہ کر دیتی ہے۔ یہ بات جس حد تک کامیاب کانوں کی پیداوار کے بارے میں صادق آتی ہے، اسی حد تک خراب اور کم کامیاب کانوں کی پیداوار پر بھی صادق آتی ہے۔ گو یہ ممکن ہے کہ خراب کانوں کا استحصال کرنے والوں کو نقصان ہوا ہو، لیکن ان سے جو سونا برآمد ہوتا ہے وہ دنیا کے مجموعی ذخیرے میں مستقل اضافہ کرتا ہے۔ چنانچہ کسی مقررہ وقت میں جو سونے کا ذخیرہ موجود ہو وہ اچھی کانوں اور خراب کانوں کی پیداوار کا مجموعہ ہوگا! بے نام ونشان کانوں سے نکلے ہوئے پرانے ذخیرے موجودہ زمانے کی معروف کانوں کے ذخیروں میں مل جل گئے ہیں، اور ان سب ذخائر کی مجموعی مقدار ایک واحد ہم جنس ذخیرے پر مشتمل ہے، اور یہ اپنی مجموعی مقدار کے ذریعہ سے قدر پر اثر ڈالتی ہے۔

۲۔ قیمتی فلزات کی رسد کی عظیم تبدیلیوں میں سے بعض کی سرگزشت مذکورہ بالا عام بیانات کی تشریح و تمثیل کے طور پر پیش کی جاسکتی ہے۔

تاریخ سے جن بڑی اور نمایاں تبدیلیوں کا ثبوت ملتا ہے، ان میں ایک تبدیلی وہ ہے جو سولھویں اور سترھویں صدی کے وسط سے وسط تک وقوع پذیر ہوئی۔ اس سے سونے اور چاندی دونوں کی پیداوار اور رسد میں انقلاب عظیم نمودار ہوا۔ یوں تو محض سہولت بیان کی خاطر پچھلے صفحات میں زیادہ تر سونے کا ذکر کیا گیا؛ لیکن حال حال کے زمانے تک سونے کے مقابلے میں چاندی زر کی حیثیت سے زیادہ اہم فلز تھی۔ اس

باب ۱۹ خزانی زر کے مصارف اسکی قدر کی نسبت سے

عظیم انقلابی دور میں چاندی اور سونا ایک دوسرے سے قابل مبادلہ تھے، اور دونوں ساتھ ساتھ استعمال ہوتے تھے: چنانچہ اس دور کی حد تک ان دونوں کی رسد اور قدر پر اسی طرح بحث کی جاسکتی ہے کہ گویا وہ ایک ہی فلز تھے۔

قرون وسطیٰ اور نشاۃ ثانیہ کے دوران میں قیمتی فلز مقابلۃً کم مقدار میں تھے۔ ان کا ایک جزو تو سلطنت روما کے زمانہ کا ترکہ تھا؛ اور بقیہ حصہ کانوں سے برآمد کیا گیا تھا، خاص کر چاندی، جو جرمنی، سویڈن، بوہیمیا اور ہسپانیہ میں نکالی گئی تھی۔ قیمتوں کی عام سطح پست تھی۔ جہاں تک کہ اس زمانہ اور موجودہ زمانے کی اشیا کی قیمتوں کا ایک دوسرے سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے وہاں تک یہ معلوم ہوتا ہے کہ پندرھویں صدی میں جو قیمتیں رائج تھیں وہ انیسویں صدی کی مروجہ قیمتوں کا ۱/۴، ۱/۵ تھیں۔ یہ بھی ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ جنس کی شکل میں مطالبات کی ادائی کا طریق اس وقت بھی بڑی حد تک رائج تھا؛ چنانچہ سونے اور چاندی کی جتنی رسد موجود تھی اس سے ایسی اشیا کی بہت ہی محدود تعداد کا مبادلہ انجام دینے کا کام لیا جاسکتا تھا جو تیار کی جاتی اور صرف میں آتی تھیں۔ سولھویں صدی میں امریکا کی دریافت نے رسد میں عظیم اضافہ کی جانب رہبری کی۔ ۱۵۱۹ء تا ۱۵۲۱ء میں جب میکسیکو فتح ہوا، اور اس کے چند ہی سال بعد پیرو مسخر ہوا، تو کثیر المقدار مجتمعہ خزانے ہسپانویوں کے ہاتھ لگے۔ اور پھر ان ملکوں میں جو زرخیز معدنیات تھے (جن میں سے بعض کا حال وہاں کے اصلی باشندوں کو معلوم تھا، اور بعض نئی کانیں ہسپانویوں نے دریافت کیں) ان کی پیداوار ان خزانوں سے زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ چنانچہ ان معدنیات میں سے ایک معدن بمقام پوٹاسی ۱۵۴۵ء میں دریافت ہوا۔ اس کی پیداوار زیادہ تر چاندی تھی؛ چنانچہ یورپ کے زر کی رسد میں جو اضافہ ہوا وہ زیادہ تر اسی چاندی کی بدولت ہوا۔ سولھویں صدی کے ابتدائی عشروں میں چاندی کی مجموعی پیداوار اوسطاً ۱،۵۰۰،۰۰۰ اونس سالانہ ہوتی تھی، ۱۵۲۱ء تا ۱۵۴۴ء میں مقدار بڑھ کر ۳،۰۰۰،۰۰۰ اونس سالانہ ہوگئی، اور ۱۵۴۵ء کے بعد سے (یعنی پوٹاسی کے دریافت کے بعد سے) سالانہ پیداوار بڑھ کر ۱۰،۰۰۰،۰۰۰ اونس ہوگئی۔ اس کے بعد کی دو صدیوں تک موخر الذکر مقدار کے لگ بھگ چاندی سالانہ پیدا

باب ۱۹
فلزاتی زر کے
مصارف اعلیٰ
قدر کی نسبت
سے

ہوتی تھی[۱]۔

ہسپانیہ کے بڑے بڑے خزانہ لاد کر لانے والے جہازوں کے ذریعے سے یہ نو حاصل فلز یورپ پہنچی۔ راستے میں اس کا ایک حصہ انگریز اور ولندیزی بحری ڈاکوؤں نے لوٹ لیا؛ لیکن بیشتر حصہ ہسپانیہ میں آیا، اور وہاں سے یورپ میں پھیل گیا۔ خود ہسپانیہ میں چاندی کی بہت کثیر مقدار گردش میں نہ رہتی تھی، اس کو ہسپانوی بادشاہ خاص کر چارلس پنجم، فلپ دوم اور فلپ چہارم اپنی فوجوں کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے اٹلی، فرانس، جرمنی اور ہالینڈ بھجوایا کرتے تھے۔ بغرض ایک نہ ایک ذریعہ سے کل یورپ میں سونا اور چاندی پھیل گئی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں پہلے زر مروج نہ تھا وہاں اب رائج ہو گیا، جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا؛ جہاں جہاں وہ گیا وہاں مبادلۂ اشیا بالاشیا کے نظام کی بجائے زر اور مبادلۂ زر کا نظام قائم ہونے میں سہولتیں پیدا ہو گئیں۔ لیکن اس انجذاب فلزات کی بدولت فلزات کی مقدار میں اس قدر اضافہ ہو گیا کہ تبادلۂ اشیا کے مقابلے میں زر کی مقدار بہت بڑھ گئی اور اس طرح وہ صورت نمودار ہوئی جس کو 'سولھویں صدی کا قیمتوں کا انقلاب' کہا جاتا ہے۔

254

اس طرح یورپ کی مجموعی رسد کا اندازہ حسب ذیل کیا گیا ہے[۲]:-

سال	سونا (بحساب اونس)	چاندی (بحساب اونس)
سنہ ۱۴۹۳	۱۷،۶۸۲،۵۰۰	۲۲۵،۰۵۰،۰۰۰
سنہ ۱۵۴۴	۲۶،۲۰۲،۲۵۰	۲۹۵،۴۵۸،۵۰۰
سنہ ۱۶۰۰	۳۸،۳۲۲،۸۰۰	۷۷۱،۶۰۰،۰۰۰
سنہ ۱۶۶۰	۴۸،۲۲۵،۰۰۰	۱،۰۰۵،۳۳۰،۵۰۰

اس طرح اس سونے اور چاندی کی مجموعی قیمت بحوالہ ڈالر سنہ ۱۴۹۳ میں ۵،۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر تھی،

[۱] قیمتی فلزات کی سالانہ پیداوار کے اعداد ریاستہائے متحدہ کے ناظم دار الضرب کی رپورٹوں میں باقاعدہ طور سے دیے جاتے ہیں۔

[۲] میں نے یہ اعداد ویب سے اخذ کیے ہیں، اور کیلوگرام کو اونس میں تبدیل کر دیا ہے۔ یہ زیادہ تر کم و بیش اندازے

باب ۱۹
طلائی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے

سنہ ۱۶۰۰ء میں ۱۲۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر ہوئی اور سنہ ۱۶۶۰ء میں بڑھ کر ۲،۵۰۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر ہوگئی۔ سولھویں صدی کے آغاز میں قیمتوں کی جو سطح تھی وہ سترھویں صدی کے وسط تک بڑھ کر دو چند یا سہ چند ہوگئی۔ یہ تبدیلیاں زیادہ تر سو سال کی مدت یعنی سنہ ۱۵۵۰ء تا سنہ ۱۶۵۰ء میں واقع ہوئیں۔ اس صدی میں نہ صرف مختلف سمتوں میں اہم اور عظیم صنعتی انقلابات رونما ہوئے، بلکہ اہم سیاسی و معاشری تغیرات بھی وقوع پذیر ہوئے، اور سب تبدیلیوں پر قیمتوں کے اضافے کا اثر پڑا، اور ان میں پیچیدگیاں پیدا ہوئیں۔

255 قیمتوں کے اس نمایاں اضافہ، یعنی قدر زر کی تخفیف کی وجہ، بلاشبہ قیمتی فلزات کی مقدار کا اضافہ تھا۔ مگر یہ کہنا کہ زر کی قدر کا تعین یا اس کی پیمائش فلزات کے مصارف پیدائش کی تبدیلی کی بنا پر ہوئی غلط اور گمراہ کن ہوگا۔ پیرو اور میکسیکو میں مزدوروں سے، جن کی حیثیت نیم غلاموں کی سی تھی، وحشی ہسپانوی کانوں میں جبراً کام لیتے تھے؛ اگرچہ ان زرخیز کانوں سے قیمتی فلزات کی کثیر مقدار برآمد ہوئی، لیکن یہ کہنا کہ ان کی قدر مصارف کے مطابق تجارتی طریق پر متعین ہوئی بالکل لغو اور مہمل ہوگا۔

سترھویں صدی کے وسط تک توازن یا میزان کی سی کیفیت پیدا ہوگئی تھی۔ یہ سچ ہے کہ کانوں سے فلزات کی رسد اتنی ہی کثیر مقدار میں نکل رہی تھی جتنی کہ ۱۵۴۵ء کے بعد سے نکل رہی تھی؛ بلکہ اٹھارویں صدی میں کسی قدر بڑھ بھی گئی۔ لیکن موجودہ ذخیرہ اس قدر بڑھ گیا تھا کہ مزید اضافوں کا اثر نسبتہً بہت معمولی اور حقیر تھا۔ فراہم شدہ ذخیرہ کے دیرپا ہونے کی وجہ سے اس کی قدر میں اچھی خاصی ثبات پذیری پیدا ہوگئی تھی۔ علاوہ ازیں آبادی اور دولت میں بھی مستقل اضافہ اور ترقی ہوتی گئی۔ فنون اور صنائع میں اصلاحات عمل میں آئیں، اور اس طرح فروخت ہونے والی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: ہیں؛ چنانچہ سنہ ۱۴۹۳ء کے اعداد (جہاں سے آغاز کیا گیا ہے) سب سے زیادہ غیر یقینی ہیں۔ علاوہ ازیں یہ اندازے قیمتی فلز کے مجموعی ذخیرے سے متعلق ہیں نہ کہ مسکوک فلز کے ذخیرے سے۔ میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ مسکوک فلز کی رسد کا اضافہ خود اس سے زیادہ ہے جتنا ان اعداد سے ظاہر ہوتا ہے؛ لیکن یہ محض خیال ہے کوئی تحقیقی چیز نہیں ہے۔ (مصنف)

اشیا کی مقدار میں گوناگوں اضافہ ہوگیا۔ اسی وجہ سے سترھویں صدی کے آخر نصف اور اٹھارھویں صدی کے بیشتر حصے میں، قیمتوں کی سطح بڑی حد تک ثبات پذیر رہی؛ اور بڑھنے کی بجائے اس کا رجحان ایک حد تک گھٹنے کی طرف ہی رہا۔ انیسویں صدی کے نصف اول حصے میں قیمتوں کا رجحان نمایاں طور سے، اگرچہ بہت دھیمی رفتار کے ساتھ، گھٹنے کی طرف رہا۔ قیمتوں میں اس طرح تخفیف کے رجحان کی وجہ قیمتی فلزات کی رسد کی تخفیف نہ تھی؛ بلکہ اس کے برعکس چاندی کی پیداوار بہت بڑھ گئی تھی، اور سونے کی مقدار اپنے حال پر قائم تھی۔ لیکن اٹھارویں صدی کے صنعتی انقلاب سے صنعت اور تجارتی کاروبار میں جو وسعت پیدا ہوگئی تھی، وہ روز افزوں بڑھ رہی تھی؛ اور کاروبار کی مقدار میں زر کی رسد کے مقابلے میں بہت زیادہ سرعت سے اضافہ ہو رہا تھا۔

۴۔ قیمتی فلزات کی پیداوار میں ایک اور اہم اور دور رس تبدیلی کا آغاز تقریباً ۱۸۵۰ء میں ہوا۔ اب کی مرتبہ سونے پر زیادہ تر اثر پڑا؛ آسٹریلیا اور کیلی فورنیا میں، تقریباً ایک ہی زمانہ میں، بہت کثیر مقدار میں، کانوں سے سونا برآمد ہوا۔ ۱۸۲۰ء تا ۱۸۴۰ء میں سونے کی سالانہ اوسط پیداوار تقریباً ۵۰۰،۰۰۰ اونس تھی؛ یہ ۱۸۵۱ء تا ۱۸۶۰ء میں بڑھ کر اوسطاً ۶،۰۰۰،۰۰۰ اونس سالانہ سے زائد ہوگئی؛ اور یہ شرح پیدائش بغیر کسی قسم کی تبدیلی کے تقریباً نصف صدی تک برقرار رہی۔ سونے کی سالانہ رسد کی تخمینی قیمت بحوالۂ ڈالر ۱۸۲۰ء تا ۱۸۴۰ء میں ۱۰،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر تھی، لیکن ۱۸۵۰ء تا ۱۸۹۵ء میں وہ بڑھ کر تقریباً ۱۲۵،۰۰۰،۰۰۰ ڈالر ہوگئی۔ گویا ۱۸۵۰ء تا ۱۸۷۵ء کی پچیس سالہ مدت میں، اتنا ہی سونا کانوں سے نکلا اور دنیا کے مجموعی ذخیرے میں شامل کیا گیا جتنا کہ اس سے پیشتر کی ساڑھے تین صدیوں میں، یعنی ۱۴۹۲ء سے ۱۸۵۰ء تک۔ اگر ۱۸۴۰ء کو حد فاصل یا خط فارق قرار دیا جائے (اسلئے کہ ۱۸۴۰ء تا ۱۸۵۰ء میں سونے کی پیداوار میں نمایاں اضافہ ہوا)، تو یہ معلوم ہوگا کہ ۱۴۹۲ء اور ۱۸۴۰ء کے مابین جتنی پیداوار ہوئی اس سے ۱۸۴۰ء تا ۱۸۷۵ء کی پیداوار کی مقدار نمایاں طور سے اور بدرجہا زیادہ تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ زر کے ذخیرے میں اس سے بھی بہت زیادہ تبدیلی رونما ہوئی۔ ۱۴۹۲ء تا ۱۸۵۰ء میں جو مقدار فلزات

256

باب ۱۹
فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے

کی برآمد ہوتی تھی، اس کے منجملہ ایک بڑا حصہ گھسائی اور فرسودگی، صنعتی انجذاب اور مشرقی ممالک کو منتقل ہو جانے کی وجہ سے ضائع ہو گیا تھا (یورپ کے ملکوں کے نقطۂ نظر سے مشرق کی طرف فلزات کی نقل، تضئیع کے مساوی تھی)۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں سونے کے سکوں کی مجموعی مقدار تخمیناً ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۸ ۳ اونس تھی یا بجوالۂ زر تقریباً ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۸ ڈالر تھی۔ پیدائش کی رفتار اس قدر تیز تھی کہ سنہ ۱۸۶۰ء تک زر کے مجموعی ذخیرہ (اس عشرے میں صنعتی صرف کا لحاظ کرنے کے بعد) کا اندازہ ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۸۰ اونس یا بجوالۂ زر بقدر ۰۰۰،۰۰۰،۰۰۰،۸۰۰،۱ ڈالر کیا گیا تھا: گویا دس سال کی مدت میں زر کی رسد بڑھ کر دو چند ہو گئی۔[۱]

بایں ہمہ سنہ ۱۸۵۰ کے بعد قیمتوں پر جو اثر پڑا وہ اس سے قبل کے زمانے کے مقابلے میں خفیف تھا۔ یہ سچ ہے کہ سنہ ۱۸۵۰ کے بعد یورپ اور ریاستہائے متحدہ میں قیمتیں بڑھ گئیں، اور تقریباً ربع صدی تک مقابلۃً بلند سطح پر رہیں۔ لیکن یہ اضافہ صرف بقدر ۲۰ یا ۳۰ فی صد ہوا؛ امریکا کی دریافت کے بعد قیمتوں میں جو انقلاب رونما ہوا تھا ویسا اب نہ ہوا۔

اس امر کی تشریح کہ بظاہر اس قدر قوی سبب کا اس قدر خفیف اثر کیوں پڑا، متعدد جہتوں میں مل سکتی ہے۔ سب سے اول تو یہ کہ زر کی طلب میں بتدریج مستقل اضافہ نمودار ہوا، مہذب دنیا تیزی کے ساتھ ترقی کے راستے پر جا رہی تھی اور اشیاء کے مجموعی ذخیرے میں جو تیار کی جا رہی تھیں، اور جن کا مبادلہ کیا جا رہا تھا، روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ اور دوسرے یہ کہ (اور یہ بات سنہ ۱۸۵۰ کے بعد کے متصل عشروں میں زیادہ اہمیت رکھتی تھی) موجودہ ذخیرے میں، جو نہ صرف سونے پر مشتمل تھا بلکہ چاندی اور سونے دونوں پر مشتمل تھا، اور ان دونوں دھاتوں کے بنائے ہوئے سکے مساوی آزادی کے ساتھ استعمال کئے جاتے تھے، سونے کی مزید رسد کا اضافہ ہو رہا تھا — اس ذخیرے میں سنہ ۱۸۵۰ء میں چاندی جزو اعظم تھا۔ اور سب سے آخر میں یہ کہ سونے کی نئی رسد

257

[۱] میں نے یہ اعداد سوئٹ بیر کی کتاب موسوم بہ Materials on the Silver Questions شائع شدہ سنہ ۱۸۸۶ (انگریزی ترجمہ ص ۱۵۰) سے اخذ کئے ہیں۔

باب ۱۹ فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے

ایک حد تک صرف چاندی کو ہٹا کر اس کی جانشین بن رہی تھی؛ اس جانشینی یا یا بجائے کے عمل کے متعلق تفصیلی بحث اس وقت کی جائے گی جب کہ فلز ینیت کے موضوع پر بحث ہوگی۔[1] یہاں صرف اتنا کہدینا کفایت کرے گا کہ فرانس اور دوسرے دو فلزی طریق والے ملکوں میں سونے کی کثیر مقدار محض چاندی کی جانشین بننے میں صرف ہوئی اور اس طرح جو چاندی فالتو بچ رہی وہ مغربی ممالک سے نکل کر شرقی ممالک میں کھپ گئی اور اول الذکر ممالک کے نقطۂ نظر سے گویا بالکل ضائع ہوگئی۔ جہاں تک کہ ایک فلز کا دوسری فلز کو ہٹا کر اس کی جانشین بننے کے عمل کا تعلق ہے وہاں تک سونے کی نئی رسد نے یورپ کے فلزاتی زر کے ذخیرہ کی ترکیب کو بدلنے کا کام انجام دیا؛ لیکن اس سے مجموعی مقدار میں کوئی بڑا اضافہ نہ ہوا۔ فی الحقیقت زر کی مجموعی مقدار میں اچھا خاصا اضافہ ہوا جو اشیا کی کثیر مقدار کے مقابلے میں نسبتہً بہت زیادہ تھا۔ چنانچہ اسی کی وجہ سے قیمتوں میں اضافہ واقع ہوا؛ بایں ہمہ یہ اضافہ اسی معتدل حد تک ہوا جس کو اوپر بیان کیا گیا۔

۴۔ ہم سردست انیسویں صدی کے آخری ربع حصے میں قیمتوں میں جو تخفیف واقع ہوئی، اس کی بحث کو نظر انداز کرتے ہیں؛ اس لیے کہ اس دور پر فلز ینیت کی بحث کے سلسلے میں زیادہ موزونیت کے ساتھ نظر ڈالی جاسکتی ہے۔ انیسویں صدی کے آخری سالوں اور بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں کے دوران میں، سونے کی پیداوار میں ایک اور بڑی تبدیلی ظاہر ہوئی۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں کیلی فورنیا اور آسٹریلیا کی کانوں کی دریافت کے بعد سے سونے کی سالانہ پیداوار تقریباً غیر متبدلہ حالت میں رہی۔ سنہ ۱۸۸۰ء تا سنہ ۱۸۹۰ء کے عشرے میں تخفیف کا خفیف سا رجحان ظاہر ہوا؛ لیکن کوئی نمایاں تبدیلی نہ ہوئی۔ اس کے بعد سے پیدائش میں سرعت سے اضافہ ہوا؛ چنانچہ انیسوی صدی کے اختتام سے قبل اس کی مقدار دو چند ہوگئی؛ اور اس کے بعد کے پانچ سال کے اندر وہ بڑھ کر چہار چند ہوگئی۔ سنہ ۱۸۸۰ء تا سنہ ۱۸۹۰ء میں سالانہ پیداوار اوسطاً تقریباً بقدر ۱۰۰,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر تھی؛ سنہ ۱۹۰۰ء میں وہ بڑھ کر ۲۵۰,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر سے

---

[1] دیکھو اس کے بعد کا باب۔

باب ۱۹
فلزاتی زر کے مصارف اسکی تعدد کی نسبت سے

زائد ہوگئی؛ اور ۱۹۱۰ء میں بقدر ۴۵۵,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر ہوئی - یہ ایک نہایت عجیب و غریب تبدیلی تھی! ۱۸۵۰ء تا ۱۸۹۰ء کے چالیس سالوں میں سونے کی جتنی مجموعی پیداوار ہوئی اس سے ۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۰ء کی بیس سالہ پیداوار بہت زیادہ تھی؛ اور ان دو ادوار میں سے ہر ایک دور میں جتنی پیداوار ہوئی اس کی مقدار ۱۴۹۳ء تا ۱۸۵۰ء کی ۳ $\frac{1}{2}$ صدیوں کی پیداوار کی مقدار سے بدرجہا زیادہ تھی[1]۔

258

بیسویں صدی کے ابتدائی عشرے یعنی ۱۹۰۰ء تا ۱۹۱۰ء میں نہ صرف مغربی ممالک میں بلکہ کل دنیا میں عام قیمتوں کی سطح میں جو اضافہ ہوا، اس کی بنیاد سونے کے ذخیرہ کا عظیم اضافہ تھا - اب یہاں اس امر پر غور کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ کون سے دوسرے اسباب کام کر رہے تھے، اور اضافۂ قیمت کی توجیہ کے سلسلے میں سیدھے سادے نظریۂ مقدار زر میں کس حد تک ترمیم کرنا ضروری ہے - سونے کی رسد کا اضافہ سب سے اہم اور نمایاں سبب تھا - اس دور میں ایک حالت، جو ۱۸۵۰ء تا ۱۸۷۵ء میں قیمتوں کے اضافے کے روکنے کا باعث تھی، موجود نہ تھی، اور وہ حالت سونے کا چاندی کو رواج سے ہٹا کر اس کی جانشین بننے کی تھی - سونا اس وقت تک چاندی کو میدان سے ہٹانے میں کامیاب ہو چکا تھا، اور چاندی ہمیشہ کے لیے رواج سے ہٹ گئی تھی؛ یا اس کی حیثیت کم از کم ایک ذیلی سکے کی ہو گئی تھی - سونے کے ذخیرے میں جو اضافہ ہوا تھا وہ مغربی ممالک کے زر کے ذخیرے میں خالص اضافہ تھا، اور حقیقت میں یہ ایک بہت ہی غیر معمولی اضافہ تھا - اس میں شک نہیں کہ اشیا کی مقدار کے مستقل اور روز افزوں اضافہ نے، سونے کی روز افزوں رسد کا مقابلہ کرنے کے لیے طلب میں اضافہ کر دیا؛ لیکن یہ امر مشتبہ ہے کہ آیا اس طلب میں متناسب اضافہ ہوا یا نہیں -

---

[1] سونے کی پیداوار کی حسب ذیل تقسیم کی جا سکتی ہے :-

(۱) ۱۴۹۳ء تا ۱۸۵۰ء کے ۳۵۷ سالوں میں سونے کی مجموعی پیداوار ۱۵۲,۰۰۰,۰۰۰ اونس ہوئی

(۲) ۱۸۵۰ء تا ۱۸۹۰ء " ۴۰ " " " " " ۲۳۲,۰۰۰,۰۰۰ " "

(۳) ۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۰ء " ۲۰ " " " " " ۲۸۴,۰۰۰,۰۰۰ " "

باب ۱۹ فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر سے نسبت

جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے، سونے کی نئی رسد زیادہ تر ادنیٰ درجہ کی کچ دھات سے حاصل کی گئی تھی؛ اور زیرین طبقات زمین کی ایسی کچی دھات کی تہوں سے جن میں سونے کا جزو بہت قلیل تھا، لیکن جن کی باقاعدہ طور سے بڑے پیمانے پر کندیدگی کی جاسکتی تھی۔ ایسی کچ دھات سے سونا نکالنا جس سے بحساب فی ٹن دس ڈالر سونا (یعنی نصف اونس) نکلے، منفعت بخش ہوتا ہے؛ گویا ایسی صورت میں سونے کا تناسب کچ دھات سے ۱: ۰۰۰ء۶۵ ہوتا ہے[1]۔ اس قسم کے سب سے مشہور ذرائع جنوبی آفریقہ میں ہیں، جہاں ٹرانسوال کی کانوں نے دولت کے شکاریوں کو پہنچنے کی ترغیب وتحریص دلائی جس کے نتیجے کے طور پر جیوٹ اور سخت جان بوئروں کے گلے میں محکومیت کا طوق پڑا۔ یہاں کا نام نہاد "ساحلی کوہستان" بہت وسیع الرقبہ اور زرخیز ہے۔ تنہا ٹرانسوال کی کانوں سے سالانہ اتنی ہی پیداوار ایک مدت دراز تک نکلتی رہی جتنی کہ آسٹریلیا اور کیلی فورنیا کے انکشافات کے زرخیز ترین دور میں کل دنیا کی سالانہ پیداوار ہوتی تھی۔ ریاستہائے متحدہ میں بلکہ تمام دنیا میں اب اس قسم کے جدید اور ترقی یافتہ طریقوں سے اسی کی مماثل تہوں کی کندیدگی کی جاتی ہے۔ امریکا کے کان کنی کے انجنیر اور منتظم اس اصلاح وترقی کی دوڑ میں سب سے اول رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ فلزات برآمد کرنے میں مزدوروں کی مہارت وخوبی کار ویسی ہی بڑھ گئی ہے جیسی کوئلہ یا لوہا برآمد کرنے کے کام میں یا اکثر مصنوعات تیار کرنے کے کام میں۔

259

سونے کی رسد کا یکساں اضافہ، خواہ وہ بڑا ہی کیوں نہ ہو، قیمتوں پر اپنے اضافہ کے ذریعہ سے بہت کم اثر ڈالتا ہے۔ ہر اضافہ موجودالوقت ذخیرہ کو مستقل طور سے بڑھا دیتا ہے؛ اور اس کے بعد کے یکے بعد دیگرے اضافے، اگرچہ ان کی مقدار بھی اسی کے مساوی بڑی ہوتی ہے، کل بڑھی ہوئی مقدار یا مجموعی ذخیرے کے مقابلے میں نسبتہً قلیل ہی ہوتے ہیں۔ رسد یا اضافہ، سلسلہ حسابیہ سے واقع ہوتا ہے؛ لیکن ابتداءً قیمتوں میں جس شرح سے اضافہ ہوا اگر اس شرح سے قیمتوں کے اضافہ کو جاری رکھنا ہو تو فلزات کی پیداوار

---

[1] ایسی کانیں بھی ہیں جو اچھے خاصے نفع سے چل رہی ہیں، اور ان میں سے نکلی ہوئی کچ دھات میں بحساب فی ٹن ۵۰ء۲ ڈالر سونا نکلتا ہے؛ یا اس کی نسبت ۱: ۰۰۰ء۳۰۰ ہوتی ہے۔

باب ۱۹
فلزاتی زر کے مصارف اس کی قدر کی نسبت سے۔۔

کا اضافہ سلسلۂ ہندسیہ سے ہونا ضروری ہوگا۔ ۱۸۵۰ء اور ۱۸۶۰ء کے مابین سونے کے سکوں کی رسد بڑھ کر دو چند ہوگئی؛ لیکن ۱۸۶۰ء کے بعد زر کے موجودہ ذخیرہ میں اس قدر اضافہ ہوگیا تھا کہ فلزات کی مقررہ مقدار سالانہ پیدا ہونے کے باوجود زر کی مجموعی رسد میں اضافہ کی شرح بہت کم ہوگئی۔ جب کسی دریا میں طغیانی آتی ہے تو ابتدائی سیلاب پانی کی سطح کو بہت جلد اونچا کر دیتا ہے؛ لیکن جوں جوں یہ سیلاب بڑھتا جاتا ہے پانی کی سطح بلند نہیں ہوتی: بلکہ زائد پانی اطراف واکناف کے رقبوں پر پھیل جاتا ہے؛ اور موجودہ مجموعی مقدار میں یکسان ومقررہ اضافہ، سطح کو بلند کرنے میں بتدریج کمتر اثر ڈالتا ہے۔ چنانچہ بعینہ یہی حال زر کے فلزات کی رسد میں جدید اضافہ کا ہے۔

۵۔ اس باب کے آغاز میں یہ کہا گیا تھا، کہ ہمیں یہ توقع کرنی چاہیئے کہ سونے کی قدروقیمت انھی اصول کے ماتحت قرار پاتی ہے جن کا اطلاق تغیر پذیر مصارف اور تقلیل حاصل کے تحت کیا جاتا ہے: یعنی ہمیں یہ توقع کرنی چاہیئے، کہ قیمت رسد کے سب سے خراب ذریعہ کے مصارف یا اختتامی کان کے مصارف کی بناپر انجام کار متعین ہوتی ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے، کہ طویل سے طویل مدت میں بھی جس پر غور کیا جاسکتا ہے یہ تعلق اس کا تقریباً برعکس ہی ظاہر ہوتا ہے۔ گویا یہ کہنا، اتنا صحیح نہیں ہے کہ مختتم معدنوں کے مصارف قیمت کو متعین کرتے ہیں، جتنا یہ کہنا صحیح ہے کہ مروجہ قدروقیمت اس امر کا تعین کرتی ہے کہ کس کان میں کھدائی کا کام جاری رکھنا چاہیئے، اور کونسی کان کو مختتم کان شمار کرنا چاہیئے۔

اس معکوس نسبت کا باعث ان دو عاملوں کا عمل ہے جو فصل (۱) میں اوپر بیان ہوئے: یعنی ایک تو فلزات کا دیرپا ہونا اور نتیجۃً فلزات کے مجموعی ذخیرہ کا بڑا ہونا، اور دوسرے، نئی رسدوں کی دریافت میں بے قاعدگی۔ موجودہ مجموعی ذخیرہ فلزات کی قدر کا تعین کرتا ہے یا کم ازکم ان کی قدر کی بنیاد میں مضمر ہوتا ہے۔ ان کانوں کا کام جن کا سونا اس قدروقیمت پر فروخت ہو برابر جاری رہتا ہے اور جن کانوں میں اس قدروقیمت سے کام نہیں چلایا جاسکتا وہ بند ہوجاتی ہیں (ہم یہاں سونے کی کانوں کی اتفاقیہ برآمد کو نظرانداز کرتے ہیں، جن میں کہ نقصان کے ساتھ کام جاری رکھا جاتا ہے)۔ زرخیز کانوں میں، جن سے موجودہ قیمتوں پر کثیر منافع

باب ۱۹ فلزاتی زر کے مصارف اسکی قدر کی نسبت سے 260

حاصل ہوتا ہے، بہرحال مسلسل کام جاری رہتا ہے؛ بلکہ اغلب یہ ہے کہ سالانہ پیداوار کا بیشتر حصہ ایسی ہی کانوں سے برآمد ہوتا ہے۔ مجموعی فلزات کے ذخیرے پر سالانہ پیداوار کا جو خفیف اثر پڑتا ہے، اس کی بناپر، قیمت، مصارف کے مطابق متعین نہیں ہوتی۔ اگر سونے کی قدر میں تخفیف ہوجائے یعنی قیمتیں عام طور سے بڑھ جائیں تو اس کی وجہ سے خراب کانوں میں کام کرنا مشکل ہوجاتا ہے، اور ان میں سے بعض میں کام موقوف کردینا پڑتا ہے۔ لیکن مجموعی ذخیرہ پر ان کے کام بند کرنے کا بہت ہی معمولی اور ناقابل نظرانداز اثر پڑتا ہے۔ نئی کانوں کی تلاش وجستجو ہر وقت جاری رہتی ہے، اور نئی نئی کانوں کی دریافت سے سالانہ پیداوار میں کچھ نہ کچھ اضافہ ہوتا رہتا ہے؛ اگرچہ ان میں سے اکثروں میں کام کرنے سے کوئی خاص منافع نہیں ہوتا، اور اسی لیے ان کا اثر عارضی ہوتا ہے۔ بعض نئی کانیں بہت کامیاب ثابت ہوئی ہیں، اور ان سے، جیساکہ سنہ ۱۸۵۰ء میں کیلی فورنیا اور آسٹریلیا میں، اور سنہ ۱۸۹۰ء میں ٹرانسوال میں ہوا، دفعتہً کثیر المقدار رسد دستیاب ہوئی۔ یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ سونے کی قدر کا اضافہ (یعنی عام قیمتوں کی تخفیف) سونے کی نئی کانیں دریافت کرنے کی کوشش کے حق میں مہیج ہوگا اور سونے کی قدر کی تخفیف (یعنی عام قیمتوں کا اضافہ) نئی کانیں دریافت کرنے کی کوشش کو سرد کردے گی۔ اس قسم کے کم وبیش رجحانات بلاشبہ پائے جاتے ہیں؛ لیکن مجموعی ذخیرہ کی ثبات پذیری، اور نئی کانوں کی دریافت اور استحصال کی بے قاعدگی کی وجہ سے ان رجحانات کا اثر مجموعی ذخیرہ پر ظاہر نہیں ہونے پاتا، یا زائل ہوجاتا ہے۔ چنانچہ تاریخی اعتبار سے سونے کے مصارف اور ان کی قدر کے درمیان بعید ترین تعلق یا نسبت کے سوا کچھ اور بہ مشکل معلوم ہوتا ہے۔ طویل مدتوں میں، یعنی، کسی ایک وقت میں کئی کئی نسلوں میں جاکر قیمتی فلزات کی قدر اس امر کا تعین کرتی ہے کہ کن کانوں میں کام جاری رکھا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ کانیں قیمتی فلزات کی قدر کا تعین نہیں کرتیں۔

بہرکیف بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصول اب سونے کے بارے میں صادق آتا ہے۔ حال حال کے زمانہ تک یہ اصول چاندی کے بارے میں بھی صادق آتا تھا۔ امریکا کی دریافت کے بعد چاندی کا کثیر المقدار سیلاب اُمڈا تو اس دوران میں جرمنی اور یورپ کے دوسرے ممالک کی کانوں کو قیمتوں کی نئی سطح اور چاندی کی نئی قدر کے

باب ۱۹ فلزاتی زر کے مصارف اعلی قدر کی نسبت سے

مطابق از سرِ نو منظم ہونا پڑا۔ چنانچہ ان نئے حالات میں جو کانیں منفعت بخش ثابت نہیں ہوئیں ان میں کام کو بند کرنا پڑا؛ اور اس دور میں یورپ کی چاندی کی پیداوار بہت گھٹ گئی تھی۔ مگر گزشتہ ۳۰، ۴۰ سال کی مدت کے اندر چاندی کی حیثیت اس سے بہت مختلف ہوگئی ہے: یعنی، وہ ٹن، تانبے اور نکل کے مثل زیادہ تر صنعتی دھات بن گئی ہے، اور اس کی قدر اب ایسے ہی اسباب سے متعین ہوتی ہے جیسے کہ اساسی طور سے دوسری دھاتوں کی قدر کو متعین کرتے ہیں۔ چاندی کی حیثیت میں یہ عظیم تبدیلی ہی اگلے دو بابوں کا خاص موضوع ہے۔

باب ہفتم

فلزینیت

(۱) دونوں فلزات ایک مدت دراز تک ساتھ ساتھ استعمال ہوتے رہے۔ مکمل اور ترقی یافتہ دو معیاری طریق کی تشریح۔ (۲) ٹکسالی شرح اور بازاری شرح؛ بیش قدر و کم قدر فلز۔ بیش قدر فلز کم قدر فلز کو رواج سے ہٹا دیتا ہے یا اس کی بجائی کرتا ہے۔ اس کی تشریح و تمثیل ریاستہائے متحدہ امریکا کے تجربے سے۔ (۳) قانون گریشم۔ (۴) ذیلی سکہ اور اس کی مناسب تنظیم۔

۱۔ گزشتہ صفحات میں سونے اور چاندی کے باہمی تعلق پر غور کرنے کی کوئی سعی نہیں کی گئی۔ فلزات کی رسد پر اس حیثیت سے بحث کی گئی کہ گویا سونا اور چاندی ہم جنس ذخیرہ پر مشتمل تھے۔ لیکن زر کی تاریخ کے بیشتر حصے میں ان دونوں فلزات کو یکساں اور یک جنس تصور کرنے میں مشکلات پیدا ہوتی رہی ہیں؛ خاص کر انیسویں صدی میں یہ مشکلات بہت بڑھ گئیں، اور بالآخر نتیجہ یہ ہوا کہ اس صدی کے اختتام پر چاندی آزاد فلزاتی سکہ کی حیثیت سے ہٹ گئی۔ یہ انقلاب زر کی تاریخ میں سب سے بڑے اور قابل ذکر انقلابات میں سے ایک تھا، اور نہایت حیرت انگیز قلیل مدت کے اندر وقوع پذیر ہوا تھا۔ مسلسل کئی صدیوں تک چاندی کے سکے آزادی کے ساتھ ڈھالے جاتے تھے، اور یہی زیادہ اہم فلز تھی؛ لیکن ایک نسل کی قلیل مدت میں وہ اس حیثیت سے محروم اور مسترد کر دی گئی۔

باب ۲ فلزیت

ہسپانوی امریکی کانوں سے فلز کا عظیم الشان سیلاب امنڈنے سے قبل اور بعد، دونوں زمانوں میں، دونوں فلزات ساتھ ساتھ اور ایک دوسرے کے مبادلے میں استعمال ہوتے تھے۔ چاندی نسبتہً زیادہ کثیر المقدار تھی اور زیادہ عام طریقہ سے اس کا استعمال کیا جاتا تھا۔ ہر فلز کے جداگانہ اور آزادانہ طور سے سکے ڈھالنا اور ان دونوں سکوں کو ساتھ ساتھ رائج کرنا ممکن تھا؛ لیکن یہ رواج کسی مشترک بنیاد پر قائم نہ تھا۔ بہرکیف ان دونوں میں کسی طریقے سے رشتۂ ارتباط قائم کرنا، اور ان کی قدر کو اس طرح "منظم" و مرتب کرنا نہایت سہولت بخش تھا کہ وہ ایک دوسرے کے مبادلے میں، اور ایک دوسرے کی جگہ استعمال کیئے جاسکیں۔ غرض رفتہ رفتہ دو معیاری طریق رونما ہوا، اور دونو فلز ایک ہی یا مماثل نام یا رقم کے سکوں میں ڈھالے جاتے تھے؛ چنانچہ اس طریق کی مثال ریاستہائے متحدہ کے نظام سے ملتی ہے۔ چاندی کے ایک ڈالر میں ۳۷۱ ۱/۴ گرین وزن کی خالص چاندی ہوتی ہے، یا اس سکے کا مجموعی وزن ۴۱۲ ۱/۲ گرین ہوتا ہے، جس میں سے ۹/۱۰ حصہ خالص چاندی ہوتی ہے۔ سونے کے ڈالر میں ۲۳٫۲۲ گرین خالص سونا ہوتا ہے (بلکہ اگر سکہ ڈھالا جائے تو اتنا سونا ہوگا)، یا اس کا مجموعی وزن ۲۵٫۸ گرین ہوتا ہے، جس میں ۹/۱۰ حصہ خالص سونا ہے۔ ان دونوں ڈالروں کے وزن ایک دوسرے کی نسبت سے ۱۶ : ۱ ہوتے ہیں۔ (صحیح حساب سے اصلی عدد ۱۵٫۹۸۸ ہے جس کو عام بول چال میں اور تخمینی طور سے ۱۶ کہا جاتا ہے): گویا یہی سکہ سازی کا تناسب ہے؛ نقرئی ڈالر کی خالص فلز کا وزن طلائی ڈالر کی خالص فلز سے سولہ گونہ زیادہ ہوتا ہے۔ اسی طرح فرانس میں پنج فرانکی نقرئی سکے میں خالص چاندی کا وزن ۳۴۷٫۲۲ گرین ہوتا ہے، اور اس کے بالمقابل طلائی فرانک میں ۲۲٫۴ گرین خالص سونا شریک کیا جاتا ہے؛ اسی لحاظ سے فرانسیسی سکہ سازی کا تناسب ۱۵ ۱/۲ : ۱ ہے۔

262

خالص دو معیاری طریق کے تحت اس کی کامل شکل میں دونوں فلزات کے سکے آزادی کے ساتھ ڈھالے جاتے ہیں۔ غیر مسکوک چاندی کا کوئی حامل یا قابض اس کو ٹکسال میں پیش کرکے غیر محدود مقدار میں سکے مضروب کرا سکتا ہے؛ علیٰ ہذا سونے کے قابض کو بھی یہی حق حاصل ہے۔ علاوہ ازیں سب سکے، خواہ وہ چاندی کے ہوں یا سونے کے، مطالبات اور قرضوں کی ادائی کے لیے (یعنی بذریعہ معاہدہ حاصل کردہ قرضوں کے لیے،

جیسا کہ قرضے بالعموم حاصل کئے جاتے ہیں، مثلاً ڈالروں یا فرانکوں کی تعداد کے لحاظ سے) کامل زرِ قانونی کی حیثیت سے رائج کئے جاتے ہیں۔ غرض یہ دو عناصر، یعنی، آزاد سکہ سازی اور کامل زرِ قانونی ہونا، ایک مکمل دو معیاری طریق کے اساسی لوازم ہیں۔

۲۔ جب دو معیاری طریق قائم کیا جاتا ہے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جس شرح یا نسبت سے ٹکسال میں سکے ڈھالے جاتے ہیں، اور اس طرح ان میں قوتِ خرید زر کی شکل میں پیدا کی جاتی ہے، آیا وہ شرح یا نسبت غیر مسکوک فلز کی حیثیت سے ان کی قدر و قیمت سے کوئی مطابقت رکھتی ہے؟ اگر ٹکسال میں ۱۶ اونس چاندی کے اتنے ہی سکے بشکل ڈالر ڈھالے جائیں، جتنے کہ ایک اونس سونے کے؛ اور اگر بحیثیت غیر مسکوک فلز ۱۵ یا ½ ۱۵ اونس چاندی بازار میں ایسی قیمت پر فروخت کی جا سکتی ہو جو ایک اونس سونے کے مساوی یا معادل ہے تو اس صورت میں کوئی شخص چاندی کو ٹکسال میں پیش نہ کرے گا: اس لیے کہ چاندی سکے کی حیثیت کے مقابلے میں غیر مسکوک فلز کی حیثیت سے زیادہ قیمتی ہوگی؛ اور تجربہ یہ ثابت کرتا ہے کہ ایک بہت چھوٹی کسر کے برابر فرق اس امر کا تصفیہ کرنے کے لیے کافی ہوتا ہے کہ دھات تسکیک کے لیے پیش نہ کی جائے گی۔ اگر اس کے برعکس چاندی بحیثیت غیر مسکوک فلز کے صرف ½ ۱۶ یا ۱۷ اونس چاندی بحساب فی اونس سونے کی شرح سے فروخت کی جا سکے تو اس صورت میں کوئی شخص سونے کو ٹکسال میں بغرض تسکیک پیش نہ کرے گا: اس لیے کہ ایک اونس سونا پیش کرنے والے کو ٹکسال سے صرف اتنے ہی مسکوک ڈالر ملیں گے جتنے کہ وہ ۱۶ اونس چاندی کے مبادلے میں حاصل کر سکتا ہے۔ وہ اپنے ایک اونس سونے کو بازار میں ½ ۱۶ یا ۱۷ اونس چاندی کے مبادلے میں فروخت کر کے زیادہ نقرئی ڈالر حاصل کر سکتا ہے؛ اور اس لحاظ سے صرف غیر مسکوک چاندی ٹکسال میں پیش کرے گا۔ غرض، یہ اعادہ و تکرار نامناسب نہ ہوگی کہ، ٹکسال کی مقرر کردہ شرح اور بازار کی آزاد مروجہ شرح میں بہت ہی خفیف سا فرق بھی ان دونوں فلزات میں سے کسی ایک یا دوسری فلز کو تنہا ٹکسال میں بغرض تسکیک پیش کرانے کا موجب ہوگا۔

263

ان حالات میں ٹکسال میں سکہ سازی کے لیے جو فلز پیش کی جاتی ہے، اس کو "بیش قدر" فلز کہا جاتا ہے۔ اور وہ دوسری فلز، جو تسکیک کی غرض سے پیش نہیں کی جاتی بلکہ ممکن ہے کہ اس کے برعکس سکوں کو پگھلا کر غیر مسکوک شکل میں مبدل کرنے کے عمل کے تابع ہو،

اس کو "کم قدر" فلز کہا جاتا ہے۔ یوں تو ٹکسال کے قواعد کی رو سے کسی فلز کی قیمت کا تخمینہ یا تقرر نہیں کیا جاتا؛ بلکہ محض تسکیک کے حالات و شرائط بیان کئے جاتے ہیں؛ لیکن قواعد جب مکمل دو معیاری طریق کے متعلق ہوں تو ان کی رو سے اضافی قدر موثر طریقے پر مقرر کردی جاتی ہے۔ جہاں چاندی کے سکے سونے کے مقابلے میں ۱۶ اور ۱ کی نسبت سے ڈھالے جاتے ہوں وہاں سکہ سازی کا طریقہ یہ بتلاتا ہے کہ ایک اونس سونا خریدنے کے لیے ۱۶ اونس چاندی درکار ہوگی؛ اور بازار یہ کہتا ہے کہ ۱۵ اونس ہی کافی ہوجائینگے۔ اس طرح چاندی کی قیمت بازار میں زیادہ اور ٹکسال میں کم اٹھتی ہے؛ گویا دوسرے الفاظ میں، ٹکسال میں چاندی "کم قدر" قرار پاتی ہے۔ اگر بازار میں چاندی کا نرخ ۱۷ اونس بحساب فی اونس سونا ہو تو ۱۶ اور ۱ کی اسی مقررہ نسبت سے سکے ڈھلوانے کی صورت میں ٹکسال میں چاندی بیش قدر ہوگی؛ گویا اس صورت میں ٹکسال یہ کہیگی کہ ایک اونس سونا خریدنے کے لیے ۱۶ اونس چاندی درکار ہوگی، لیکن بازار میں اسی ایک اونس سونے کو حاصل کرنے کے لیے ۱۷ اونس چاندی درکار ہوگی۔

رجحان یہ ہوتا ہے کہ بیش قدر فلز فلزاتی آلۂ مبادلہ کا جزو اعظم بلکہ واحد جزو ترکیبی بن جائے۔ صرف وہی بغرض تسکیک ٹکسال میں پیش کی جائے گی۔ اس کا نتیجہ بلاشبہ یہ ہوگا کہ فلز کے بازار سے وہ سب کی سب ہٹ کر چلی آئے گی؛ اور یہ عمل اس کی قدر میں غیر مسکوک فلز کی حیثیت سے اضافہ کردے گا۔ اس کے برعکس کم قدر فلز، تسکیک کی غرض سے ٹکسال میں پیش نہ ہونے کے سبب سے بازار میں غیر مسکوک فلز کی حیثیت سے بکثرت دستیاب ہوگی؛ اور اس کا نتیجہ پھر یہی ہوگا کہ اس کی قیمت گھٹ جائے گی۔ اس طرح دو معیاری طریق کے تحت آزاد سکہ سازی کا طریق سونے اور چاندی کی اضافی قدر پر ایک حد تک مستقل اثر ڈالتا ہے، جس سے ان کی اضافی قدر ثبات پذیر ہوجاتی ہے؛ اور یہ واقعہ، جیسا کہ ابھی بیان کیا جائے گا، زر کی تاریخ میں کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا۔ لیکن اگر کوئی مستقل قوت کام کررہی ہو جس کے نتیجے کے طور پر ٹکسالی قیمت اور بازاری قیمت کے مابین مسلسل فرق رونما ہوتا رہے، خواہ وہ کم ہی کیوں نہ ہو، تو کم قدر فلز رواج سے بتدریج غائب ہوجائے گی، اور بیش قدر فلز زیادہ مقدار میں رواج پاجائے گی؛ اور بالآخر فلزاتی زر صرف بیش قدر فلز کے سکوں پر مشتمل ہوگا۔ ٹکسالی قیمت

اور بازاری قیمت کے مابین اگر کوئی بڑا اور دیرپا فرق ہو تو متذکرہ بالا عمل اپنے آپ کو بہت جلد ظاہر کرے گا: یعنی ارزاں یا بیش قدر فلز دوسری فلز کو بہت ہی قلیل مدت میں رواج سے ہٹا دیگی۔

کسی ملک کی تاریخ سے ان اصول کی اتنی صاف اور سیدھی سادی تمثیل نہیں ملتی جیسی کہ ریاستہائے متحدہ سے ملتی ہے۔ یہاں ۱۷۹۲ء میں جب نظام زر قائم کیا گیا تو مکمل دو معیاری طریق[1] زر کا معیار قرار دیا گیا اور دونوں فلزوں کی باہمی نسبت ۱۵ : ۱ مقرر کی گئی۔ یہ نسبت بہت غور و خوض کے بعد منتخب کی گئی تھی؛ لیکن بعد میں وہ بازاری شرح سے مختلف ثابت ہوئی جو تقریباً ½۱۵ : ۱ تھی۔ چنانچہ فرانس میں سکہ کے نظام کے لئے دس سال بعد ½۱۵ : ۱ کا تناسب تسلیم کر لیا گیا؛ اس لحاظ سے ریاستہائے متحدہ کی ٹکسال میں چاندی بیش قدر اور سونا کم قدر دھات تھی۔ چنانچہ ٹکسالوں میں سونا بغرض تسکیک پیش نہ کیا جاتا تھا اور فلزی آلۂ مبادلہ کا مجموعہ کلیتہً چاندی کے سکوں پر مشتمل تھا[1]۔

[1] واقعہ یہ ہے کہ ریاستہائے متحدہ کی ٹکسال کے جاری کئے ہوئے چاندی کے ڈالر اس ابتدائی دور میں کم استعمال کئے جاتے تھے۔ جو سکے زیر استعمال تھے وہ زیادہ تر میکسیکو کے ڈالر تھے جو سرکاری محاصل کی ادائی میں قانوناً قابل قبول تھے، اور قانون کی مقرر کردہ شرح سے ملک میں رائج تھے۔ بیرونی سکوں نے ریاستہائے متحدہ کے سکوں کی جگہ اس لیے لی کہ اول الذکر وزن میں ہلکے اور گھرچے ہوئے تھے (دیکھو فصل (۳) میں گریشم لا یا قانون گریشم کا بیان)۔

ریاستہائے متحدہ امریکا کی سکہ سازی کے نظام کے تغیرات ذیل کی جدول سے ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ سکہ سازی کی نسبت کا مدار اس خالص دھات کے اضافی وزن پر ہے جو سکے میں شریک ہو۔

ریاستہائے متحدہ کی تسکیک

سال	سونے کا ڈالر			چاندی کا ڈالر			نسبت	
	معیاری سونا (سکے کا مجموعی وزن)	سونے کا تناسب	خالص سونا	معیاری چاندی (سکے کا مجموعی وزن)	چاندی کا تناسب	خالص چاندی		
۱۷۹۲	گرین ۲۷٫۰۰	۹۱۶٫۶۶/۱۰۰۰	۲۴٫۷۵	گرین ۴۱۶	۸۹۲٫۴/۱۰۰۰	۳۷۱ ¼	۱:۱۵	چاندی کے ڈالر میں خالص چاندی کا تناسب کل زمانے میں وہی مقررہ رہا، یعنی ۳۷۱ ¼ گرین خالص چاندی۔ ۱۸۳۴ میں سونے کے ڈالر میں خالص فلز کی مقدار گھٹانے کی وجہ سے تناسب میں فرق پڑ گیا۔ ۱۸۳۷ میں مزید خفیف تغیرات کئے گئے اور یہ خاص کر سکہ میں کھوٹ کے تناسب سے متعلق تھے۔ یہ تناسب پہلے بے قاعدہ ہوتا تھا۔ چاندی اور سونے دونوں کے لیے اب تناسب ۹/۱۰ کر دیا گیا، اور اسی کے ساتھ سونے کے ڈالر میں خالص سونے کی مقدار کچھ بڑھا دی گئی، اور اس طرح تسکیک کی نسبت میں خفیف سی تبدیلی کر دی گئی۔
۱۸۳۴	۲۵٫۸	۸۹۹٫۲۲۵/۱۰۰۰	۲۳٫۲	۴۱۶	〃	〃	۱:۱۶٫۰۰۲	
۱۸۳۷	۲۵٫۸	۹۰۰/۱۰۰۰	۲۳٫۲۲	۴۱۲ ½	۹۰۰/۱۰۰۰	〃	۱:۱۵٫۹۸۸	

باب ۲۰ فلزیت

265

سنہ ۱۸۱۶ء میں متعدد اسباب کے نتیجہ کے طور پر (جو ایک طرف زر کاغذی کے غیر واجب استعمال کے خلاف ردعمل پر مبنی تھے، اور دوسری طرف شمالی کیرولینا میں کانوں کی دریافت کے بعد سونے کو استعمال کرنے کے دفعتہ جوش اور خواہش پر مبنی تھے) اس تناسب میں دفعتہً تبدیلی واقع ہوئی: یعنی، نسبت ۱۶: ۱ قرار پائی، جس کی وجہ سے سونا "بیش قدر" دھات ہوگئی، اسی طرح جس طرح پہلے چاندی تھی؛ اور اب محض سونا بغرض تسکیک ٹکسال میں پیش کیا جانے لگا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چاندی بتدریج نہ صرف رواج سے خارج ہوتی گئی بلکہ ملک سے غائب ہوتی گئی۔ اس طرح معیار نقرہ بدل کر معیار طلا 'معیاری نظام' قرار پایا۔ سنہ ۱۸۵۰ء میں کیلی فورنیا میں سونے کی دریافت کے بعد یہ تبدیلی بہت زیادہ نمایاں ہوگئی: چنانچہ سونا کثیر مقدار میں ٹکسال میں ڈھلنے لگا اور چاندی بالکل غائب ہوگئی۔

یہ سچ ہے کہ سنہ ۱۸۵۳ء میں چاندی کو بطور ذیلی سکے کے استعمال کرنے کے لیے انتظامات عمل میں لائے گئے، اور چند سال بعد چاندی کے مسکوک ڈالر از سر نو زر قانونی قرار دیئے گئے؛ لیکن چاندی کو اس طرح نئے طریق پر استعمال کرنے سے نئے سوالات پیدا ہو گئے جن کی تفصیل بعد میں چل کر پیش کی جائے گی۔

۳۔ یہ رجحان کہ بیش قدر فلز کم قدر فلز کو رواج سے ہٹا دیتا ہے، بالعموم قانون گرشیم کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ نام سولھویں صدی کے ایک انگریز سرتامس گرشیم سے منسوب کیا جاتا ہے؛ گویا یہی شخص اس قانون یا رجحان کو دریافت کرنے والا پہلا شخص ہے، حالانکہ اس شخص کو بلا استحقاق شہرت حاصل ہوگئی ہے۔ "قانون" محض یہ بیش یا افتادہ واقعہ ہے، جس کو مدت سے تسلیم کیا جا رہا ہے کہ جہاں مختلف فلزی قدر کے سکے ایک ساتھ رائج ہوں، وہاں خراب اور ارزاں سکہ (بشرطیکہ وہ کافی مقدار میں ہو) عمدہ اور گراں سکے کو رواج سے ہٹا کر خود مروج ہو جائے گا۔ خراب وارزاں سکوں کو مطالبات کی ادائی میں اور ٹکسال میں پیش کرنے میں ترجیح دی جائے گی؛ اور عمدہ یا گراں سکے بہت خواہش کے ساتھ صنعتی کاموں میں یا فلز کے اغراض کے لیے استعمال کئے جائیں گے۔

اس رجحان کی ایک اہم تمثیل اس طرح ملتی ہے کہ ایک ہی دھات کے فرسودہ یا ہلکے سکے اس دھات کے عمدہ نئے یا زیادہ وزنی سکوں کو رواج سے ہٹا دیں گے اور خود ان کی جگہ رائج ہو جائیں گے۔ انیسویں صدی تک سکہ سازی کی کلیں بہت دیر میں اور

باب ۲۰
نظام معیت

کسی قدر نامکمل طریقے پر سکے ڈھالتی تھیں ؛ قلیل مدت میں سکوں کی کثیر تعداد کا ڈھالنا بہت مشکل تھا، اور یہی نہیں کہ مضروب سکے بہت جلد گھس جاتے یا خراب ہوجاتے تھے بلکہ تکنیک کی عدم یکسانیت کی وجہ سے بہت آسانی کے ساتھ ان کے کنارے کھرچ لیے جا سکتے تھے۔ چنانچہ اس کا قرینہ تھا کہ نئے اور عمدہ سکے چن کر رواج سے نکال لیے جاتے، اور انھیں یا تو صنعتوں میں استعمال کیا جاتا، یا بیرون ملک مطالبات کی ادائی کے لیے برآمد کیا جاتا ؛ اور اس طرح خراب اور فرسودہ سکے رواج میں باقی رہتے تھے۔ انیسویں صدی کے بڑے حصے تک چاندی کے سکوں کی عام حالت بظاہر ایسی ہی معلوم ہوتی تھی۔ چاندی کے سکے چونکہ بہت جلد جلد رواج میں آتے ہیں اس لیے سونے کے سکوں کے مقابلے میں وہ بہت جلد فرسودہ ہوجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ چاندی کے سکے بہت جلد رائج ہوجاتے اور بہت دیر تک رواج یا گردش میں رہنے کا زیادہ قرینہ ہوتا ہے، خواہ وہ فرسودہ ہی کیوں نہ ہوجائیں۔ چونکہ وہ چھوٹے چھوٹے لین دین میں استعمال کیے جاتے ہیں، اس لیے ان میں خالص فلز کی خفیف یا بڑی اور نمایاں کمی کو بھی نظرانداز کردینے کا قرینہ ہوتا ہے۔ لوگ عام طور سے چھوٹے سکوں کی جانچ پڑتال کیے بغیر انھیں لین دین میں قبول کرلیتے ہیں، اور بغور ان کا امتحان و معاینہ کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتے: مثلاً، ریاستہائے متحدہ میں ۱۷۹۲ء تا ۱۸۳۴ء کے دور میں جب چاندی بطور زر رائج تھی تو غیر ممالک کی مختلف ٹکسالوں کے سکے حقیقۃً استعمال کیے جاتے تھے۔ یہ خارجی سکے مطالبات اور قرضوں کی ادائی میں سرکاری طور سے اس لیے قابل قبول قرار دیے گئے تھے کہ ابتداءً ریاستہائے متحدہ میں کوئی سرکاری ٹکسال یا زر قانونی نہ تھا۔ جب ٹکسال قائم کی گئی اور یہاں سے سکے ڈھلنے شروع ہوئے تو یہ نئے سکے غیر ممالک کے سکوں کو، جو یہاں استعمال ہوتے تھے، رواج سے نہ ہٹا سکے؛ اس لیے کہ وہ زیادہ وزنی تھے اور صنعت یا برآمد میں استعمال کیے جاتے تھے۔ اسی وجہ سے سکہ سازی بے سود اور مہمل معلوم ہوئی اور اس کو روک دیا گیا، نتیجہ یہ کہ صرف غیر ممالک کے کم و بیش نامکمل سکے رائج رہے۔ اسی قسم کی مشکلات یورپ کے سب ملکوں میں مدت دراز تک یعنی قرون وسطیٰ سے اٹھارھویں صدی تک پیش آئیں۔ لیکن ان مشکلات کا حل یا اس خرابی کا علاج بہت آسان ہے؛ اور وہ یہ ہے کہ پہلے پورے وزن کے نئے سکے کثیر تعداد میں ڈھالے جائیں ؛ دوسرے یہ کہ قدیم

266

مروجہ سکوں کا قانونی جواز منسوخ کیا جائے؛ اور تیسرے یہ کہ جو سکے روزمرہ کے استعمال سے گھس کر خراب ہو جائیں انھیں سرکار مصارف برداشت کر کے رواج سے واپس طلب کر لے، اور ان کے مبادلے میں نئے سکے دے۔ پہلے عام طور سے یہ طریقہ رائج تھا کہ سکوں کا وزن جب حد سے زیادہ اور ناقابل برداشت طور سے کم ہو جاتا تھا تو ان کے نہ صرف زر قانونی نہ ہونے کا اعلان کر دیا جاتا تھا بلکہ ٹکسالوں میں ان کو غیر مسکوک فلز کی قیمت پر نہ کہ ان کی مرقومہ قیمت پر مبادلے میں لیا جاتا تھا۔ اس طرح جب قابض کو سکے کی فرسودگی سے پیدا شدہ کمی قیمت کا نقصان برداشت کرنا پڑتا تھا تو وہ اس کو اپنے پاس رکھنے کی بجائے دوسرے کے ہاتھ مبادلہ میں منتقل کر دینے کی کوشش کرتا تھا۔ چونکہ لین دار قرض کی واپسی وادائی میں زر نقد کو بالعموم بطیب خاطر قبول کر لیا کرتے ہیں، اس لیے بہت فرسودہ سکے بھی رواج میں باقی رہتے تھے۔ موجودہ زمانہ میں عام طریقہ اور حکومتوں کے لیے صحیح طریقہ یہ ہے، کہ وہ روزمرہ کے استعمال سے قدرتی طور پر گھسے ہوئے سکوں کو، نہ کہ ایسے سکوں کو جن کا کچھ حصہ عمداً کھرچ یا تراش لیا گیا ہو، رواج سے واپس لے لیا جاتا ہے؛ اور ان کے مبادلے میں قیمت مرقومہ کے حساب سے نیا زر ادا کر دیا جاتا ہے[1]۔ اسی کے ساتھ نئے اور عمدہ سکوں کو کافی مقدار میں تیار کرنے کے لیے نہایت اعلیٰ درجہ کی کلیں ایجاد ہو گئی ہیں، اور متذکرہ بالا دقتیں جو پہلے پیدا ہوتی تھیں اب تقریباً بالکل رفع ہو گئی ہیں۔

267

۴۔ دو معیاری طریق کے تحت جو مشکلات عام طور سے رونما ہوئیں، ان کی بنا پر، دونوں فلزات کو ساتھ ساتھ استعمال کرنے کا ایک اور طریقہ بطور بدل اختیار کرنا پڑا۔ وہ یہ کہ صرف سونا ہی واحد آزاد مسکوک فلز ہے، اور صرف اسی کو کامل زر قانونی کی خصوصیت دی گئی ہے؛ اور چاندی، اگرچہ اب بھی اس کے سکے ڈھالے جاتے ہیں، بہت محدود مقدار میں سکوں کی شکل میں مضروب کی جاتی ہے، اور وہ بھی ذیلی سکے کے طور پر استعمال کیے جانے کے لیے۔ اس طریق کو سب سے اول انگلستان نے اختیار کیا، جبکہ وہاں ۱۸۱۶ء میں مفرد معیار طلا کا نظام قائم کیا گیا۔ اس کے بعد سے

---

[1] لیکن ریاستہائے متحدہ میں سونے کے سکے، ان کی مرقومہ قیمت کے لحاظ سے، صرف اس وقت بدل دیے جاتے ہیں، جبکہ فرسودگی ½ فی صد سے زائد نہ ہو۔

باب ۲۰ غیر زرِ نقد

یہ طریق، جہاں تک کہ چاندی کی ذیلی سکہ سازی کا تعلق ہے، عام طور سے سب مہذب ملکوں میں رائج ہو گیا؛ اور معیار طلا کے نظام کا ایک معمولی لاحقہ ہو گیا ہے۔

ریاستہائے متحدہ کا نظام مثال کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے۔ سونے کی گراں قدری چھوٹے چھوٹے مطالبات کی ادائی کے لیے اس کو کمیاب بنا دیتی ہے۔ سب سے چھوٹا سونے کا سکہ جو کہ آسانی کے ساتھ استعمال کیا جا سکتا ہے، ربع ایگل[ل] (معادل ۲٫۵۰ ڈالر) ہے، جو برطانیہ کے نصف ساورن، جرمنی کے دس مارکی سکے اور فرانس کے دس فرانکی سکے کے مساوی اور معادل ہے۔ لیکن ربع ایگل اور غیر ممالک کے اس کے مقابل کے دوسرے سکوں کی سودمندی و کارگزاری مشتبہ ہے۔ وہ بہت آسانی سے گم ہو جاتے ہیں، یا نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں، اور نسبتہً بہت جلد گھس جاتے اور فرسودہ ہو جاتے ہیں۔ ساورن کا سکہ یا نصف ایگل (۵ ڈالری سکہ) سب سے چھوٹا سونے کا سکہ ہے جو بالکلیہ اطمینان بخش ہے؛ تاہم اس کے علاوہ اور ابھی بہت سے چھوٹے چھوٹے لین دین ایسے ہیں جن کا تصفیہ چھوٹی رقموں کے اور ذیلی سکوں سے کرنا پڑتا ہے۔ اس اعتبار سے چاندی کے سکے بہت موزوں ہیں، خاص کر دس سینٹی سکے سے لے کر ایک ڈالر کے سکے تک۔ اس سے چھوٹے لین دین کے لیے چاندی کے سکوں کا چھوٹا پیمانہ بھی کفایت نہیں کرتا؛ چنانچہ اس کام کو انجام دینے کے لیے نکل اور تانبے کے سکے استعمال کرنے پڑتے ہیں۔

کامل دو معیاری طریق کے تحت ایسا بخوبی واقع ہو سکتا ہے کہ اگر چاندی کم قدر ہو جائے تو چاندی کے سکے چھوٹے اور بڑے سب رواج سے غائب ہو جائیں، اور چھوٹے ذیلی سکوں یا ریزگاری کی قلت رونما ہو کر مشکلات پیدا کرے۔ چنانچہ ۱۸۳۴ء اور ۱۸۳۷ء میں جو نظام ریاستہائے متحدہ میں قائم کیا گیا اس کے تحت یہی ہوا۔ چاندی اس وقت کم قدر تھی اور سونا بتدریج اس کا جانشین بن گیا۔ جب آخر کار ۱۸۵۰ء کے بعد سے کیلی فورنیا کا سونا بہ افراط درآمد ہوا اور ٹکسالوں سے کثیر تعداد میں سکے ڈھل کر نکلنے لگے تو چاندی کلیتہً رواج سے غائب ہو گئی۔ اس بنا پر ۱۸۵۳ء میں ایک قانون منظور ہوا جس کی

ل Quarter eagle

باب ۲
نظریہ زر
268

روسے ریاستہائے متحدہ میں ذیلی سکوں کا نظام قائم کیا گیا۔ چاندی کے سکے یعنی نصف ڈالر، ربع ڈالر، اور ۱/۱۰ ڈالر، ڈھالنے کی اجازت دی گئی؛ مگر ان میں چاندی کی مقدار اتنی کم رکھی گئی تھی کہ کسی شخص کے لیے ان کو برآمد کرنے کی یا پگھلا کر صنعتی کاموں میں لانے کی ترغیب نہ ہوتی تھی — مثلاً، نقرئی نصف ڈالر میں خالص چاندی کی مقدار ۱۷۲٫۸ گرین ہوتی تھی (اور اب بھی ہے)؛ یا نصف ڈالر کے دو سکوں میں خالص چاندی کا وزن ۳۴۵٫۶ گرین ہوتا تھا۔ ایک ڈالر کے نقرئی سکہ میں جس کی آزاد تسکیک قانوناً قائم تھی ۱/۴ ۳۷۱ گرین چاندی ہوتی تھی (اور اب بھی اتنی ہی ہوتی ہے)۔ اگر چاندی کے سب سکے آزادی کے ساتھ اسی نئی شرح سے ڈھالے جاتے جس شرح سے کہ نصف ڈالر کے سکے یا دوسرے ذیلی سکے ڈھالے جاتے تھے (یعنی فی ڈالر ۳۴۵٫۶ گرین)؛ تو اس صورت میں چاندی بیش قدر ہو جاتی اور بتدریج سونے کے سکوں کی جانشین بن جاتی؛ لیکن اب آزاد سکہ سازی سے بالکل جداگانہ نظام قائم کیا گیا تھا۔ کسی شخص کو اب خانگی طور سے ٹکسال میں چاندی پیش کرنے اور اس کے چھوٹے یا ذیلی سکے ڈھلوانے کی اجازت حاصل نہ تھی۔ حکومت خود غیر مسکوک چاندی بازار میں خریدتی تھی اور تنہا خود ہی اس کی سکہ سازی کا انتظام کرتی تھی۔ مگر چھوٹے سکے بالعموم روزمرہ کے چھوٹے کاروبار میں خردہ کی ضرورت کے لحاظ سے جاری کیے جاتے تھے اور اسی کے اعتبار سے چاندی خریدی جاتی تھی۔ اس طرح چاندی کے سکے برآمد نہیں کیے جا سکتے تھے اور وہ سونے کے سکوں کو ہٹا کر جانشین بھی نہیں بن سکتے تھے۔ ان میں کسی ممکنہ خرابی کو روکنے کے لیے یہ مزید اہتمام کیا گیا کہ ذیلی سکے صرف ایک محدود مقدار یا رقم تک، جو اب دس ڈالر مقرر کی گئی، زر قانونی قرار دیئے گئے۔

بدیہی طور سے حکومت اسی قسم کے عمل سے نفع حاصل کرتی ہے۔ بیش قدر چاندی کے سکوں کو حکومت اپنے معمولی اخراجات میں ادا کرتی ہے، یا ان کا پوری قدر کے سونے سے مبادلہ کرتی ہے۔ ان ہر دو صورتوں میں حکومت کو نفع حاصل ہوتا ہے۔ اس نفع کو بھی اکثر اجرت تسکیک (Seingniorage) کہا جاتا ہے، اگرچہ وہ بعض اہم اعتبارات سے اس اجرت تسکیک سے بہت مختلف ہے جو آزادانہ طریق پر ڈھلے ہوئے سکوں اور پوری قدر کے سکوں پر ٹکسال میں وصول کی جاتی ہے۔

باب ۳
ملزینیت

اوپر ذیلی سکوں کے اساسی اصول بیان ہوئے، اب تقریباً یہی نظام چھوٹے لین دین میں نکل اور تانبے کے سکوں کی حد تک بھی اختیار کیا گیا۔ جب سے سونا اور چاندی معیاری فلزات کے طور پر استعمال ہونے شروع ہوئے اسی وقت سے نکل اور تانبے کے سکے زرعلاماتی کے طور پر استعمال کئے جا رہے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ قرون وسطی سے انیسویں صدی کے ابتدائی حصے تک جو مغشوش سکے (Billon coins) یورپ کے ممالک میں رائج تھے، ان کی حد تک بھی یہی بنیادی اصول اختیار کیا گیا تھا؛ یعنی، ان کی مقدار محدود ہونے کی وجہ سے ان کی ایک مصنوعی قدر مقرر کی گئی تھی۔ یہ سکے روزمرہ کے چھوٹے موٹے لین دین میں استعمال کرنے کے لیے چھوٹی رقم کے ہوتے تھے، اور ان میں چاندی کا فی صد بہت ہی خفیف ہوتا تھا؛ بلکہ وہ زیادہ تر کھوٹ پر مشتمل ہوتے تھے، اور بادشاہوں اور روساکی حرص و آز کی بنا پر جاری کئے جاتے تھے جو اپنے اپنے علاقوں میں اس طرح کی سکہ سازی کے ذریعے سے نفع حاصل کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ ایسے سکے بالعموم کثیر مقدار میں ڈھالے جاتے تھے؛ اور غلط و ناجائز طریقے پر جلب منفعت کی جاتی تھی۔ اس لحاظ سے اور دوسری متعدد صورتوں کے مثل انیسویں صدی میں طریق سکہ سازی میں عظیم اصلاحات عمل میں آئیں اور وہ اب تقریباً مکمل ہو گیا ہے۔ اب کوئی سلطنت یا ریاست محض نفع کمانے کی خاطر ذیلی سکے، خواہ وہ نکل کے ہوں یا تانبے یا چاندی کے، جاری نہیں کرتی۔ منافع اس وجہ سے حاصل ہوتا ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے لین دین کے لیے ایک سہل آلۂ مبادلہ بہم پہنچانے کے بہترین طریق کا لاحقہ ہے۔

269

ذیلی سکوں کو جاری کرنے کے ذیلی و فروعی قواعد مختلف ممالک میں مختلف ہیں۔ مقدار مضروب بعض اوقات فی کس آبادی کے حساب سے معین کی جاتی ہے: چنانچہ جرمنی میں سنہ ۱۹۱۰ء میں ذیلی سکے ۱۵ مارک (اور سابق میں ۱۰ مارک) فی کس آبادی کے حساب سے جاری کئے جاتے تھے؛ اور فرانس میں ۷ فرانک (سابق میں ۶ فرانک) فی کس آبادی کی شرح سے۔ برطانیہ میں کوئی معین حد نہیں قائم کی گئی ہے؛ 'بنک آف انگلینڈ' ایسی مقداروں میں سکہ سازی کا انتظام کرتا ہے، جن کی تجربہ کی بنا پر ضرورت داعی ہوتی ہے؛ ریاستہائے متحدہ میں ابھی کوئی حد معین نہیں ہے۔

باب ۲۰ فلز بحث

ذیلی سکہ کی فرسودگی یا قدر کی تخفیف کو رد کرنے کے لیے عام طور سے یہ قرار دیا گیا ہے کہ حکومت اپنے خزانوں میں خراب سکوں کو جب وہ مناسب مقداروں میں پیش کئے جائیں گے، قبول کر کے ان کی قدر قانونی یا مرقومہ قیمت کے لحاظ سے ان کے مبادلہ میں دوسرے سکے دیگی: مثلاً ریاستہائے متحدہ میں چاندی کے ذیلی سکے جب مجموعی حیثیت سے ۲۰ ڈالر کے پیش کئے جائیں تو اسی طریق پر مبادلہ کئے جاتے ہیں، اور جرمنی میں صرف اس صورت میں ان کا مبادلہ خزانوں وغیرہ میں کیا جاتا ہے، جبکہ ان کی مجموعی مقدار ۲۰۰ مارک ہو۔ علیٰ ہذا ان کو سرکاری قرضوں کی ادائی میں تحدید مقدار کے بغیر قبول کرنے سے یہی مقصد پورا ہوتا ہے: چنانچہ فرانس میں اسی طرح عمل ہوتا ہے۔

باب بست و یکم

فلزینیت (بسلسلہ سابق) چاندی کی علٰحدگی

(۱) حال حال تک فرانس اور دیگر ممالک میں دو معیاری طریق اس کا رجحان چاندی اور سونے کی اضافی قدر کو ثبات پذیر رکھنے کے بارے میں۔ چنانچہ فرانسیسی فلزینیت (۱۸۲۵ء تا ۱۸۷۳ء) کا یہی اثر و نتیجہ رونما ہوا۔ (۲) ۱۸۷۰ء کے بعد نئی صورت حالات ۱۸۷۳ء میں چاندی کی سکہ سازی رک گئی۔ اس کے بعد فرانس اور لاطینی اتحاد میں سونا معیاری زر ہو گیا۔ (۳) ریاستہائے متحدہ کے ۱۸۷۸ء، ۱۸۸۶ء، ۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۳ء کے قوانین؛ چاندی کے ڈالر اور چاندی کے صداقت نامے۔ (۴) برطانوی ہند میں ۱۸۹۳ء میں آزاد سکہ سازی کا انسداد۔ چاندی کی قیمت میں کمی (۵) آیا فلزینیت کو عام طور سے جاری کر دینے سے طلا و نقرہ کے مابین کوئی ثبات پذیر نسبت قائم کرنے میں مدد ملے گی؟ (۶) آیا فلزینیت یا دو فلزی طریق کو عام طور سے جاری کرنے سے قیمتیں ثبات پذیر ہوں گی؟

۱۔ ہم اب اولاً اس پر غور کریں گے کہ انیسویں صدی کے دوران میں سونے اور چاندی کا باہمی تعلق و تناسب کیا تھا، اس کے بعد ان مسلسل واقعات پر نظر ڈالیں گے جو بالآخر نظام زر سے چاندی کی علٰحدگی بلکہ اس کے اخراج اور مفرد معیار طلا کے عام طور سے اختیار کئے جانے پر منتج ہوئے۔

زر کا دو معیاری طریق یورپ میں متعدد صدیوں سے رائج تھا، اس کو ریاستہائے

باب ۲۱ فلز بنیت چاندی کی علیحدگی

متحدہ نے معمولی دو معیاری نظام کے طور پر ۱۷۹۲ء میں اپنے لیے منتخب کیا۔ گو فرانس نے ۱۸۰۳ء میں اختیاری نظام زر قائم کیا، لیکن جہاں تک معیار زر کا تعلق تھا وہاں تک ہی دو معیاری طریق اس سے پیشتر رائج رہا۔ یہ سچ ہے کہ انگلستان میں مفرد معیار طلا (جس کے ساتھ چاندی بطور ذیلی سکوں کے استعمال کی جاتی تھی) ۱۸۱۶ء میں قائم ہوا۔ انگلستان میں اٹھارویں صدی کے دوران میں معمولی دو معیاری طریق رائج رہا جس میں زیادہ تر سونا استعمال ہوتا تھا۔ مگر ۱۸۱۶ء میں معیار طلا باقاعدہ اور قطعی طور سے قائم ہوگیا۔ لیکن براعظم یورپ میں عام طور سے دو معیاری طریق ہی قائم رہا، اور فلزی زر کے ذخیرہ کا بیشتر حصہ بالعموم چاندی کے سکوں پر مشتمل تھا۔ البتہ فرانس ہی ایک ایسا ملک تھا جہاں مروجہ زر کے ذخیرے میں سونا، گو جزو اعظم نہ تھا، پھر بھی چاندی کے سکوں کے ساتھ ساتھ ایک اہم آلۂ مبادلہ تھا۔ فرانس نے نپولین اعظم کے عہد حکومت کی مسلسل جنگوں کے اختتام پر خوش حالی کے دور میں قدم رکھا، اور اس کی مسلسل خوش حالی اور دونوں فلزات کے ذخیروں کی کثرت، زر کی تاریخ پر نصف صدی سے زائد مدت تک قوی اور اہم اثر ڈالتی رہی۔

یہ امر پہلے بیان کیا جا چکا ہے دو معیاری طریق کی موجودگی ہی سونے اور چاندی کی اضافی قدر کو مقررہ و منتخبہ نسبت کی جانب لے جاتی ہے۔ جب بیش قدر فلز کی رسد ٹکسال میں جانے لگتی ہے تو اس فلز کی اتنی ہی مقدار کھلے بازار سے ہٹ جاتی ہے۔ چنانچہ بازار میں اس کی قدر میں اضافہ کا میلان رونما ہوتا ہے، اور ٹکسال میں اس کی زیادتی قدر میں کمی ہو جاتی ہے؛ بلکہ جیسا کہ اغلب ہے، اس کی زیادتی قدر بالکل غائب ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس، جب کم قدر فلز کی رسد پگھلائی جاتی ہے یا برآمد کی جاتی ہے تو یہ زائد مقدار بھی بازار میں آجاتی ہے۔ رسد کی یہ زیادتی اس کی قدر کو گھٹا دیتی ہے، اور بازاری شرح یا تناسب ٹکسالی شرح سے قریب تر ہو جاتا ہے۔ ایک ایسے ملک کے متعلق جہاں دو معیاری طریق قائم ہو، کہا جا سکتا ہے کہ اس کی حیثیت ایسے ملک کی ہوتی ہے جو چاندی اور سونے کی کسی مقدار کو جو پیش کی جا سکتی ہو اپنی ٹکسال کی مقررہ شرح (مثلاً ۱۵½ : ۱) سے خریدنے اور فروخت کرنے کے لیے تیار ہے۔ واقعتاً تو حرف بحرف ایسا نہیں ہوتا؛ یعنی — ملک براہ راست غیر مسکوک چاندی اور سونا نہیں خریدتا۔ لیکن اس ملک کی دونوں فلز کی آزاد سکہ سازی خریداری کے مساوی و معادل ہوتی ہے، اور

271

باب ۱۲
فلز بینیت
چاندی کی
علیحدگی

یہ بات اس وقت تک صادق آتی ہے جب تک کہ دونوں فلزات کی رسد گردش میں ہو اور ایک کی بجائے دوسری بطور بدل فی الواقع استعمال کی جائے۔ جب ان میں سے کوئی فلز دوسری فلز کو ایک مرتبہ رواج سے کاملاً ہٹادیتی ہے تو یہ نتیجہ پھر ظاہر نہیں ہونے پاتا۔

کچھ اسی قسم کا اثر و نتیجہ فرانس میں انیسویں صدی کے دوسرے ربع حصے کے دوران میں ظاہر ہوا، اور ربع ثالث میں یہ اثر بہت نمایاں طریقے سے ظاہر ہوا[1]۔ جب کبھی چاندی کی قیمت میں بحوالۂ طلا تخفیف ہوئی چاندی فرانس کو بغرض تسکیک روانہ کی جاتی تھی، اور سونا فرانس سے باہر چلا جاتا تھا۔ جب چاندی کی قیمت بحوالہ طلا بڑھ جاتی تھی تو فرانس میں سونا بغرض تسکیک بھیجا جاتا تھا، اور چاندی ملک سے باہر چلی جاتی تھی گویا چاندی کی قیمت کی زیادتی بحوالۂ طلا کے معنی یقیناً ادنیٰ بازاری شرح تناسب کے ہیں، اور اس کے برعکس چاندی کی قیمت کی کمی بحوالہ طلا کے معنی اعلیٰ بازاری شرح کے ہیں[2]۔ سنہ ۱۸۲۰ء تا ۱۸۵۰ء کے دور کے بیشتر حصے میں چاندی کی قیمت فرانسیسی شرح یعنی ۱۵½:۱ کے معادل سے کسی قدر کم رہی۔ چنانچہ چاندی فرانس میں بکثرت درآمد کی جارہی تھی، اور سونا برآمد ہو رہا تھا۔ اس زمانے میں فرانس کا زر زیادہ تر چاندی کے

272

[1] ۔ انیسویں صدی کا ربع اول بڑی حد تک بدنظمی کا دور تھا، علاوہ ازیں ہماری معلومات فرانس میں فلز کی درآمد و برآمد کے متعلق صرف سنہ ۱۸۲۲ء کے بعد سے صحیح ہیں۔ اسی وجہ سے ہم نے متن کی بحث کو ربع ثانی و ثالث تک محدود رکھا ہے۔

[2] ۔ اس تناسب کا تعلق چاندی کے عام مقررہ نرخ سے اس طرح بیان کیا جا سکتا ہے:۔

شرح	خالص چاندی کی قیمت ریاستہائے متحدہ کے زر کے حوالے سے۔	چاندی کی سلاخ (جس میں خالص چاندی بقدر ۹۲۵ ہوتی ہے) کی قیمت برطانوی سکہ میں۔
۱:۱۶	۱،۲۹۱۹ ڈالر فی اونس	۵۸،۹۳ پنس فی اونس
۱:۱۵½	۱،۳۳۳۶ " "	۶۰،۸۳ " "
۱:۱۵	۱،۳۷۸۰ " "	۶۲،۸۶ " "

باب ۲۱
فلزیت چاندی کی علیحدگی

سکوں پر مشتمل تھا؛ سونے کے سکوں کا تناسب زیادہ نہ تھا، اور اگر چاندی اس سے زیادہ مقدار میں استعمال ہوتی تو سونے کا اخراج نظام زر سے مکمل ہو گیا ہوتا۔ یہ حالت قریب قریب پیدا ہو چلی تھی مگر کامل طور سے نہیں۔ فرانس کی آبادی اور دولت بڑھ رہی تھی؛ چنانچہ اس کے فلزات کے ذخیرے میں کثیر خالص اضافے کے لیے بنیاد موجود تھی۔ اضافہ شدہ چاندی کا کثیر حصہ سونے کو خارج کئے بغیر، رائج اور جذب ہو گیا؛ گو سونے کی کثیر مقدار برآمد ہوئی، اور بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سونا رواج سے غائب ہو جائے گا لیکن بالآخر ایسا نہیں ہوا۔

سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد صورت حالات میں دفعتہً تبدیلی رونما ہوئی۔ دنیا کے بازاروں میں کیلی فورنیا اور آسٹریلیا سے نکلے ہوئے تازہ سونے کی عدیم النظیر رسد کی بھرمار شروع ہوئی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چاندی کی قیمت بڑھ گئی؛ اور سونے اور چاندی کی اضافی شرح گھٹ گئی۔ گویا اب فرانس میں تسکیک کی غرض سے بجائے چاندی کے سونا بھیجنا زیادہ فائدہ مند معلوم ہونے لگا۔ چنانچہ فرانس میں سونا کثیر مقدار میں درآمد ہوا؛ مثلاً، سنہ ۱۸۵۰ء تا سنہ ۱۸۶۰ء کے عشرے ہی میں ۳,۰۰۰,۰۰۰,۰۰۰ فرانک (یعنی ۶۰۰,۰۰۰,۰۰۰ ڈالر) سے زائد قیمت کا سونا درآمد ہوا؛ اور اس کے بالمقابل چاندی کی کثیر مقدار بھی، اگرچہ وہ مذکورہ بالا مقدار کے کسی حال مساوی نہ تھی، برآمد ہوئی۔ کیونکہ اس دور میں، سابقہ دور کے مثل، فرانس میں فلزی زر کے ذخیرے میں کثیر اضافہ ہو گیا تھا، فرق صرف اس قدر تھا کہ اب جو اضافہ عمل میں آیا تھا، وہ سب کا سب سونے کی شکل میں تھا، اور ماقبل دور میں زیادہ تر چاندی کی شکل میں اضافہ ہوا تھا۔ فرانس سے جو چاندی استقلال کے ساتھ برآمد کی جا رہی تھی، اس کا اثر یہ ظاہر ہوا، کہ بازار میں غیر مسکوک چاندی کی قیمت بتدریج کم ہوتی گئی، اور اس طرح بازاری شرح ½۱۵ : ۱ کے قریب قریب رہی؛ اگرچہ اب میلان ½۱۵ سے بڑھنے کی بجائے گھٹنے کی جانب زیادہ ہے۔

اس طرح فرانس میں سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد کے متصل زمانے میں دو فلزی طریق کا جو دور دورہ رہا، اس کا عام اثر یہ ظاہر ہوا، کہ قیمتوں کی عام سطح اور سونے اور چاندی کی اضافی شرح دونوں ثبات پذیر رہیں۔ سونے کی تازہ پیداوار کے بیشتر حصے نے محض فرانس میں چاندی کو رواج سے ہٹا دیا، اور اس طرح خارج شدہ چاندی زیادہ تر

باب ۲۱ فلزینیت چاندی کی علاحدگی

مشرق کو برآمد کردی گئی؛ چنانچہ مشرق کو جتنی کثیر مقدار اس دفعہ روانہ کی گئی اس سے پیشتر کبھی روانہ نہیں کی گئی تھی۔ مگر یہاں چاندی کے انجذاب کا کوئی قابل لحاظ اثر قیمتوں پر نہیں پڑا۔ یہ بجا طور پر کہا گیا ہے کہ فرانس میں چاندی اور سونے کی آزاد سکہ سازی نے سونے کی قدر کی کمی کو روکنے میں ایسا ہی کام انجام دیا جیسا کہ ہوائی جہاز سے گرتے ہوئے آدمی کے لیے ہوائی چھتری۔ یہ سچ ہے کہ سونے کی قدر کسی حد تک ضرور گھٹ گئی، یعنی قیمتوں میں کسی حد تک ضرور اضافہ ہوا؛ لیکن اس کی رفتار اتنی سریع نہ تھی جتنی کہ فرانسیسی سکہ سازی کے اثر کے بغیر ہوتی۔

273

اس واقعہ کو دو فلزی طریق کے وکیل اپنے نظام کے فوائد کی تمثیل و توجیہ میں پیش کرتے ہیں اور بجا طور سے پیش کرتے ہیں۔ بعض نکتہ چینیوں کا خیال ہے کہ جہاں تک کہ چاندی اور سونے کی اضافی قدر کا تعلق ہے، نتیجہ کامیاب نہیں نکلا؛ اس لیے کہ بازاری شرح پوری طرح ثبات پذیر نہ تھی۔ بلکہ اس میں تغیرات ہوتے رہے۔ یعنی سنہ ۱۸۵۰ء سے قبل ۱۵½ : ۱ سے کچھ بڑھنے اور سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد اس سے کچھ گھٹنے کی جانب میلان رہا۔ لیکن کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اس قیمت پر جو ۱۵½ : ۱ کی شرح کے پوری طرح مساوی ہو، قطعی ثبات پذیری ممکن یا کسی معقول حد تک مناسب بھی تھی۔ فلزات کی باہمی قیمتوں کا ایک حد تک ثبات پذیر رہنا ہی کافی ہے۔ بین الاقوامی تجارت اور مبادلات خارجہ کے تغیر پذیر نشیب و فراز کے مطابق شرح میں کم و بیش تغیرات کا ہونا ناگزیر ہے؛ چنانچہ جب ہم آگے چل کر مبادلات خارجہ کی بحث شروع کریں گے تو ان امور کی توضیح ہو جائے گی۔ فی الجملہ فلزینیت کے وکیل فرانس کے تجربہ کو، خاص کر سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد کے زمانے کی حالت کو، اپنے نظام کی موافقت میں بطور توجیہ پیش کر سکتے ہیں۔

۲۔ انیسویں صدی کے آخری حصے میں، ایک اور تبدیلی رونما ہوئی جو اگرچہ ایسی سریع اور فوری نہ تھی جیسی کہ سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد ظاہر ہوئی، لیکن اس سے کچھ کم غیر متوقعہ نہ تھی۔ تقریباً سنہ ۱۸۶۰ء میں سونے کی پیداوار اپنی انتہائی مقدار تک پہنچ گئی تھی، اور اس کے بعد یہ سطح بمشکل برقرار رہی۔ بایں ہمہ جو نئی رسد درآمد ہوتی رہی اس کی مقدار سنہ ۱۸۵۰ء سے قبل کے کسی زمانہ کی نسبت بہت زیادہ ہی تھی؛ فرق صرف

باب ۲۱ فلزیت چاندی کی علٰحدگی

اس قدر تھا کہ اب یہ رسد ایک بڑے رقبے پر پھیل گئی تھی، اور زائد رسد کے مقابلے میں اشیا کی مقدار میں بھی روز افزوں اضافہ ہو رہا تھا۔ مہذب دنیا میں ہر طرف صنعتیں سرعت کے ساتھ روز افزوں وسعت حاصل کر رہی تھیں، اور زر کی طلب بحیثیت مجموعی رسد کے قدم بہ قدم چل رہی تھی۔ دوسری طرف چاندی کی پیداوار میں ایک تبدیلی شروع ہوئی: ریاستہائے متحدہ میں چاندی کی بڑی بڑی کانیں دریافت ہوئیں اور چاندی کی کان کنی کی پیداوری کے اضافہ کا یہ آغاز ایسا ہی نمایاں تھا جیسا کہ سونے کی کان کنی کے بارے میں رہا تھا۔ تقریباً ۱۸۶۵ء میں بازار میں چاندی کی قیمت کچھ گھٹ گئی؛ اس زمانے میں فرانس سے چاندی کی برآمد رک گئی اور کچھ چاندی درآمد ہوئی۔ چنانچہ چند سالوں تک بازاری قیمت، ½ ۱۵ : ۱ کی شرح کے تقریباً بالکل مساوی تھی۔ اس کے بعد ۱۸۷۳ء میں اس میں سریع تخفیف ہوئی، وہ ۱۶ : ۱ کی شرح کے مساوی ہو گئی، اور اب برعکس نقل پذیری شروع ہوئی، یعنی، سونا کثیر مقدار میں فرانس سے برآمد ہونے لگا، اور چاندی کی درآمد شروع ہو گئی۔ 274

یہ الٹ پلٹ ناموافق ثابت ہوئی؛ اس لیے کہ سونا، معقول یا غیر معقول طریقہ پر مرجح فلز خیال کیا جانے لگا تھا۔ سب سے بڑے صنعتی ملک یعنی انگلستان میں سونے کا بکثرت رواج، اس ترجیح کا سب سے بڑا سبب تھا۔ چنانچہ جب جرمانی سلطنت نے ۱۸۷۱ء میں اپنے نظام زر کو از سر نو منظم کر کے ہمیشہ کے لیے معیار طلا کو اختیار کر لیا تو اس پر زیادہ تر انگلستان کی مثال کا زبردست اثر پڑا تھا۔ ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۵۰ء کے بعد سے سکہ سازی تقریباً طلائی بنیاد ہی پر تھی۔ ۱۸۷۳ء میں فرانس نے سونے کو باہر جانے سے روکنے کے لیے چاندی کی آزاد سکہ سازی روک دی؛ اس تدبیر کے اختیار کرنے کی حد تک فرانس نے تنہا کارروائی نہیں کی، دوسرے ممالک کی مشارکت سے اس نے ۱۸۶۵ء میں ایک اتحاد قائم کر لیا تھا جس کو "لاطینی اتحاد" کہتے ہیں؛ اس کے دوسرے ارکان بلجیم، سوٹزرلینڈ، اٹلی، اور یونان تھے[1]۔

[1] یونان ۱۸۶۸ء میں اس اتحاد میں شریک ہوا۔ اسپین نے فرانک کا نظام اختیار کر لیا، مگر وہ اس اتحاد میں شریک نہ ہوا۔ یونان اور اٹلی اگرچہ رکن تھے، لیکن دوسرے ملکوں کے مقابلے میں وہ کم اہمیت رکھتے

باب ۲۱ فلزمینیت چاندی کی علحدگی

لاطینی اتحاد کا اساسی مقصد سکہ سازی کا یکساں اعشاری نظام قائم کرنا تھا جو فرانسیسی فرانک پر مبنی ہو۔ کامل دو فلزی طریق بھی اختیار کر لیا گیا جس میں دونوں فلز کی آزادانہ سکہ سازی ½ ۱۵ : ۱ کی شرح سے عمل میں آتی تھی؛ اور اس کے بعد سکہ سازی اور ٹکسال کے قواعد وضع کرنے میں ان سب ممالک کو مشترکہ عمل اختیار کرنا پڑا۔ اس انجمن یا اتحاد کے ارکان میں صنعتی و سیاسی دونوں حیثیتوں سے، فرانس اہم ترین قوت تھی۔ لاطینی اتحاد کی بوقلمون اور دلچسپ سرگزشت کے متعلق کچھ کہنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے؛ صرف اتنا کہدینا کافی ہوگا کہ اس نے معقول اعشاری نظام کی توسیع و ترقی کے سلسلے میں مفید کام انجام دیا۔ لیکن اس میں ایک نقص بھی تھا، اور وہ یہ کہ اس اتحاد کے شرکا کے مابین بہت کچھ مخالفتیں پیدا ہوگئیں۔ قطعی تدابیر ۱۸۷۳ء تا ۱۸۷۸ء میں اختیار کی گئیں؛ اس وقت آزاد سکہ سازی موقوف ہوگئی، گو چاندی کی سکہ سازی کلیۃً موقوف نہ ہوئی۔ ۱۸۷۳ء میں فرانس نے ابتداءً تنہا یہ پالیسی اختیار کی کہ ٹکسال میں مضروب ہونے والے پنج فرانکی سکوں (یعنی کامل زر قانونی بشکل نقرہ) کی مقدار محدود و معین کر دی؛ علیٰ ہذا بلجیم نے بھی ۱۸۷۳ء میں تنہا عمل کر کے اپنے ہاں اسی قسم کی تحدید عائد کر دی۔ ۱۸۷۴ء میں لاطینی اتحاد نے ایک خاص معاہدہ کے ذریعے سے جملہ ارکان کے لیے یہی پالیسی تجویز کی؛ چنانچہ ٹکسال میں مضروب کیے جانے والے پنج فرانکی سکوں کی مجموعی مقدار ان کے درمیان ایک خاص نسبت سے تقسیم کر دی جاتی تھی۔ یہ تحدید بالآخر ان سکوں کے چلن کی کامل موقوفی کی شکل میں منتج ہوئی؛ ۱۸۷۸ء میں پنج فرانکی سکوں کی ڈھلائی روک دی گئی، اور اس کے بعد ان کی پھر کبھی تجدید نہ ہوئی؛ اس طرح فلزمینیت کا خاتمہ ہو گیا۔

275

چاندی کی سکہ سازی کی موقوفی کے بعد بھی ان ملکوں میں زر کی گردش کی حالت بظاہر دو فلزی طریق کی حالت سے مختلف نہ تھی؛ بایں ہمہ اساسی بنیادوں کے لحاظ سے وہ بہت مختلف تھی۔ سونے اور چاندی کے سکے دونوں ساتھ ساتھ رائج رہے، اور ٹکسال میں ان کی جو اضافی قدر مقرر کر دی گئی تھی وہ بحال خود قائم رہی۔ چاندی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ: تھے؛ اس لیے کہ ان کا زر، اس کل زمانے میں جبکہ چاندی کی سکہ سازی کے متعلق کارروائی زیر غور تھی، کاغذی بنیاد پر تھا: زر کاغذ کے بارے میں دیکھو باب ۲۳۔

باب ۲۱
فلزی حیثیت
چاندی کی
علمندگی

پانچ فرانک کے ٹکڑے ذیلی سکے نہ تھے، بلکہ قرضوں اور مطالبات کی ادائی میں وہ غیر محدود زرقانونی تھے؛ بایں ہمہ بعض اہم اعتبارات سے وہ مثل ذیلی سکوں کے رائج تھے۔ ان کی آزاد سکہ سازی اب موقوف ہو چکی تھی؛ اور ان کی ذاتی یا فلزی قدر اب اس سے مختلف تھی جو ان کو بطور سکوں کے حاصل رہی؛ چنانچہ غیر مسکوک چاندی کی قیمت مسلسل گھٹتی گئی۔ اگر چاندی کی آزاد سکہ سازی فرانس اور لاطینی اتحاد میں قائم رہتی، تو ان ملکوں کی ٹکسالوں میں چاندی کثیر مقدار میں بغرض تشکیل پیش ہوتی۔ لیکن اب یہ صورت باقی نہ رہی تھی اور اس کو قبول نہیں کیا جاتا تھا۔ آزاد سکہ سازی اس وقت صرف طلا کی ہو رہی تھی۔ ہر ملک بلکہ تمام شریک اتحاد ملکوں کے اندر مطالبات کی ادائی کے لیے سونا جس خوبی سے کام انجام دیتا تھا، اتنی ہی خوبی سے چاندی کے رہے سہے سکے بھی انجام دیتے تھے؛ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ سب یکساں شکل، فلز اور وزن کے تھے۔ وہ اس وقت بھی غیر محدود زرقانونی تھے (اور اب بھی ہیں)، اور حکومت محصولات اور دیگر واجب الادا رقوم ان کی شکل میں غیر محدود طریقے پر قبول کرتی تھی؛ اور دوسری طرف سونے کے سکے بھی کثیر مقدار میں رائج تھے۔ چاندی کے سکوں کے علاوہ سونے کے سکوں کو رواج میں رکھنا پڑا۔ اگر مروجہ زر صرف چاندی کے سکوں پر مشتمل ہوتا تو اس کی محدود و معین مقدار قیمتوں کو کم کرنے کا سبب ہوتی؛ اس کی وجہ سے درآمد میں بھی تخفیف ہو جاتی اور برآمد بڑھ جاتی؛ زر کی درآمد شروع ہو جاتی؛ اور یہ زر اس وقت صرف سونا ہوتا[1]۔ چاندی کے پنج فرانکی سکوں کی قدر، ذیلی سکوں کے مثل، ان کی مقدار کی تحدید کے ذریعے سے مصنوعی طریقہ سے مقرر کی گئی تھی؛ اور ان کی قدر آزادانہ طور سے مسکوک طلا کی قدر کے مطابق تھی۔

اس نظام کو، جو کسی باقاعدہ تجویز کی بنا پر قائم نہیں کیا گیا، بلکہ یکے بعد دیگرے متعدد تجربات کے سلسلے میں وجود میں آگیا تھا "معیار لنگ" Limping Standard کے نام سے موسوم کیا گیا۔ چاندی کا سکہ، اگرچہ اس کی فلزی قدر سونے کے مقابلے میں کم ہے 276

[1] اس استدلال کو کسی قدر قبل از وقت استعمال کیا گیا، اس لیے کہ تجارت بین الاقوام کے عمل کے سلسلے میں اس کی بحث متعاقب آئے گی، لیکن تجارت بین الاقوام کے نظریے کا یہ جزو اس قدر سادہ ہے کہ اس کا مفہوم و تعلق بآسانی سمجھ میں آسکتا ہے: دیکھو باب ۳۲۔

سونے کے سکے کے ساتھ ساتھ رائج ہے، اس کو اس کے قوی تر رفیق کے ساتھ وابستہ کرکے مساوات جس طرح برقرار رکھی گئی، اسی کے لحاظ سے اس کا رواج قائم ہے۔ چنانچہ دوسرے ملکوں میں بھی اسی طرح کی صورت حال رونما ہوئی ہے، جو ایک حد تک ارادی عمل کا نتیجہ ہے، اور ایک حد تک اسی طریقے سے بلا ارادہ رونما ہوگئی ہے جیسا کہ لاطینی اتحاد میں "معیار لنگ" اس معیار کو قائم کرنے کے خیال کے بغیر رونما ہوگیا۔

۱۴۔ ریاستہائے متحدہ میں فرانس کے بعینہ مماثل صورت حال پیدا ہوئی، اور اس صورت میں بھی ارادی طور پر کوئی تدابیر اختیار نہیں کی گئیں، بلکہ یہ صورت حال محض یکے بعد دیگرے مسلسل ترمیموں اور ادھوری اصلاحوں کا نتیجہ تھی۔ ان واقعات کی تاریخ اس وقت تک پوری طرح سمجھ میں نہیں آسکتی جب تک کہ قیمتوں کے تغیرات اور زر کاغذی پر بحث نہ کرلی جائے۔ جہاں تک چاندی کی صورت حال کا تعلق ہے، وہاں تک اہم واقعات کو مجملاً بیان کردینا کافی ہوگا۔

۱۸۷۳ء میں چاندی کے ڈالروں (جو کامل زر قانونی تھے اور آزادانہ طور سے ڈھالے جاتے تھے) کی سکہ سازی ریاستہائے متحدہ میں موقوف ہوگئی۔ نیز اسی سال فرانس نے آزادانہ سکہ سازی کو موقوف کردیا؛ لیکن ان دونوں واقعات کا ایک ساتھ وقوع پذیر ہونا ایک امر اتفاقی تھا۔ ۱۸۷۳ء میں ریاستہائے متحدہ میں صرف زر کاغذ، جو کم قدر اور نام نہاد "حکمی زر" تھا، رائج تھا۔ اگر کوئی فلز رائج ہوتی (اور بعض اہم اغراض کے لیے فلز ہی استعمال کی جاتی تھی، اگرچہ وہ عام طور سے رائج نہ تھی) تو وہ فلز سونا ہوتی۔ ۱۸۳۴ء اور ۱۸۳۷ء کے سکہ سازی کے تغیرات کے بعد، اور ۱۸۵۰ء میں سونے کی درآمد شروع ہونے کے بعد نظام زر کی اصل بنیاد صرف سونا تھا۔ فرضی یا برائے نام دو معیاری طریق کا وجود فراموش کردیا گیا تھا۔ ۱۸۷۳ء میں ملک کے سکہ سازی کے طریق کے متعلق آئین و قوانین کی جدید تنظیم و ترتیب عمل میں آئی، اور اس کو نہایت استوار بنیادوں پر قائم کیا گیا، اور اس سے یہ توقع تھی کہ زر کاغذی کا رواج بہت جلد موقوف ہوجائے گا، اور فلزی نظام دوبارہ قائم ہوجائے گا: چنانچہ یہ توقع ۱۸۷۹ء میں

باب ۲۱
فلزیت چاندی کی پیچیدگی

بار آور ہوئی۔ زر کے متعلق جدید وضع آئین و قوانین میں چاندی کے ڈالر کو مروجہ سکوں کی فہرست سے خارج قرار دیا گیا؛ جس کے بعد دو فلزی طریق جو عملاً ایک مدت دراز سے متروک ہو چکا تھا، اب بذریعۂ قانون باقاعدہ طور سے کالعدم کر دیا گیا۔ اس تبدیلی کی طرف قدرتی طور سے بہت کم توجہ کی گئی؛ لیکن بعد کے سالوں میں جبکہ چاندی کو از سر نو رائج کرنے کے لیے سخت ہیجان پھیلا تو چاندی کے ڈالروں کی موقوفی کو بالعموم "۱۸۷۳ء کے جرم" کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ یہ خیال کیا جاتا تھا کہ یہ کام پوشیدہ طور سے ایسے اشخاص کے ہاتھوں انجام پایا جن کے لیے معیار طلا کا قیام جاذبیت رکھتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ کام خاموشی کے ساتھ اس لیے انجام دیا گیا کہ کسی شخص کی نظر میں اس وقت اس کو اہمیت حاصل نہ تھی۔

277

۱۸۷۳ء کے بعد کساد بازاری اور قیمتوں کی تخفیف کا دور شروع ہوا۔ ریاستہائے متحدہ میں ایک قوی جماعت نے اس تخفیف کو روکنے کی کوشش کی اور کسی ایسے آئین و قوانین کے وضع کرنے کو مستحسن قرار دیا جن کی رو سے مروجہ زر کی مقدار میں اضافہ ہو سکے[1]۔ اس طرح کامل دو فلزی طریق کو دوبارہ قائم کرنے، یعنی چاندی اور سونے کے سکوں کو دوبارہ آزادانہ طور سے مضروب کرنے کے طریق کو رائج کرنے کے متعلق تقریباً ایک نسل تک ہیجان پھیلا رہا۔ ۱۶ : ۱ کی قدیم شرح سے، اور ۱۸۷۳ء کے بعد چاندی کی بازاری قیمت کے لحاظ سے، اس طریق کو رائج کرنے کے معنی محض چاندی کی تکسیر ہوتے؛ بایں ہمہ یہ تجویز، اگرچہ ایسا معلوم ہوتا تھا، کہ وہ بہت جلد عملی شکل اختیار کرے گی۔ کبھی عملی صورت میں نہیں آئی۔ ان دونوں تجاویز کے بین بین، ایک تیسری تجویز اختیار کی گئی، اور وہ دو اہم تدابیر کا نفاذ تھا، جن میں سے ہر ایک میں بیش قدر نقرئی ڈالروں کی کثیر اگرچہ محدود مقدار کا انتظام کیا گیا۔

۱۸۷۸ء میں نام نہاد بلینڈ الای سن ایکٹ منظور ہوا جس کی رو سے حکومت کو

---

[1] یہاں جماعت سے مطلب کوئی سیاسی جماعت نہیں ہے، چاندی کی سکہ سازی کے بارے میں ری پبلکن یا ڈیموکریٹ جماعتوں میں سے کسی بھی جماعت کا اصول غیر متناقض نہ تھا "جماعت نقرہ" (Silver party) ان لوگوں پر مشتمل تھی جو چاندی کے وکیل تھے مگر دونوں سیاسی جماعتوں کے لوگ اس میں شریک تھے۔

باب ۲۱ نقل زر منیت چاندی کی علیحدگی

ماہانہ کم از کم بیس لاکھ اور زیادہ سے زیادہ چالیس لاکھ ڈالر کی قیمت کی چاندی خریدنے کی اجازت دی گئی، اور حکومت کو مجاز کیا گیا کہ وہ قدیم وزن اور ترکیب (یعنی ½ ۴۱۲ گرین معیاری چاندی اور ۱/۴ ۳۷۱ گرین کی خالص چاندی) کے مطابق ڈالر مسکوک کرے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اس قانون کے تحت صرف اقل مقدار یعنی بیس لاکھ ڈالر کی چاندی خریدی اور مضروب کی گئی۔ اس طرح بظاہر مسکوک ڈالروں کی تعداد بیس لاکھ ماہانہ سے زائد تھی۔ اگر چاندی کی قیمت اس زر کے حوالے سے جس سے حکومت چاندی خریدنے کا کام لیتی تھی (یہ زر سونا تھا جو ۱۸۷۹ء کے بعد سے عام طور سے اس غرض کے لیے استعمال کیا جاتا تھا)، اتفاقاً کم ہوتی تھی، تو بیس لاکھ ڈالر کی مقررہ رقم سے، زیادہ چاندی خریدی جا سکتی تھی، اور زیادہ تعداد میں ڈالر ڈھالے جا سکتے تھے؛ اگر یہ قیمت زیادہ ہوتی تو کم مقدار میں چاندی خریدی جا سکتی تھی اور اس طرح نسبتہً کم تعداد میں ڈالر ڈھالے جا سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ ۱۸۷۸ء اور ۱۸۹۰ء کی درمیانی مدت میں جبکہ یہ قانون نافذ رہا پیداوار اوسطاً پچیس لاکھ مسکوک نقرئی ڈالر ماہانہ یا تین کروڑ سالانہ تھی۔ یہ ڈالر بعینہٖ فرانس کے پنج فرانکی سکوں کے مماثل تھے؛ یعنی بحیثیت سکے کے وہ بیش قدر مقدار میں محدود، کامل زر قانونی اور مطالبات کی ادائی میں سونے کے مثل ہر لحاظ سے قابل قبول تھے۔

۱۸۹۰ء میں دوسرا قانون منظور ہوا، اور اس نے بھی چاندی کے سکوں کے اخراج اور چاندی کی آزاد سکہ سازی کے بین بین ایک تیسری حالت پیدا کردی۔ اس پیچیدہ اور بدنصیب قانون کی تفصیلات پر بحث کرنے سے پیشتر، مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کی زندگی کے تین سالوں کے دوران میں (وہ ۱۸۹۳ء میں منسوخ کر دیا گیا) حکومت نے اتنی چاندی خریدی جس سے ملک کے زر کی مجموعی رسد میں کم از کم ۱۸۰،۰۰۰،۰۰۰ ۲ نقرئی ڈالروں کا اضافہ ہوا۔ ۱۸۷۸ء کے قانون کے تحت کامل وصحیح اعدادی شکل میں اس طرح کے تقریباً ۵۲،۰۰۰،۰۰۰ ۳ ڈالر ڈھالے گئے تھے؛ اور جب سکہ سازی کا کام تمام ہوا تو معلوم ہوا کہ دارالضرب سے بحیثیت مجموعی بیش قدر چاندی کے ۵۷ کروڑ ڈالر ڈھالے اور ذخیرۂ آلہ مبادلہ میں اضافہ کئے گئے تھے۔

چاندی کا حقیقی اور عملی رواج سکے کی شکل میں اتنی کثیر تعداد میں نہ ہوا تھا جتنا کہ

باب ۲۱ فاضل قیمت چاندی کی علیحدگی

نقرئی صداقت ناموں کی صورت میں۔ اس قسم کا زر کاغذ ایک قسم کا صداقت نامہ یا پروانہ تھا، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، جس میں اس امر کی تصدیق کی جاتی تھی کہ اتنے چاندی کے ڈالر (مثلاً حسب صراحت ایک، دو یا پانچ)، سرکاری خزانے میں محفوظ ہیں؛ اور پیش کرنے والے یا حامل کو اتنے ہی ڈالر عندالطلب ادا کئے جائیں گے۔ چونکہ کاغذی بدلوں یا نائبوں کو کسی قدر بوجھل نقرئی ڈالروں کے مقابلے میں استعمال کرنے میں اکثر لوگوں کو بہت سہولت ہوتی تھی، اس لئے ان کے اجرا سے زائد زر کو رواج دینے میں بھی بہت بڑی سہولت پیدا ہوگئی۔

اس طرح ظاہر ہے کہ ریاستہائے متحدہ کی زر کی رسد میں لاکھوں اور کروڑوں کاغذی ڈالروں کا اضافہ کرنے، اور پھر اسی کے ساتھ ان کو سونے سے مساوی القدر رکھنے کا امکان اس واقعے پر منحصر تھا، کہ یہ ایک بڑا اور وسیع ملک ہے؛ اور نہ صرف ایک بڑا اور وسیع ملک ہے، بلکہ ایسا ملک بھی ہے، جس کا صنعتی کاروبار نہایت عظیم الشان رفتار سے ترقی کر رہا تھا۔ اس بیش قدر یا "اعتباری" زر کی مقدار میں غیر معین اضافے کے معنی سونے کو بالآخر رواج سے خارج کر دینے کے ہوتے۔ چنانچہ ۱۸۹۰ء اور ۱۸۹۳ء کے مابین، ۱۸۹۰ء کے قانون کے تحت اضافے کی رفتار اس قدر زیادہ تھی کہ سونے کا اخراج قریب الوقوع معلوم ہو رہا تھا؛ اور یہی امکان ۱۸۹۳ء کے صنعتی بحران کا، اور اس قانون کی تنسیخ کا ایک سبب تھا۔ اس کے بعد کے سالوں میں ریاستہائے متحدہ کی آبادی، اس کے ذرائع، اور اس کی صنعتی پیداوار میں گوناگون اور عظیم ترقی رونما ہوئی۔ علیٰ ہذا ان اشیا کی مقداروں میں بھی جو زر کے مبادلے میں پیش کی گئیں، بہت غیر معمولی اضافہ ظاہر ہوا۔ اسی بنا پر نہ صرف سونا، چاندی کے ساتھ ساتھ ملک کے اندر ہی محفوظ رہا بلکہ مروجہ مقدار میں بھی اضافہ ہو گیا۔ نتیجہ یہ کہ بیش قدر چاندی اپنے قوی تر رفیق، سونے، کے ساتھ ساتھ استعمال ہوتی رہی، اور مساوی قدر کے ساتھ برقرار رکھی گئی تھی؛ یہ بھی سونے کے مثل اچھی تھی[1]۔

---

[1] جنگ عظیم کے زمانے میں ان چاندی کے ڈالروں کا بیشتر حصہ، جو ریاستہائے متحدہ کے خزانے میں جاری کردہ نوٹوں کی بنیاد کے طور پر سرمایۂ محفوظ میں تھے، حکومت برطانیہ کو دھات کی حیثیت سے فروخت کیا گیا؛ چنانچہ

باب ۲۱ — زر کی حیثیت چاندی کی تنزل کی ...

۴ - ایک اور اہم واقعہ قابل ذکر باقی رہ جاتا ہے، اور یہ ان واقعات کے سلسلے کی آخری کڑی ہے، جن کی بنا پر چاندی زر کے لحاظ سے سابقہ اعلیٰ حیثیت سے محروم کردی گئی۔ ۱۸۹۳ء میں، یعنی ٹھیک اسی سال جبکہ ریاستہائے متحدہ نے ڈالروں کی تشکیل کی غرض سے چاندی کی خریدی روک دی، برطانوی ہندوستان میں آزاد سکہ سازی موقوف ہوگئی۔ پہلے بیان ہوچکا ہے کہ مشرق کو جو فلزات برآمد کیے جاتے تھے وہ زیادہ تر ہمیشہ چاندی کی شکل میں ہوتے تھے۔[۱] برطانوی ہند جو مشرقی ممالک میں سب سے اہم حیثیت رکھتا ہے، اس چاندی سے آزادانہ طریق پر روپیہ ڈھالتا تھا (روپیہ میں جتنی چاندی ہوتی ہے وہ ریاستہائے متحدہ امریکہ کے ڈالر کا ⅓ حصہ ہوتی ہے)۔ چاندی کی قیمت میں مسلسل تخفیف کا نتیجہ یہ ہوا کہ سخت بدنظمی اور دشواریاں پیدا ہوگئیں۔[۲] ایک طویل مدت تک صبر و انتظار کرنے کے بعد برطانوی حکومت ہند نے بالآخر یہ طریقہ اختیار کیا کہ ہندوستان کی ٹکسالوں میں چاندی کی تشکیل روک دی۔ اس طرح ایک سال (۱۸۹۳ء) میں چاندی کے دو سب سے بڑے بازار یعنی ریاستہائے متحدہ اور برطانوی ہند بند ہوگئے۔ اور یہ واقعہ فرانس کی ٹکسال کے تغیر عظیم شروع کرنے کے ٹھیک بیس سال بعد ظہور میں آیا۔

۱۸۹۳ء میں بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چاندی کا ملاً خارج ہوجائے گی۔ تقریباً ربع صدی تک چاندی کی پیداوار میں مسلسل اور تدریجی اضافہ ہوتا رہا۔ ۱۸۷۳ء سے قبل تک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- برطانوی حکومت نے اس چاندی کو برطانوی ہند میں روپیہ کی شدید مانگ پوری کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اسی کے ساتھ ریاستہائے متحدہ میں، اس کے بالمقابل نقروی صداقت ناموں کی مساوی مقدار رواج سے ہٹائی گئی اور ان کی بجائے فیڈرل رزرو بنک کے نوٹوں کو خاص طور سے جاری کرکے کی گئی، جو انہی کے مماثل چھوٹی رقموں کے تھے۔ یہ کارروائی ایک شدید عملی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے ایک عارضی و ہنگامی تدبیر تھی۔ جنگ کے بعد یہ تدابیر اختیار کیے گئے کہ چاندی خرید کر سابقہ کمی پوری کی گئی، از سر نو ڈالر ڈھالے گئے، نقروی صداقت نامے از سر نو جاری کیے گئے اور بنک کے نوٹوں کو جن کے جاری کرنے کی خاص طور سے اجازت دی گئی تھی واپس لے لیا گیا۔

[۱] - دیکھو باب ۱۸ فصل ۴ -

[۲] - دیکھو باب ۲۲ فصل ۵، اور باب ۳۲ فصل ۶ -

باب ۲۱
غلط روش
چاندی کی
غلطہادی۔

کانوں سے سالانہ پیداوار تقریباً ۳۰،۰۰۰،۰۰۰ اونس ہوتی تھی، اور ۱۸۷۰ء کے بعد اس میں حسب ذیل اضافہ ہوا:۔

اوسط سالانہ	پیداوار پانچ سالہ دور میں		ملین اونس
اوسط سالانہ	پیداوار پانچ سالہ دور میں	(از ۱۸۷۱ء تا ۱۸۷۵ء)	۶۳
″	″	(از ۱۸۷۶ء تا ۱۸۸۰ء)	۷۹
″	″	(از ۱۸۸۱ء تا ۱۸۸۵ء)	۹۲
″	″	(از ۱۸۸۶ء تا ۱۸۹۰ء)	۱۰۹
″	″	(از ۱۸۹۱ء تا ۱۸۹۵ء)	۱۵۸
″	″	(از ۱۸۹۶ء تا ۱۹۰۰ء)	۱۶۵
″	″	(از ۱۹۰۱ء تا ۱۹۰۵ء)	۱۶۸

چاندی کی اتنی کثیر رسد کے بازار میں مسلسل آتے رہنے، اور اکثر ٹکسالوں کے آزاد سکہ سازی کے لیے بند ہوجانے کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ چاندی کی قیمت بتدریج اور مستقل طور سے گھٹتی گئی۔ گویا ریاستہائے متحدہ کے زر کے حوالے سے، چاندی کی قیمت جو ۱۸۷۳ء میں ۱٫۲۹ ڈالر فی اونس تھی، ۱۸۹۲ء میں گھٹ کر ۰٫۹۰ ڈالر فی اونس ہوگئی۔ ۱۸۷۸ء اور ۱۸۹۰ء کے قوانین کے تحت امریکا کے چاندی خریدنے کے باوجود قیمت کی یہ تخفیف نہ رک سکی، اگرچہ اس خریداری کا نتیجہ اتنا ضرور رہا کہ تخفیف کی رفتار کسی قدر سست پڑ گئی۔ ۱۸۹۳ء میں دو ملکوں یعنی ریاستہائے متحدہ اور برطانیہ ہند میں سکہ سازی موقوف ہوجانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ قیمت بسرعت گھٹ کر ۰٫۶۷ ڈالر فی اونس ہوگئی۔ ۱۸۹۴ء میں اس کا اوسط تقریباً ۰٫۶۴ ڈالر فی اونس رہا۔

280

۱۸۹۳ء سے لے کر جنگ عظیم کے زمانے تک چاندی کی حالت کیا بلحاظ قیمت اور کیا بلحاظ پیداوار بحیثیت مجموعی تقریباً وہی رہی جو ۱۸۹۳ء میں تھی: یعنی، سالانہ پیداوار میں کوئی کمی نہیں ہوئی؛ بلکہ سنہ ۱۹۰۶ء کے بعد اس میں قابل لحاظ اضافہ ہوگیا؛ اور قیمت ۰٫۶۰ ڈالر فی اونس کے قریب قریب رہی۔ اس قیمت پر چاندی اور سونے کی اضافی بازاری شرح تقریباً ۳۴ : ۱ ہوتی ہے؛ جس سے

باب ۲۱ فلزیت چاندی کی علیحدگی

یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ چاندی کے ڈالر میں خالص فلز کی مقدار پہلے کی نسبت نصف سے بھی کم ہوگئی تھی۔ دوسرے الفاظ میں، سونے کے حوالے سے اس کی قیمت فلز کی حیثیت سے ۵۰ سنٹ سے بھی کم ہوگئی تھی۔ اسی طرح فرانس کے پنج فرانکی سکوں کی قدر قانونی بہ نسبت فلزاتی قیمت کے بڑھی ہوئی تھی۔ غرض سب بڑے بڑے ملکوں میں چاندی کی حیثیت دوسری معمولی اشیا کی سی ہو کر رہ گئی، اور اس کی قیمت میں بازار کے حالات کے مطابق تغیرات ہونے لگے۔ حکومتیں، ذیلی سکہ ڈھالنے کی غرض سے کثیر مقدار میں چاندی خریدتی تھیں اور ان ذیلی سکوں کی طلب میں بتدریج اضافہ ہوتا رہا ہے؛ صنعتوں میں بھی چاندی کا استعمال روزافزوں بڑھتا رہا۔ مشرق میں کثیر انجذاب کا سلسلہ اب تک جاری ہے، اور یہاں اس کو صرف سکہ سازی ہی کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا، بلکہ زیورات کے کام میں بھی لایا جاتا ہے؛ اور اندوختوں کی صورت میں بھی جمع کیا جاتا ہے۔ اب یہ واقعہ کہ چاندی کی قیمت کی عظیم تخفیف کے باوجود اس کی پیداوار، کمی مقدار کے بغیر مسلسل کانوں سے نکلتی رہی، اس امر کو ظاہر کرتا تھا کہ اس زمانے میں اس کی رائجہ قیمت کے مقابلے میں اس کے اختتامی مصارف زیادہ نہ تھے۔

اس طرح اب یہ بات واضح ہو جائے گی، جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان کیا گیا، کہ چاندی کی قدر، اس کے مصارف پیدائش سے اس تعلق سے مختلف تعلق کیوں رکھتی ہے جو گزشتہ صدیوں میں ان دونوں کے مابین رہا اور یہ تعلق سونے کی حالت سے کیوں مختلف ہے۔ بات یہ ہے کہ چاندی کا آزادانہ استعمال زر کی حیثیت سے باقی نہیں رہا، اور جس طرح سونے کی ہر تازہ پیداوار سونے کے سکوں کی موجودہ کثیر مقدار میں ہر سال اضافہ کر دیتی ہے، اس طرح چاندی کی سالانہ پیداوار زر کی مجموعی مقدار میں کوئی اضافہ نہیں کرتی۔ رہا یہ امر کہ ذیلی سکوں کی صورت میں آلۂ مبادلہ کی مجموعی مقدار میں کس قدر اضافہ عمل میں لایا جائے گا، اس کا مدار حکومتوں کی مرضی پر ہے کہ وہ کس قدر خریداری کرنا چاہتی ہیں۔ نتیجہ یہ کہ کانوں کی پیداوار دوسری فلزات کے مثل کسی قیمت پر جو بازار میں اٹھے فروخت ہو جاتی ہے؛ گویا اس کی قیمت ایک حد تک اس کے اختتامی مصارف کی مطابقت کرتی ہے، اور ایک حد تک

انھی اختتامی مصارف کی بنا پر تعین ہوتی ہے۔ معیار لنگ والے ملکوں کے موجودالوقت نقرئی سکوں کی قدر مصنوعی طریقے پر قائم رکھی گئی ہے؛ لیکن یہ مصنوعی قدر چاندی کی نئی اور تازہ پیداوار کی قدر پر کوئی اثر نہیں ڈالتی۔

۵۔ چاندی کے رواج سے خارج ہونے کے زمانے میں دو بالکل مختلف سوالات پیدا ہوئے: پہلا سوال یہ تھا کہ سونے اور چاندی کی کیا اضافی قیمت ہے اور یک فلزی اور دو فلزی نظام کا اس اضافی قیمت پر کیا اثر پڑتا ہے؟ اور دوسرا سوال قیمتوں کی عام سطح سے متعلق یہ تھا کہ دو فلزی طریق اور یک فلزی طریق سے قیمتوں کی عام سطح پر کیا اثر پڑتا ہے؟ دو فلزی طریق کے وکیل یہ دعویٰ کرتے تھے کہ سونے اور چاندی کی اضافی شرح مبادلہ کو قائم و ثابت بنانے میں ان کے نظام کا مفید اثر پڑتا تھا، اور ان کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ قیمتوں کو ثبات پذیر بنانے میں دو فلزی طریق کا مفید اثر پڑتا تھا۔ چنانچہ پہلے سوال کی حد تک، غالباً ان کا نقطہ خیال صحیح تھا؛ مگر دوسرے سوال کا جہاں تک تعلق ہے وہاں تک تاریخ کا فیصلہ بحیثیت مجموعی ان کے خلاف ہی تھا۔

فرانس کی مثال دیکر ہم بیان کر چکے ہیں کہ کامل فلزینیت کی موجودگی، یعنی دونوں فلزوں کی آزادانہ سکہ سازی ہی دونوں فلزوں کی قدر کو اضافی شرح مبادلہ کے مطابق رکھتی ہے۔ اب فرض کرو کہ وہ صنعتی رقبہ جس پر کہ دو فلزی آزاد سکہ سازی کا طریق رائج ہوا ہے فرانس سے بہت بڑا ہے۔ یہ بھی فرض کرلو کہ نہ صرف فرانس اور لاطینی اتحاد کے ممالک بلکہ ان کے علاوہ انگلستان، جرمنی اور ریاستہائے متحدہ بھی فرانسیسی شرح یعنی ۱۵½ : ۱ کے مطابق سونے اور چاندی کے سکے آزادی کے ساتھ ڈھالنے لگیں۔ اب ظاہر ہے کہ اتنے بڑے اور وسیع علاقوں سے سونے کا اخراج بہت دشوار، بلکہ تقریباً ناممکن ہوگا۔ متذکرہ بالا ملکوں میں وہ سب ملک شامل ہیں جہاں چاندی کی قیمت کی عظیم تخفیف کے زمانے میں سونے کی آزاد سکہ سازی جاری تھی۔ اب اگر سونا خارج بھی کر دیا جاتا تو وہ جاتا کہاں؟ سونے کو ملک سے خارج کرنے کا سب سے سیدھا سادہ طریقہ برآمد ہے، لیکن اس طریقہ پر بہ مشکل عمل کیا جا سکتا تھا؛ اس لیے کہ ان ممالک کے سوا کوئی دوسرے بڑے ملک ایسے نہ تھے جہاں اس کی کثیر مقدار برآمد کی جا سکتی۔ یہ ممکن تھا کہ عام قیمتوں کا سریع اضافہ

غالباً صنعتی صرف کو بڑھا دیتا؛ لیکن یہ عمل بھی طویل مدت کے بعد رونما ہوتا، اور بالآخر وہ بھی سب سونے کے صنعت وفنون میں انجذاب کے بہت پہلے ہی ختم ہو جاتا۔
علاوہ ازیں یہ ممکن تھا کہ عام قیمتوں کا اضافہ بظاہر سونے کی پیداوار کو روک دیتا؛ لیکن یہ بھی ایک سست رفتار اور غیر یقینی عمل ہوتا، اور اس کی مدت بھی اول الذکر صورت کے مثل، بہت جلد ختم ہو جاتی: یعنی، ایسے مقام پر جہاں ادنیٰ درجے کی کانوں کا کام رک جاتا۔ نتیجہ یہ کہ سونے کے سکوں کے ذخیرے کا استعمال بطور زر کسی بڑی تبدیلی کے بغیر باقی رہتا، بلکہ اغلب یہ ہے کہ سونے کے سکے چاندی کے سکوں کے ساتھ ساتھ رواج میں رہتے۔ یہ نتیجہ اس وجہ سے زیادہ ممکن ہوتا کہ اگر بڑھیا ملک دو فلزی طریق کو مشترک شرح مبادلہ سے جاری کر لیتے تو اس کا قرینہ ہوتا کہ گھٹیا ملک بھی ان کی اتباع میں ان کے شریک ہو جاتے۔ بین الاقوامی فلز ینیت، اگر کسی رکاوٹ یا استثنا کے بغیر اس کو بڑے بڑے ملک اختیار کر لیتے تو، متوقعہ مقصد کی تکمیل کر لیتا؛ یعنی، دونوں فلز ساتھ ساتھ بطور زر رائج ہو جاتے، اور ان کی بازاری قدر ٹکسالی شرح کے مطابق ہوتی۔

یہ نتیجہ ایک مکمتہ شرط کے تابع ہے۔ اس کا مدار اس مفروضے پر ہے کہ عوام بالعموم اور تجارتی طبقہ خصوصاً حکومتوں کے نافذ کردہ قواعد وضوابط کی پابندی کرے گا؛ اس طرح چاندی قرضوں کے ادا کرنے میں زر قانونی بنائی جائیگی؛ اور اس لحاظ سے بطور زر استعمال ہونے کی اہم حیثیت سے طلا کے مساوی درجے کی قرار دی جائیگی۔ لیکن بظاہر رائے عامہ (یعنی عوام کے خیالات ورجحانات، اگر اس کو اس نام سے موسوم کیا جا سکے) چاندی کے استعمال کا بائیکاٹ کرے گی۔ جیسا کہ کاغذی زر کی سرگزشت کے سلسلے میں آگے چل کر بیان ہوگا[1] حکومت کے اس اقتدار و قوت کے لیے کہ وہ کسی خاص قسم کے [illegible] کو بجبر استعمال کرا سکتی ہے، ایک حد ہوتی ہے۔ زر کو زر قانونی قرار دیدینے یا اس کو اس صفت سے متصف کر دینے سے وہ لازماً عام طور سے رواج نہیں پا جاتا؛ لیکن چاندی کے لیے یہاں جو خاص صورت فرض کی گئی ہے اس کے لحاظ سے یہ

282

---

[1] دیکھو باب ۲۳ فصل ۱۔

ممکن نہیں ہے کہ کوئی حکومت اپنے ان اختیارات کے حدود سے تجاوز کرے جن کے اندر رہ کر وہ زر کے استعمال پر اثر ڈال سکتی ہے۔ سنہ ۱۸۷۳ء تا سنہ ۱۸۹۳ء کے دوران میں چاندی دنیا کے اکثر و بیشتر حصوں میں مقبول عام زر کی شکل تھی، اور کسی جگہ اس کو ناپسند نہیں کیا جاتا تھا۔ یہ سچ ہے کہ برطانیہ عظمیٰ میں اس کو قبولیت عامہ حاصل نہ تھی، اور اس کے خلاف برطانیہ عظمیٰ ریاستہائے متحدہ اور جرمنی میں جو خیالات پھیلے ہوئے تھے ان کو دور کرنا اس کی کامل قبولیت عامہ کے لیے ضروری تھا؛ پھر بھی نئی صورت حالات کے قبول کر لیے جانے کے مقابلے میں جو رکاوٹیں تھیں وہ ایسی نہ تھیں جن سے عہدہ برآ ہونا مشکل یا ناممکن ہوتا۔

عالم معاشیات کے لیے اس قسم کا تجربہ بہت ہی دلچسپ ہوتا؛ لیکن بین الاقوامی فلزینیت کی راہ میں جو سیاسی موانع حائل تھے انھوں نے اس کو غیر ممکن بنا دیا۔ کوئی متحدہ معاہدہ طے کرنے کا کوئی موقع دستیاب نہ ہوا؛ برطانیہ اس معاہدے سے اتفاق کرنے کے لیے کبھی آمادہ نہ ہوا، صرف برطانوی ہند کو اس میں شریک کرنے کے لیے رضامند تھا؛ مگر اس سے فلزینی اتحاد[1] کو کوئی تازہ قوت حاصل نہ ہو سکتی تھی۔ برطانیہ عظمیٰ کی شرکت کے بغیر جرمنی اس اتحاد میں شریک ہونے کے لیے تیار نہ تھا؛ اور ان دونوں ملکوں میں سے کسی ایک کی شرکت کے بغیر ریاستہائے متحدہ شریک ہونے کے لیے تیار نہ تھے۔ متحدہ فلزینیت کے تجریدی امکانات خواہ کچھ ہی ہوں، تجویز کے عملی شکل اختیار کرنے کی توقع کبھی پوری نہ ہوئی۔

۶۔ رہا دوسرا سوال، جو دونوں فلزات کے مابین شرح کی ثبات پذیری کے متعلق تو نہیں بلکہ قیمتوں کی عام سطح کی ثبات پذیری کے متعلق پیدا ہوا، پہلے سوال سے بہت مختلف ہے — اور یہ بظاہر بدرجہا زیادہ اہم سوال ہے۔ قوم کے لیے یہ معاملہ زیادہ اہمیت نہیں رکھتا (اگرچہ ممکن ہے کہ معدنیات کے مالکوں سے وہ بہت بڑی حد تک متعلق ہو) کہ آیا چاندی کا سونے سے مبادلہ ۱۵: ۱ کی شرح

[1] Bimetallic League

ب ۲ فلزینیت چاندی کی علیحدگی

283

باب ۲۔ فلز ینیت چاندی کی غلطی کی۔

سے ہوتا ہے یا ۴۰ : ۱ کی شرح سے۔ لیکن یہ معاملہ بہت اہمیت رکھتا ہے کہ آیا قیمتوں میں اضافہ ہو رہا ہے، یا تخفیف ہو رہی ہے، یا قیمتیں ثبات پذیر ہیں۔ ان میں سب سے پسندیدہ صورت حال یہ ہے کہ قیمتوں کو حتی الامکان ثبات پذیر رہنا چاہیے۔ اب سوال یہ ہے کہ بین الاقوامی فلز ینیت یہ نتیجہ کس حد تک پیدا کرے گی؟

اس سوال کے جواب کا دارومدار اس حد پر ہے جس حد تک کہ دونوں فلزات یعنی چاندی اور سونے کی مجموعی رسد متاثر ہو۔ ۱۸۹۰ء میں اس کا جواب بظاہر یقین کے ساتھ نہیں دیا جا سکتا تھا۔ اس زمانے میں سونے کی پیداوار تقریباً ایک ہی حالت پر قائم معلوم ہوتی تھی؛ اس کے برعکس چاندی کی پیداوار کی مقدار روزافزوں بڑھ رہی تھی، باوجود اس امر کے کہ اس کی قیمت میں بتدریج تخفیف ہو رہی تھی۔ فلز ینیت کے مخالفین نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اگر چاندی کی از سرِ نو آزاد سکہ سازی شروع کر دی جائے تو چاندی کی پیداوار میں عظیم المقدار اضافہ ہو جائے گا؛ عصر جدید کے کان کنی کے طریقوں کے تحت ادنیٰ درجے کی چاندی کی کچ دھات کے کثیر ذخیرے وسیع رقبوں سے نکالے جا سکتے ہیں۔ محض کانوں کی دریافت یا تخمینی استحصال کا سوال ہی اصل سوال نہیں ہے، بلکہ اصلی سوال منافع کا ہے۔ اگر چاندی کی قیمت بڑھا کر ۱ ڈالر ۲۹ سنٹ فی اونس کر دی جائے (جو ریاستہائے متحدہ کے سونے کے حوالے سے ۱/۲ ۱۵ : ۱ کی شرح کے بالمقابل قیمت ہے)، تو چاندی کے سیلاب در سیلاب آنے کی توقع کی جا سکتی ہے۔ فلز ینیت کے مخالفین نے یہ پیشین گوئی کی کہ زر کے ذخیرے میں اس قدر کثیر اضافہ ہو جائے گا کہ اس کی وجہ سے دس سال میں قیمتیں دو چند ہو جائیں گی؛ اس کے برعکس فلز ینیت کے وکیل یہ کہتے تھے کہ پیداوار کا اضافہ کثیر نہ ہو گا، اور یہ کہ سونے کی پیداوار کی مقدار کے ایک حالت پر قائم رہنے یا گھٹنے کی صورت میں، اور اس حالت میں جبکہ فلزاتی زر کا مجموعی ذخیرہ وسیع رقبے پر پھیلایا جا سکتا ہو، قیمتوں میں تبدیلی بہت آہستہ واقع ہو گی؛ اور جس حد تک یہ تبدیلی وقوع پذیر ہو گی اس حد تک وہ بجائے مضر ہونے کے مفید ہی ہو گی۔

باب ۲۱
فلزیت
چاندی کی
علٰحدگی
284

اس صورت حال کے امکانات کے متعلق جو کچھ شبہ کیا جا سکتا تھا (اور ۱۸۹۰ء کے لگ بھگ یہ شبہ بہت بڑھ گیا تھا) وہ ان حالات کی وجہ سے جو ۱۸۹۰ء کے بعد رونما ہوئے رفع ہو گیا؛ چنانچہ سونے کی سالانہ پیداوار کے عجیب و غریب اضافے کا حال بیان ہو چکا ہے۔ سونے کی رسد کی قلت کا خطرہ (یعنی ایسی قلت جو قیمتوں کو مسلسل گھٹاتی رہے) معدوم ہو گیا۔ اگر سونے کے مثل چاندی بھی آزادانہ طور سے قابل سکہ یاب رہتی تو دونوں فلزات کی مجموعی رسد میں بہت معقول شرح سے اضافہ ہوتا۔ ۱۸۹۳ء کے بعد سے چاندی کی قیمت میں مسلسل تخفیف ہوتے رہنے کے باوجود اس فلز کی پیداوار میں کوئی کمی نمودار نہیں ہوئی۔ اگر چاندی کی قیمت میں دو چند اضافہ ہو جاتا تو پیداوار کی مقدار یقیناً بہت سرعت سے بڑھتی، اور اس طرح فلزات کے ذخیرے میں معتد بہ اضافہ ہو جاتا۔ فلزینیت قیمتوں کی ثبات پذیری کی جانب رہبری نہ کرتی؛ بلکہ منفرد معیار طلا کے تحت قیمتیں جتنی ثبات پذیر ہوتیں اس سے بھی کم ثبات پذیری کی جانب رہبری کرتی، اور قیمتوں میں بہت سرعت کے ساتھ اضافہ ہونے لگتا۔ سونے کی پیداوار کے غیر معمولی اضافے نے چاندی از سر نو بحال کرنے کی تجاویز کا ایک غیر معین مدت تک کے لیے خاتمہ کر دیا۔

285

باب بست و دوم

قیمتوں کے تغیرات

(۱) انڈکس نمبروں کے ذریعے سے قیمت کے تغیرات کی پیمائش۔ سادہ حسابی اوسط۔ ریاستہائے متحدہ کی قیمتوں سے تمثیل۔ (۲) وزن کردہ انڈکس نمبر۔ وسطی یا وسطانی۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کی قیمتوں سے تمثیل۔ (۳) قیمتوں کے تغیرات کے اثرات لین داروں اور دین داروں پر۔ (۴) خاص مسائل جن میں قیمتوں کے تغیرات آمدنی کے تغیرات سے مختلف ہوتے ہیں۔ (۵) تخیر پذیر قیمتیں خوشحالی میں اضافہ کرتی اور تقلیل پذیر قیمتیں مفلوک الحالی کا باعث ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ اجرت بحوالۂ زر کا دھیما اضافہ اور اس کے نتیجے کے طور پر آجروں کا نفع یا نقصان ہے۔ (۶) قیمتوں کے تغیرات کے ساتھ ساتھ شرح سود میں بھی تغیرات ہوتے ہیں۔ اس متوازی تغیر کا باعث کوئی ارادی تنظیم نہیں ہے، بلکہ کسی حد تک کاروباری منافعہ پر قیمتوں کا اثر اور کسی حد تک قیمتوں کے تغیرات کے اسباب ہیں۔

۱۔ اس باب میں دو مسائل پر بحث کی جائے گی: اولاً یہ کہ اس امر کی پیمائش و تخمین کس طرح کی جائے کہ قیمتوں میں تغیرات ہوئے ہیں؟ دوسرے یہ کہ اس قسم کے تغیرات کے نتائج اچھے یا برے کیا ہیں؟ رہے ان تغیرات کے اسباب تو سردست ان کی تفصیل بیان نہیں کی جائے گی۔

اگر سب قیمتیں ایک ساتھ گھٹیں اور بڑھیں تو قدر زر کے تغیرات کی پیمائش

اسبابِ قیمتوں کے تغیرات

بہت آسان کام ہوگا۔ لیکن واقعاً کبھی ایسا ہوتا نہیں ہے بعض اشیا کی قیمتیں بڑھتی ہیں تو دوسری اشیا کی قیمتیں گھٹ جاتی ہیں۔ گاہ گاہ کسی عظیم اور سریع تغیر کے زمانے میں یہ بھی ہوتا ہے کہ تقریباً سب اشیا کی قیمتوں میں ایک ہی سمت میں تغیر واقع ہوتا ہے؛ مگر اس صورت میں بھی بعض اشیا کی قیمتوں میں دوسری اشیا کی قیمتوں کے مقابلے میں کم تر اضافہ یا تخفیف ہوتی ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۱۶ء تا سنہ ۱۹۱۸ء میں ریاستہائے متحدہ میں قیمتوں کے بڑھنے کا عام رجحان نمایاں طور سے پایا گیا؛ اکثر اشیا کی قیمتیں بہت سرعت سے اور بعض کی بہت اونچی سطح تک بڑھ گئیں۔ تاہم چند اشیا کی قیمتیں مائل بہ تخفیف تھیں۔ یہ افراط و تفریط روغن لیمو اور ایک جڑی بوٹی "اسے ٹی فینے ٹائڈین"[1] کی قیمتوں سے ظاہر ہوتی ہے؛ چنانچہ سنہ ۱۹۱۸ء میں روغن لیمو کی قیمت چند سال پیشتر کی قیمت کے مقابلے میں یک ثلث ہو گئی تھی اور اس کے برعکس مذکورہ بالا بوٹی کی قیمت جو ادویہ کے کام میں آتی ہے پہلے کے مقابلے میں پچاس گونہ بڑھ گئی[2]۔ خواہ کسی مقررہ سمت میں قیمت کی تبدیلی کا معاملہ کتنا ہی واضح اور صاف کیوں نہ ہو، مظاہر کی پیچیدگی اس تبدیلی کی وسعت کی پیمائش کے کام میں دشواری پیدا کر دیتی ہے۔

286

قیمتوں کے عام رجحان کا مجمل و مختصر حال معلوم کرنے کے لیے انڈکس نمبروں سے کام لیا جاتا ہے۔ انڈکس نمبر کیا ہے اور وہ کس طرح مرتب کیا جاتا ہے اس کی تشریح مثال کے ذریعے سے بہترین طریق پر کی جا سکتی ہے۔ فرض کرو کہ یکم جنوری سنہ ۱۹۱۰ء کو لوہے کی قیمت ۱۵ ڈالر فی ٹن، گیہوں کی قیمت ۱ ڈالر فی بشل، روئی کی قیمت ۱۰ سنٹ فی پونڈ اور اون کی قیمت ۴۰ سنٹ فی پونڈ تھی۔ ان قیمتوں کو "بنیادی قیمتیں" کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد کے زمانے کی قیمتیں انھی کی نسبت سے بیان کی جاتی ہیں، اور اس نسبت کو عام طور سے بحساب فی صد بیان کیا جاتا ہے۔ فرض کرو کہ ایک سال بعد، یعنی

---

[1] acetiphenetidin

[2] دیکھو نے یہ مثالیں نیز صفحہ ۲۸۷ انگریزی کی مندرجہ مثالیں ایک کتاب موسوم بہ "جنگ کے زمانے کی قیمتوں کی سرگزشت" سے اخذ کی ہیں جس کو پروفیسر ڈبلیو سی مچل نے مرتب کیا اور محکمۂ صنایع جنگ واشنگٹن نے شائع کیا۔

یکم جنوری سنہ ۱۹۰۱ء کو، ان چار اشیا کی قیمتیں علی الترتیب حسب ذیل ہوگئیں: لوہا ۲۰ ڈالر فی ٹن، گیہوں فی بشل ۱ڈالر ۲۵ سنٹ، روئی فی پونڈ ۱۰ سنٹ اور اون ۳۶ سنٹ فی پونڈ۔ پس حقیقی قیمتوں کو اور ان کی باہمی نسبت کے فی صد کو حسب ذیل طریقے پر بیان کیا جائے گا:۔

اشیا	۱۹۰۰ بنیادی قیمتیں	۱۰۰	۱۹۰۱ قیمت	بنیادی قیمت کا فی صد تناسب
لوہا	۱۵،۰۰ ڈالر	۱۰۰	۲۰،۰۰ ڈالر	۱۳۳
گیہوں	۱،۰۰ 〃	۱۰۰	۱،۲۵ 〃	۱۲۵
روئی	۰،۱۰ 〃	۱۰۰	۰،۱۰ 〃	۱۰۰
اون	۰،۴۰ 〃	۱۰۰	۰،۳۶ 〃	۹۰
میزان	×	۴۰۰	×	۴۴۸
اوسط (حسابی اوسط)	×	۱۰۰	×	۱۱۲

سنہ ۱۹۰۰ء کے لیے انڈکس نمبر ۴۰۰ تھا، اور سنہ ۱۹۰۱ء میں بڑھ کر ۴۴۸ ہوگیا۔ اگر حسابی اوسط میں تحلیل کر دیا جائے تو سنہ ۱۹۰۰ء کا انڈکس نمبر ۱۰۰ تھا؛ اور سنہ ۱۹۰۱ء کا انڈکس نمبر ۱۱۲ ہوگیا۔ بعض اوقات انڈکس نمبر پہلی شکل میں پیش کیے جاتے ہیں، یعنی معمولی حسابی جمع کا طریق استعمال کیا جاتا ہے؛ مثلاً رسالۂ "لنڈن اکنامسٹ" کے مشہور انڈکس نمبر اسی طریق پر مرتب کئے جاتے ہیں۔ اکثر و بیشتر صورتوں میں اعداد کا اوسط نکال لیا جاتا ہے۔ لیکن بنیادی اوسط یقیناً ہمیشہ ۱۰۰ ہوتا ہے؛ اور اسی طرح اس کے بعد کے کسی دوسرے سال کا اوسط اس بنیادی اوسط کے فیصد تناسب کو پیش کرتا ہے۔ مذکورۂ بالا مثال میں انڈکس نمبر سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیمتوں میں ۱۲ فی صد اضافہ ہوا؛ بلکہ، جیسا کہ لفظ "انڈکس" (مظہر) کے معنی ہیں، انڈکس نمبر ۱۱۲ فی صدی کی حد تک اضافہ ظاہر کرتا ہے۔

اب اگر چار اشیا کے بجائے ۵۰ یا ۱۰۰ اشیا کے ساتھ اس طریق پر عمل کیا جائے تو ہمیں قابل اعتماد طریقے پر قیمتوں کی عام تبدیلی کا حال معلوم ہوسکتا ہے۔ اگر

کثیر التعداد اشیا کا مجموعی نتیجہ انڈکس نمبر میں ۱۰ یا ۲۰ فی صد کا اضافہ ظاہر کرے تو یہ امر بڑی حد تک یقینی ہے کہ اشیا کی قیمتوں میں اضافہ ہوگیا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس اضافہ کا سبب یہ واقعہ ہوسکتا ہے کہ اشیا کی نصف تعداد کی قیمتوں میں بہت اضافہ ہوا اور بقیہ نصف اشیا کی قیمتیں گھٹ گئیں، اگرچہ بہت اعتدال کے ساتھ؛ لیکن حقیقی تغیرات کی جانچ، خواہ سرسری طور سے ہی سہی، ان صورتوں میں جہاں کسی انڈکس نمبر میں نمایاں تبدیلی واقع ہوئی ہے تقریباً ہمیشہ یہ بتلا دیتی ہے کہ اکثر اشیا کی قیمتیں ظاہر کردہ طریق پر ایک ہی سمت میں بڑھی ہیں۔ اس لحاظ سے انڈکس نمبر محض ایک واقعہ بیان کرتا ہے، اور وہ یہ کہ بحیثیت مجموعی قیمتوں میں ایک سمت میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔

مثلاً: ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے بیشتر کے متصل سالوں کے دوران میں اور خود زمانہ جنگ میں ریاستہائے متحدہ کی تھوک فروشی کی قیمتوں کے انڈکس نمبر، جو مذکورۂ بالا طریق پر مرتب کئے گئے تھے حسب ذیل تھے:-

یکم جولائی ۱۹۱۳ء تا ۳۰ جون ۱۹۱۴ء (بنیادی قیمت)	۱۰۰
۱۹۱۳ء	۱۰۱
۱۹۱۴ء	۹۹
۱۹۱۵ء	۱۰۲
۱۹۱۶ء	۱۲۶
۱۹۱۷ء	۱۷۵
۱۹۱۸ء	۱۹۴

اس مثال سے قیمتوں کا سریع اضافہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ سچ ہے، جیسا کہ پہلے بیان ہوچکا ہے، کہ چند اشیا کی قیمتیں حقیقتاً گھٹ گئیں۔ پھر بھی ایسی اشیا، اشیا کی مجموعی تعداد کے مقابلے میں دو فی صد سے زیادہ نہ تھیں۔ ان کم و بیش قابل نظرانداز مستثنیات کی موجودگی میں، ۱۹۱۳ء تا ۱۹۱۵ء کے زمانے کی نسبت ۱۹۱۸ء میں سب اشیا زیادہ قیمت سے فروخت ہوئیں۔ گو قیمتوں کی زیادتی کا رجحان واضح و نمایاں تھا، لیکن پھر بھی تغیر یکسانیت کے ساتھ واقع نہیں ہوا۔ قیمتوں کے

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

اضافے کی حد کے مطابق ان اشیا کو مختلف حصوں میں تقسیم کرنے سے ہم ۱۹۱۸ء میں حسب ذیل حالت پاتے ہیں:-

اشیا کے ۹ فی صد حصے کی قیمتیں ۱۳۰ اور ۱۴۹ کے مابین تھیں

〃	۱۵	〃	۱۵۰ اور ۱۶۹	〃
〃	۱۵	〃	۱۷۰ اور ۱۸۹	〃
〃	۱۱٫۵	〃	۱۹۰ اور ۲۰۹	〃
〃	۹٫۵	〃	۲۱۰ اور ۲۲۹	〃
〃	۷٫۰	〃	۲۳۰ اور ۲۴۹	〃
〃	۶۷٫۰	〃	۱۳۰ اور ۲۴۹	〃
〃	۱۰٫۳	〃	۱۳۰ سے کم تھیں	
〃	۲۲٫۶	〃	۲۵۰ یا اس سے بھی زیادہ تھیں	

288

دوسرے الفاظ میں، اشیا کا دو ثلث حصہ ۳۰ فی صد تا ۵۰ فی صد زیادہ قیمتوں پر فروخت ہوا - یہ تبدیلی اگرچہ بے حد تلون و تنوع اور بے قاعدگی ظاہر کرتی تھی، تقریباً عام تھی - انڈکس نمبر، جس سے ۹۰ فی صد اضافہ یا قیمتوں کی تقریباً مضاعف حالت ظاہر ہوتی ہے، ایک ایسے تغیر کو مجملاً ظاہر کرتا ہے جو بہت عظیم اور سریع، اور پھر بھی بہت زیادہ پیچیدہ تھا -

۲ - چونکہ حسابی اوسط (Arithmetical mean) پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ وہ بھونڈا اور ناکافی ہے، لہذا انڈکس نمبر مرتب کرنے کے دوسرے طریقے تجویز کیے گئے ہیں - ان میں سے بعض مجوزہ ترمیمات کو یہاں مختصراً بیان کر دینا اور سہل و سادہ طریق کے فوائد کو دوسرے پیچیدہ تر طریقوں کے نتائج سے بذریعہ مقابلہ جانچنا بے موقع و نامناسب نہ ہوگا -

ہندسی اوسط کی خاص طور سے وکالت و حمایت کی جاتی ہے، اور بعض اوقات دوسرے ریاضی اوسطوں کی بھی سفارش کی جاتی ہے - ہندسی اوسط کے متعلق نہایت

وثوق و صداقت کے ساتھ یہ کہا جاتا ہے کہ اس کا استعمال اس مغالطہ انگیز و گمراہ کن اثر کو زائل یا رفع کر دے گا جو کسی منفرد شے کی قیمت کے غیر معمولی تغیرات سے انڈکس نمبر پر پڑ سکتا ہے۔ لوکارتھم[1] کے استعمال کے ذریعے سے ہندسی اوسط بآسانی مرتب کیا جا سکتا ہے؛ اور وہ "صحیح اوسط" ہونے کا اتنا ہی استحقاق رکھتا ہے جتنا کہ حسابی اوسط۔

دوسری تجویز طریق "وسطی" یا وسطانی (median) کے استعمال کے بارے میں ہے۔ اس طریق میں انڈکس نمبر "اوسط" کے طریق پر مرتب نہیں کیے جاتے بلکہ متوسط نقطوں کو معلوم کر کے ترتیب دیے جاتے ہیں۔ مثلاً کسی سال متعدد اشیا کی قیمتوں کو (اصل دوسرے طریقوں کے یکساں بنیاد میں تحلیل کرنے کے بعد) عددی ترتیب کے لحاظ سے اکھٹا کیا جاتا ہے اور اس کے بعد اس عدد کو معلوم کیا جاتا ہے جو اس سلسلے کے درمیان واقع ہے! اور یہ عدد وہی ہوتا ہے جس کی ہر دو جانب قیمتوں کی مساوی تعداد درج ہوتی ہے۔ مختلف قسموں کے مشاہدات کے لیے ماہران اعداد و شمار اس طریق "وسطی" کو کم از کم اتنا ہی اہم خیال کرتے ہیں جتنا کہ کوئی اوسط ہو سکتا ہے؛ اور اگرچہ "وسطی" طریق نسبتہً غیر مقبول ہے، لیکن اس کا استعمال آسان ہے۔ "ہندسی اوسط" کسی ایک شے یا بہت ہی چند اشیا کی اعلیٰ ترین یا ادنیٰ ترین قیمت کا ناواجب اثر انڈکس نمبر پر پڑنے کا جس حد تک انسداد کرتا ہے اس سے زیادہ "وسطی" طریق کرتا ہے۔[2]

---

[1] (Logarithms)

[2] مثلاً اگر اشیا کی قیمتیں ۱۰۰ کی بنیادی قیمت کے لحاظ سے تحلیل ہونے کے بعد سلسلہ وار حسب ذیل ہوں ——

۸۶	۱۰۲
۹۰	۱۰۶
۹۴	۱۱۰
۹۷	۱۲۰
۱۰۰	

تو ان اعداد کا "وسطی" ۱۰۰ ہوگا۔ اگر آخری عدد بجائے ۱۲۰ کے ۱۵۰ ہو تو اس صورت میں بھی "وسطی" ۱۰۰ ہی ہوگا۔ اب چونکہ اعداد کا یہ سلسلہ طاق عددوں پر مشتمل ہے اس لیے "وسطی" عدد ہر حال میں درمیانی عدد ہوگا۔ اگر جملہ اعداد بجائے طاق کے جفت ہوں تو "وسطی" عدد درمیانی دو عددوں کے بیچ کا عدد ہوگا، اور اس اعتبار سے وہ غیر معین ہی ہوگا لیکن ایسی صورتوں میں جبکہ متعدد اعداد موجود ہوں، جیسا کہ اشیا کی قیمتوں کے بارے میں ہمیشہ ہوتا ہے، وسطی عدد معین اور صحیح طریق پر دریافت ہو سکتا ہے۔ "وسطانی" اور "حسابی اوسط" کے فرق و اختلاف کی مثال کے لیے دیکھو باب ۲۲، صفحہ ۲۱۲۔

باب ۲۲
قیمتوں کے
تغیرات
289

اس سے بالکلیہ مختلف "حسابی اوسط" (Arithmetic mean) کے سیدھے سادے طریق کی ترمیمہ شکل ہے، جس میں مختلف اشیا کی نسبتی یا اضافی اہمیت کو محسوب و ملحوظ رکھا جاتا ہے، یا جس کو اصطلاحی زبان میں اشیا کا "وزن کرنا" کہا جاتا ہے۔ مثلاً گیہوں کی قیمت کی تبدیلی اون کی قیمت کی تبدیلی کے مقابلے میں بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ اگر گیہوں کی قیمت بڑھ کر دو چند ہو جائے تو کسی مقررہ آمدنی کی قوتِ خرید پر اس کا بہت گہرا اثر پڑے گا؛ اگر اون کی قیمت دو چند ہو جائے تو مقررہ آمدنی کی قوت خرید پر اس کا بہت کم اثر پڑے گا۔ انڈکس نمبر کی ترتیب میں مختلف اشیا کی اہمیت کے مختلف مدارج کا لحاظ اس طرح کیا جا سکتا ہے کہ اشیا کو ان کے صرف کے تناسب سے وزن دیا جائے۔ اگر قوم بحیثیت مجموعی اپنی آمدنی میں سے بمقابلہ اون کے گیہوں پر چوگنی رقم صرف کرتی ہو تو گیہوں کو اس طرح شمار و محسوب کیا جا سکتا ہے کہ گویا وہ چار اشیا ہیں اور اون ایک ہی شے شمار کیا جائے گا۔ اگر اون کے مقابلے میں سوت پر دگنی رقم خرچ کی جائے تو سوت کو دو اشیا محسوب کیا جا سکتا ہے؛ علیٰ ہذا القیاس اسی کے مماثل مفروضے کی بنیاد پر لوہے کو تین اشیا شمار کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح ابتدائی مثال میں جو قیمتیں درج کی گئی تھیں ان سے حسب ذیل انڈکس نمبر مرتب ہوں گے:۔

[illegible]	سنہ ۱۹۰۰ء			سنہ ۱۹۰۱ء		
	وزن	بنیادی قیمت	وزن کردہ بنیاد	قیمت	بنیاد کا فی صد	قیمت میں وزن کردہ تبدیلی
گیہوں	۴	۱٫۰۰ ڈالر	۴۰۰	۱٫۲۵ ڈالر	۱۲۵	۵۰۰
روئی	۲	۰٫۱۰ "	۲۰۰	۰٫۱۰ "	۱۰۰	۲۰۰
اون	۱	۰٫۴۰ "	۱۰۰	۰٫۳۶ "	۹۰	۹۰
لوہا	۳	۱۵٫۰۰ "	۳۰۰	۲۰٫۰۰ "	۱۳۳ ۱/۳	۴۰۰
میزان	۱۰		۱۰۰۰			۱۱۹۰
اوسط			۱۰۰			۱۱۹

باب ۲۱ قیمتوں کے تغیرات

اس وزن کردہ اوسط سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیمتیں ۱۰۰ سے بڑھ کر ۱۱۹ ہوگئیں ؛ اور اس کے برعکس سادہ اوسط کے طریق سے یہ معلوم ہوا کہ قیمتوں میں ۱۰۰ سے صرف ۱۱۲ تک اضافہ ہوا۔ اس لحاظ سے وزن کردہ اوسط واضح طور سے نسبتہً زیادہ اہم ہے ؛ اس لیے کہ اون جیسی کم استعمال ہونے والی شے کی ادنیٰ قیمت کے مقابلہ میں گیہوں اور لوہے جیسی بکثرت استعمال ہونے والی اشیا کی اعلیٰ قیمتیں زیادہ اہم ہیں۔

290

گو وزن کردہ انڈکس نمبر واضح طور سے زیادہ قابل ترجیح ہے، لیکن اس مرتسمہ اور بہتر طریقے کو استعمال کرنے میں مشکلات پیش آتی ہیں۔ متعدد و مختلف اشیا کا صرف اور اضافی وزن معلوم کرنا آسان نہیں ہے، خاص کر ایسی صورت میں جبکہ فہرست میں اشیا کی کثیر تعداد (یعنی ۱۰۰ بلکہ غالباً اس سے بھی زیادہ) شامل ہو۔ علاوہ ازیں مختلف اشیا کا صرف و استعمال مختلف ہوتا ہے ؛ رسم و رواج میں تبدیلی و توسیع پذیر ہوتی ہے : چنانچہ سنہ ۱۹ء میں کوئی شے جتنی استعمال ہوئی ہو اس کے مقابلے میں سنہ ۱۹۱ء میں بہت کم استعمال ہو سکتی ہے ؛ اب اس کے دیئے ہوئے وزن کو کل وزن کردہ انڈکس نمبر کے ساتھ کس طرح شامل و مرتب کیا جا سکتا ہے ؟ غرض یہ مشکلات اور اسی قسم کے دیگر متعدد مشکلات کی مثال دی جا سکتی ہے، جو اگرچہ لاینحل نہیں ہیں، لیکن وزن کرنے کے عمل کی پیچیدگیوں میں ان سے بہت زیادہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

ان تمام تجاویز کا جہاں تک تعلق ہے، خواہ وہ حسابی اوسط میں ترمیم کرنے کی نسبت ہوں یا کسی دوسرے اور مختلف اوسط کے استعمال کرنے کے متعلق، وہاں تک یہ امر ذہن نشین رکھنا ضروری ہے کہ کوئی انڈکس نمبر حقیقی حالات کا ترجمان یا آئینہ نہیں ہوتا۔ وہ علم فطرت کے بعض مشاہدات، مثلاً: آفتاب اور کرۂ ارض کے درمیانی فاصلوں کی پیمائش کی غرض سے کیے ہوئے مشاہدات کے اوسط کے مثل نہیں ہوتا جن کے متعلق کوئی شخص بھی غلطی کر سکتا ہے، لیکن جن کا اوسط کسی منفرد مخصوص واقعے کا اظہار

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

کرتا ہے۔ اس کے برخلاف انڈکس نمبر کسی منفرد واقعے کی جانب اشارہ نہیں کرتا؛ بلکہ (اس کا یہاں اعادہ کیا جا سکتا ہے) وہ صرف قیمتوں کے عام رجحان کو ظاہر کرتا ہے۔ لوگ عام طور سے اس بحث پر ایسی آزادی کے ساتھ اور مبہم طریقے پر رائے زنی اور خیال آرائی کرتے ہیں کہ گویا انڈکس نمبر کل واقعات کو قطعی اور تفصیل طریقے پر بیان کر دیتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قیمتوں میں کوئی ایک تغیر واقع نہیں ہوتا، بلکہ متعدد گوناگوں تغیرات رونما ہوتے ہیں جن کی سمت اور جن کے مدارج مختلف ہوتے ہیں۔ اوسط نکالنے اور مختصر نتیجہ اخذ کرنے کے طریقے کے ذریعے سے ہم جو کچھ حاصل کرنے کی توقع رکھ سکتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ عام رجحان کو کسی مجمل طریق پر بیان کر دیا جائے۔

اب ایک ہی قسم کے اعداد پر مختلف طریقوں کو منطبق کرنے کے تجربے سے معلوم ہوتا ہے کہ سدھا سادہ حسابی اوسط، اگر اس کو اشیا کے نرخوں کی کثیر اور کافی تعداد پر منطبق کیا جائے، تو وہی نتائج پیدا کرتا ہے جو کہ مرمّہ طریقوں سے پیدا ہوتے۔ اگر نرخنامے میں بکثرت اشیا شریک ہوں، جن میں سے بعض بہت اور بعض کم اہم، تو اس کا قرینہ نہیں ہوتا کہ سب اہم اشیا کی قیمتوں میں ایک ہی سمت میں اور سب کم اہم اشیا کی قیمتوں میں دوسری سمت میں تغیر واقع ہو۔ اگر اس طرح تغیرات واقع ہوں، (جیسا کہ مذکورۂ بالا امثال میں دیکھا گیا) تو، اشیا کو وزن کرنا ناگزیر ہو جائے گا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا قرینہ پایا جاتا ہے کہ تغیرات متعدد قسموں کی اشیا میں زیادہ تر اسی طریقے سے واقع ہوں۔ کسی خاص شے کی قیمت میں کوئی غیر معمولی تبدیلی واقع ہو تو خواہ وہ شے کثیر مقدار میں استعمال ہو یا کم مقدار میں، یہ تبدیلی ایسے اوسط پر زیادہ اثر نہ ڈالے گی جو کثیر التعداد اشیا کی قیمتوں سے مرتب کیا گیا ہو۔ چنانچہ عملی طور پر یہ پایا گیا ہے کہ سدھا سادہ غیر وزن کردہ اوسط ایسے نتائج مرتب کرتا ہے جو وزن کردہ اوسط کے نتائج سے بہت مختلف نہیں ہوتے۔ علیٰ ہذا یہ بھی پایا گیا ہے کہ "وسطی" یا "وسطانی" کا طریقہ (قیمتوں کے ایسے تغیرات کے لیے جو معیار زر کی غلطی[1] کے تحت واقع ہوں) ایسے نتائج نہیں پیدا کرتا جو سیدھے سادے اوسط یا وزن کردہ حسابی اوسط کے نتائج

---

[1] دیکھو باب ۲۳۔

سے بڑی حد تک مختلف ہوں۔

نتائج کی اس قسم کی مماثلت و مشابہت مندرجۂ ذیل نقشے سے واضح ہوگی، جس میں قیمتوں کی ایک ہی فہرست کو لے کر چار مختلف طریقوں سے انڈکس نمبر مرتب کیے گئے ہیں۔[ف]

[ف] - چار طریقے یا سلسلے حسب ذیل ہیں:-

(۱) محکمۂ عمال کا حسابی اوسط ۲۵۰ اشیا کے لیے۔

(۲) پروفیسر ڈبلیو۔سی۔ مچل کی انھی قیمتوں کے اعداد کی از سرِ نو ترتیب: "محکمہ کی مرتبہ فہرست اشیا میں متعدد بے قاعدگیاں برتی گئی ہیں، مثلاً گیہوں کے لیے نرخوں کا ایک سلسلہ اور سوتی تھانوں کیلئے دس نرخ پیش کیے گئے ہیں؛ علیٰ ہذا خنزیر کے دو اور کانچ کے ظروف کے تین نرخ دئے گئے ہیں، وقس علیٰ ہذا۔ نتیجہ یہ کہ اشیا کا وزن نہایت بے قاعدہ اور غیر سائنٹی فک طریقے پر کیا گیا ہے، جس کا یہ مفہوم ہے کہ غیر وزن کردہ انڈکس نمبر مرتب کیے گئے ہیں۔ اس بدیہی نقص کو رفع کرنے کے لیے میں نے ان سلسلوں کو تقریباً مماثل اشیا کے لیے مخلوط کر دیا ہے اور اس طرح ان متعدد سلسلوں کی تعداد کو گھٹا کر اور تحلیل کے بعد ۱۴۵ کر دیا ہے"۔ دیکھو ایک رسالہ موسوم بہ "جورنل آف پولیٹیکل اکانمی" برائے ماہ مئی سنہ ۱۹۱۱ء، صفحہ ۲۷۲، نیز اسی مصنف کی کتاب موسوم بہ "سونا، قیمتیں اور اجرت، گرین بیک کے معیار کے تحت" صفحہ ۱۹۔

(۳) "وسطی" طریقہ قیمتوں کے ان ہی ۱۴۵ سلسلوں کے لیے جن کو پروفیسر مچل نے مرتب کیا ہے۔

(۴) ۵۰ خاص اور اعلیٰ اشیا کا وزن کردہ انڈکس نمبر جو ۲۵۰ اشیا (۱۴۵) میں سے منتخب کی گئی ہیں، وزن گب سن کے انڈکس کے طریق کے مطابق کیا گیا ہے، لیکن پروفیسر مچل نے اس کی نظر ثانی کر لی ہے۔

ان چار سلسلوں کے اعداد حسب ذیل ہیں:-

سال	(۱) حسابی اوسط ۲۵۰ نرخوں کا	(۲) حسابی اوسط ۱۴۵ نرخوں کا	(۳) ۱۴۵ اشیا کا "وسطانی" اوسط	(۴) ۵۰ اشیا کا وزن کردہ انڈکس نمبر
۱۸۹۰	۱۱۲٫۹	۱۱۴٫۱	۱۱۲	۱۱۴٫۰
۱۸۹۱	۱۱۱٫۶	۱۱۲٫۷	۱۱۱	۱۱۳٫۹
۱۸۹۲	۱۰۲٫۱	۱۰۶٫۱	۱۰۷	۱۰۵٫۱
۱۸۹۳	۱۰۵٫۶	۱۰۵٫۰	۱۰۴	۱۰۵٫۲

پہلے طریقے میں معمولی حسابی اوسط ۲۵۰ نرخوں کا معلوم ہوتا ہے؛ دوسرے میں انھی قیمتوں کو ۱۴۵ قیمتوں میں تحلیل کرکے ان کا حسابی اوسط نکالا گیا ہے؛ تیسرے میں، انھی ۱۴۵ قیمتوں کا "وسطانی" دریافت کیا گیا ہے؛ اور چوتھے میں ان ۲۵۰ اشیا کے منجملہ ۵۰ اہم اشیا کا وزن کردہ انڈکس نمبر مرتب کیا گیا ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں سنہ ۱۸۹۰ء تا سنہ ۱۹۰۶ء کے لیے سب قیمتیں تھوک فروشی کی لی گئی ہیں؛ اور "بنیاد" ۱۰۰ قرار دی گئی ہے، جو ہر صورت میں سنہ ۱۸۹۰ء تا سنہ ۱۸۹۹ء کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

سال	(۱) حسابی اوسط ۲۵۰ نرخوں کا	(۲) حسابی اوسط ۱۴۵ نرخوں کا	(۳) ۱۴۵ اشیا کا "وسطانی" اوسط	(۴) ۵۰ اشیا کا وزن کردہ انڈکس نمبر
۱۸۹۴	۹۶؍۱	۹۵؍۶	۹۶	۹۳؍۹
۱۸۹۵	۹۳؍۶	۹۲؍۸	۹۴	۹۳؍۹
۱۸۹۶	۹۰؍۴	۸۸؍۸	۹۰	۸۶؍۶
۱۸۹۷	۸۹؍۷	۸۸؍۷	۹۱	۸۹؍۲
۱۸۹۸	۹۳؍۴	۹۳؍۵	۹۴	۹۵؍۰
۱۸۹۹	۱۰۱؍۷	۱۰۲؍۵	۱۰۰	۱۰۳؍۳
۱۹۰۰	۱۱۰؍۵	۱۱۱؍۳	۱۰۹	۱۱۱؍۶
۱۹۰۱	۱۰۸؍۵	۱۰۹؍۶	۱۰۷	۱۰۹؍۲
۱۹۰۲	۱۱۲؍۹	۱۱۳؍۷	۱۱۰	۱۱۶؍۲
۱۹۰۳	۱۱۳؍۶	۱۱۳؍۸	۱۱۱	۱۱۵؍۳
۱۹۰۴	۱۱۳؍۷	۱۱۳؍۹	۱۱۲	۱۱۶؍۳
۱۹۰۵	۱۱۵؍۹	۱۱۵؍۸	۱۱۴	۱۱۷؍۹
۱۹۰۶	۱۲۲؍۵	۱۲۲؍۳	۱۱۶	۱۲۳؍۴

باب ۱۲
قیمتوں کے تغیرات

عشرے کے لیے اوسط (حسابی اوسط) ہے۔

(۱) حسابی اوسط
(۲) حسابی اوسط مرجّح
(۳) وسطانی
(۴) وزن کردہ حسابی اوسط
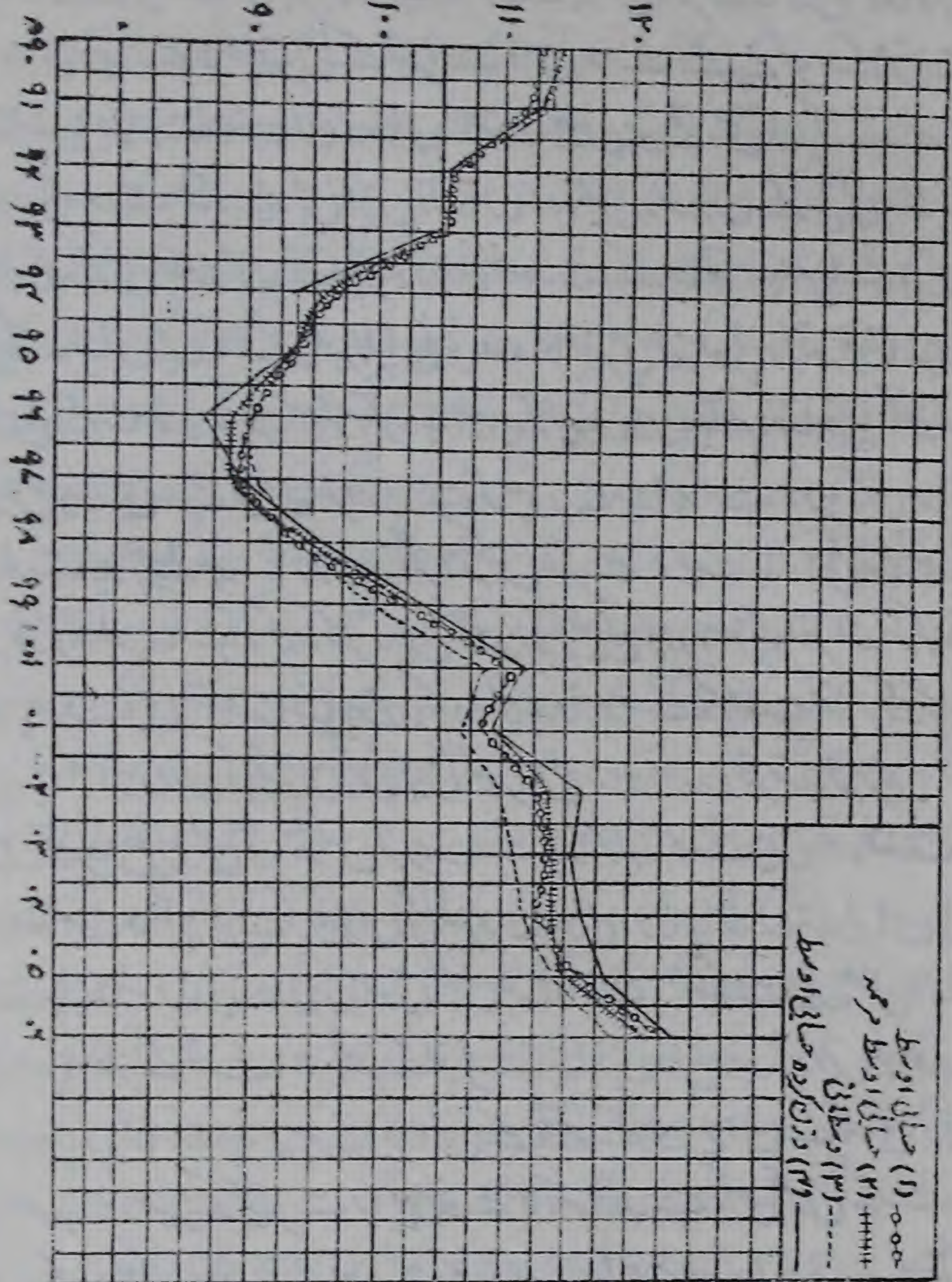
293

۳۔ قیمتوں کا اضافہ قرض داروں یا دین داروں کے لیے مفید ہوتا ہے؛ اور قیمتوں کی تخفیف لین داروں کے لیے مفید ہوتی ہے جب قرضہ حاصل کرنے اور ادا کرنے کے درمیانی وقفے میں قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے تو دین دار، لین دار کو قرضے کی رقم واپس کرتے وقت اشیا کے حوالے سے کم رقم ادا کرتا ہے۔ اسکے برعکس جب قیمتوں میں اس درمیانی وقفے میں تخفیف ہو تو قرضے کی مقررہ رقم کو واپس کرنے میں دین دار لین دار کو اشیا کے حوالے سے زیادہ رقم ادا کرتا ہے۔

اکثر قیمتوں میں تغیرات بہت آہستہ آہستہ واقع ہوتے ہیں، ایک سال

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

کے دوران میں بہت کم تغیر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اکثر قرضے قلیل المیعاد ہوتے ہیں۔ اسی وجہ سے عام قیمتوں کے تغیرات اس مدت کے لیے کسی کے حق میں غیر منصفانہ یا بغایت نقصان رساں ثابت نہیں ہوتے۔ حتیٰ کہ ایک سے زائد سالوں کی مدت کے لیے بھی قرض داروں اور لین داروں کے باہمی معاملات اس طرح کے کسی نقصان کے بغیر اور کافی انصفت کے ساتھ انجام پاتے ہیں۔ چنانچہ کسی ایک سال میں انڈکس نمبر کا پانچ فی صد کا تغیر بھی غیر معمولی واقعہ ہوتا ہے۔ اگر ہم یقین کے ساتھ یہ بات معلوم کرنا چاہیں کہ قیمتوں میں عام اضافہ یا تخفیف فی الواقع ہو رہی ہے تو، یہ ضروری ہے کہ ہمارے مشاہدات دو یا تین سالوں سے زائد مدت پر پھیلے ہوئے ہوں۔ اگر انڈکس نمبر سے ۵ فیصد یا ۱۰ فی صد تغیر بھی ظاہر ہو تو اغلب ہے کہ اکثر دین دار اور لین دار اس کو نظر انداز کر دیں۔ ہر شخص صرف اپنی متعلقہ اشیا پر جن کو وہ خرید و فروخت کرتا ہے نظر رکھے گا؛ اور ممکن ہے کہ ان اشیا کی قیمتوں میں کوئی تغیر واقع نہ ہوا اور وہ غیر متبدلہ رہیں، یا اگر ان میں تغیر واقع ہو بھی تو انڈکس نمبروں سے جداگانہ سمت میں اور مختلف درجوں کے ساتھ ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ قیمتوں کی صرف سریع اور اچانک تبدیلیاں یا نمایاں تغیرات ہی قرضوں کی ادائی کی معمولی قریبی مساوات و نصفت میں خلل انداز ہوتے ہیں۔ معیار فلزی کے تحت اس قسم کے تغیرات شاذ ہی واقع ہوتے ہیں؛ اور یہ فلزات کے دیرپا اور ثبات پذیر ہونے اور اس کے نتیجے کے طور پر ان کے مجموعی ذخیرے میں دھیرے دھیرے تغیرات واقع ہونے کا اثر و نتیجہ ہے۔ کسی قلیل مدت میں قیمتوں کے اچانک اور سریع تغیرات کا باعث بالعموم غیر بدل پذیر زر کاغذ کا رواج ہوتا ہے۔ پس اکثر لوگوں کے اس طرز عمل کی بنیاد مستحکم اور معقول ہے کہ وہ فلزات کو ثابت القدر خیال کرتے ہیں اور آمدنیوں، املاک، قرضوں اور اعتبار کی پیمائش بحوالۂ زر کرتے ہیں۔

مگر ان قرضوں کی حد تک صورت حالات مختلف ہوتی ہے جو طویل مدت کے لیے دئیے لیے جاتے ہیں۔ جہاں تک ان کا تعلق ہے، وہاں تک خود فلزات کے نظام کے تحت بھی، قیمتوں کے تغیرات کا غیر منصفانہ اور نقصان رساں ثابت ہونا

ممکن ہے۔ بیس سال یا اغلباً دس سال کے دوران میں عام قیمتوں میں نمایاں تغیرات کا واقع ہونا، اور اس کے ساتھ ساتھ دین داروں یا لین داروں کو جیسی صورت ہو نقصان پہنچنا ممکن ہے۔ گو طویل المیعاد قرضوں کے معاہدے بالعموم عام افراد نہیں کرتے، لیکن مشترک سرمایہ کی انجمنیں اور حکومتیں عام طور سے طویل مدت کے لیے قرضے حاصل کرتی ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ یورپ کی حکومتیں جب قرضہ لیتی ہیں، تو عام طور سے اصل قرضے کی رقم کو کسی مدت معینہ کے بعد ادا کرنے کی ذمہ داری نہیں لیتیں؛ وہ صرف اس کا وعدہ کرتی ہیں کہ مقررہ شرح سود باقاعدہ ادا کریں گی۔ وہ قرضے کی اصل رقم کی بازگشت کا اختیار اپنے لیے محفوظ رکھتی ہیں (بعض اوقات اس کی تصریح و توضیح کر دی جاتی ہے یا بعض اوقات وہ اپنے حسب صوابدید کام کرتی ہیں)، لیکن تاوقتیکہ وہ مناسب نہ سمجھیں انھیں ادا کرنا ضروری نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں وہ قیمتوں کے تغیرات کے نقصان سے محفوظ رہتے ہیں، گو ان کے لین داروں کو ایسا کوئی تحفظ حاصل نہیں ہوتا۔ ریاستہائے متحدہ کی حکومت نے بسا اوقات طویل المدت قرضے حاصل کئے، اور اپنے لیے ممکنہ نقصان کا راستہ کھول دیا؛ مگر موجودہ زمانے میں اس طرز عمل کو حد اعتدال پر رکھا گیا ہے تاکہ آئندہ سنگین مشکلات کا سامنا نہ ہو۔ پھر بھی ملک کی بڑی بڑی سرمایۂ مشترک کی انجمنیں، خاص کر ریلوں کے کارپوریشن (انجمنہائے سرمایۂ مشترک) قیمتوں کے ممکنہ تغیرات کا کوئی لحاظ کئے بغیر بلکہ فی الحقیقت شرح سود کے ممکنہ تغیرات کو قطعاً نظر انداز کر کے قرضے حاصل کرتے ہیں؛ چنانچہ ایسے بونڈ جاری کئے جاتے ہیں جو ۴۰، ۵۰، یا ۱۰۰ سال کے بعد قابل ادائی ہوتے ہیں، اور اس دوران میں ان کی ادائی کا کوئی انتظام نہیں کیا جاتا۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ ایک صدی کے گزر جانے کے بعد قیمتوں کی سطح کیا ہوگی؟

اس قسم کے طویل المیعاد قرضوں یا واجبات کو بازار میں اس لیے قبولیت حاصل ہوتی ہے کہ اکثر شغل اصل کرنے والے (دیگر اشخاص کے مثل) زر کی قدر کو غیر تبدل پذیر خیال کرتے ہیں، اور یہ سمجھتے اور خوش ہوتے ہیں کہ انھیں ایک طویل مدت کے لیے ایک مستقل آمدنی وصول ہوتی رہے گی۔ اس کے برعکس بڑی بڑی سرمایۂ مشترک کی انجمنیں، جب بڑی رقمیں بطور قرض حاصل کرنا چاہتی ہیں تو، ایسی تدبیریں اختیار

کرتی ہیں جن سے شغل اصل کرنے والوں کو لامحالہ ترغیب و تحریص ہوتی ہے۔ تاہم اس طرح کے معاملات میں دین دار اور لین دار، دونوں عظیم اور ناقابل بیان خطرات برداشت کرتے ہیں۔ موجودہ زمانے کے نظام ہائے زر کے تحت، جن کے ابھی ایک مدت دراز تک قائم رہنے کا قرینہ ہے، ان خطرات سے بچنے کا صرف ایک طریقہ ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ کل قرضوں کے لین دین کو قلیل التعداد سالوں کی معتدل مدت تک محدود کر دیا جائے۔

۴۔ دین دار اور لین دار کے درمیان انصاف کا ایک مختلف سوال اس واقعے سے پیدا ہوتا ہے کہ اجرت بحوالۂ زر اور دیگر آمدنیوں بشکل زر میں لازمی طور سے اسی طریقے سے تغیرات واقع نہیں ہوتے جیسے کہ اشیا کی قیمتوں میں رونما ہوتے ہیں۔ سابقہ فصلوں میں یہ امر واضح طور سے فرض کیا گیا ہے کہ یہ دو تغیرات یعنی قیمتوں اور زر کے حوالے سے آمدنیوں کے تغیرات ایک دوسرے کے متوازی ہوتے ہیں۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ ایک دوسرے سے پیچھے رہ جائے؛ یا تغیرات متضاد سمتوں میں واقع ہوں۔

293

مثلاً فرض کرو (یہاں ایسی مثال فرض کی جائے گی جو خوش نصیبی سے بہت اغلب ہے) کہ صنعت ترقی پذیر ہے، فنون کو فروغ ہو رہا ہے اور قوم کی خوش حالی میں روز افزوں اضافہ ہو رہا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ حقیقی آمدنیوں میں زیادتی ہو رہی ہے؛ اور اشیا اور افادوں میں، جو قوم کو بحیثیت مجموعی اور ہر شخص کو اوسطاً مل سکتے ہیں، بمقابلہ سابق اضافہ ہو گیا ہے۔ اب ان اشیا اور افادوں کی مقداروں کا اضافہ اس صورت میں جبکہ سب کاروبار اور تمام مبادلات زر کی وساطت سے انجام دیئے جاتے ہوں، اس طریقے سے اپنے آپ کو لازماً ظاہر کرے گا کہ آمدنیوں کے مقابلے میں اشیا نسبتہً زیادہ ارزاں ہو جائیں گی۔ اگر آمدنیاں بحوالۂ زر مقررہ و یکساں رہیں تو ممکن ہے کہ اشیا ارزاں ہو جائیں؛ یا اگر قیمتیں مقررہ و یکساں رہیں تو آمدنیاں بحوالۂ زر بڑھ جائیں؛ یا ان کے بین بین کوئی صورت ظاہر ہو۔ بہر صورت قیمتوں اور آمدنیوں میں کبھی ایک ہی سمت میں اور متوازی تغیر واقع نہ ہوگا۔ قیمتوں کے مقابلے میں آمدنیاں بڑھ جائیں گی۔

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

چنانچہ ۱۸۷۳ء کے بعد کے زمانے میں، جبکہ قیمتوں میں تخفیف ہو رہی تھی، بحیثیت مجموعی آمدنی بحوالۂ زر میں تخفیف نہ ہوئی۔ اس کو ثابت کرنے کے لیے جو شہادت ملتی ہے اس کا تعلق زیادہ تر عام دستکاروں اور غیر ماہر یا گھٹیا مہارت رکھنے والے مزدوروں سے ہے؛ اس لیے کہ انھی صورتوں میں اجرتوں کا مقابلہ مختلف اوقات میں سب سے زیادہ آسان ہے۔ ۱۸۷۳ء کے بعد بحیثیت مجموعی اجرت بحوالۂ زر میں تخفیف واقع نہ ہوئی؛ بلکہ میلان کسی قدر اضافہ ہی کی طرف تھا۔ یہی حال اجرت کی ان شرحوں کا تھا جن کو حسن تعبیر کے ساتھ "مشاہرہ" کہا جاتا ہے یعنی: معلموں، بلدیوں کے اہلکاروں، سرکاری عہدہ داروں کی تنخواہ۔ علیٰ ہٰذا زیادتی کا ایسا ہی رجحان یا کم از کم ساکن وغیر متحرک حالت پیشہ ور لوگوں اور کاروباری اشخاص کی بے قاعدہ آمدنیوں میں بھی ظاہر ہوئی۔ ایسی حالت میں، جبکہ اجرت اور آمدنیاں بڑھ رہی ہوں یا ایک ہی حالت پر قائم ہوں اور قیمتیں گھٹ رہی ہوں، یہ ضروری تھا کہ حقیقی آمدنیاں بحوالۂ اشیا و افادات، بہت خاص حد تک بڑھ جاتیں۔ بدیہی طور سے، صنعتی ترقی اور پیداوار کی ارزانی کا یہی فطری نتیجہ تھا۔ مگر ترقی وارزانی کے اسی نتیجے کے ظاہر ہونے کی توقع قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں بھی کرنی چاہئے؛ مگر اس صورت میں، مختلف ومعکوس سمت میں یہ توقع کرنی چاہئے۔ اگر قیمتیں بڑھیں تو حقیقی آمدنیوں کو یکساں و مقرر رکھنے کی غرض سے یہ ضروری ہے کہ زر کے حوالے سے آمدنیوں میں کم از کم اتنا ہی اضافہ ہو۔ اگر وہی مقررہ اساسی قوتیں ترقی کے لیے کارفرما ہوں تو بحوالۂ زر اجرت اور سب آمدنیوں کا قیمتوں کے مقابلے میں نسبتہً بہت زیادہ بڑھنا ضروری ہے۔ اگر سونے کی بکثیر پذیر رسد فی الحقیقت قیمتوں کے مسلسل اضافہ کا باعث ثابت ہو تو، ہمیں یہ توقع کرنی چاہیئے کہ اس تغیر کے ساتھ ساتھ بحوالۂ زر آمدنیوں میں بھی اس سے بہت زیادہ اضافہ واقع ہوگا۔[1]

---

[1] طویل المدت نتائج کو یہاں ذہن میں رکھا گیا ہے، اور خاص کر ان طویل المدت نتائج واثرات کو جن کی توقع صنعت کی ترقی و کارکردگی کے مسلسل منافعہ سے کی جاسکتی ہے۔ سونے کی رسد کی بکثیر پذیری کا فوری اثر، جیسا کہ اگلی فصل میں بیان کیا گیا ہے، یہ ہوتا ہے کہ مزدوروں کی اجرت سے زیادہ تیزی کے ساتھ قیمتوں میں اضافہ ہوتا ہے

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

اب ان حالات کے تحت، دین داروں، اور لین داروں کے باہمی تعلقات کیسے اور کیا ہوں گے؟ اس حالت میں جبکہ قیمت گھٹ رہی ہو اور آمدنیاں یکساں حالت میں اور ساکن ہوں، دین دار اپنے قرضے کی رقم کو زر کی اسی مقررہ مقدار میں ادا کرتے وقت لین دار کو اشیا کے حوالے سے زیادہ رقم ادا کریں گے۔ اس چیز کو محنت کے معیار کے مطابق ادائی کہا جا سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ دین دار اشیائے موصولہ کے مقابلے میں زیادہ مقدار واپس کرتا ہے؛ لیکن واپس کردہ اشیا زر کے حوالے سے اتنی ہی آمدنی اور (غالباً) محنت کی اتنی ہی مقدار کی نمائندگی کرتی ہیں جتنی کہ موصول اشیاء یہ استدلال بخوبی کیا جا سکتا ہے کہ دین دار کے حق میں کوئی ناانصافی نہ ہوگی اگر قرضے کی ادائی کے وقت اس کی وہی آمدنی بحوالۂ زر ہو جو کہ قرضہ لیتے وقت تھی۔ لین دار یا قرض خواہ صرف اشیا کی زیادہ ارزانی کا حصہ دار بنتا ہے جو بہ سبب اصلاح پیدائش رونما ہوئی۔ اس کے برعکس ایسی حالت فرض کرو جس میں کہ قیمتیں یکساں و مقررہ ہوں، اور آمدنیاں بڑھ رہی ہوں، دین دار، قرضے کی مقررہ رقم واپس کرتے وقت بھی اشیا کی وہی مقررہ مقدار واپس کرے گا۔ یہاں پھر واجبی طور سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ لین دار کے حق میں اس سے کوئی ناانصافی نہ ہوگی۔ وہ ٹھیک وہی مقدار بحوالۂ زر و اشیا واپس پاتا ہے جو اس نے بطور قرض دی تھی۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اس کا نقصان صرف اس قدر ہے کہ وہ ترقی سے پورا فائدہ حاصل کرنے اور اپنا حصہ پانے سے محروم رہا۔ گویا اس کو، دوسروں کے مثل، مقررہ و یکساں مصارف کے ساتھ زیادہ آمدنی وصول نہیں ہوتی۔ ان دونوں صورتوں میں نتائج مختلف ہیں؛ پھر بھی ہر صورت میں یہ استدلال معقولیت کے ساتھ کیا جا سکتا ہے کہ نتیجہ منصفانہ ہے یا کم از کم غیر منصفانہ نہیں ہے۔

خوش نصیبی سے انصاف کا یہ پیچیدہ سوال ایسے طریقے سے نہیں ظاہر ہوتا جس سے قرضوں کی ادائی میں مساوات و نصفت کے مسلمہ اور مقبول عام اصول سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ :- (اگرچہ تمام آمدنیوں بحوالۂ زر سے زیادہ تیزی کے ساتھ نہیں ہوتا) صرف طویل مدت ہی میں جاکر یہ اثر صنعتوں کی مسلسل ترقی و اصلاح کے اثر سے زائل ہوتا ہے۔

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

297

اختلاف و انحراف کا قرینہ رونما ہو۔ عام طور سے قیمتوں کے تغیرات کی رفتار بہت دھیمی ہوتی ہے، اور اس لحاظ سے اکثر قرضوں کے بارے میں کوئی شدید ناانصافی نمودار نہیں ہوتی؛ اسی وجہ سے قیمتوں، زر اور آمدنی بحوالۂ زر کے اضافی تغیرات بتدریج واقع ہوتے ہیں۔ مثلاً: ۱۸۷۳ء اور ۱۸۹۶ء کے مابین اجرتوں اور قیمتوں کے معکوس تغیرات، جن کا ذکر ابھی اوپر کیا جا چکا ہے، پانچ سالہ اور دس سالہ مدت کے حالات کے بغور و محتاط مشاہدہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ علاوہ ازیں اگر بڑھتی ہوئی قیمتوں کے ساتھ ساتھ آمدنی بحوالۂ زر میں بھی مزید اضافہ ہو تو یہ تبدیلی بھی، پیدائش کی اصلاح و ترقی کی بے قاعدہ رفتار کے آخری نتیجے کے طور پر، بتدریج اور با آہستگی واقع ہوتی ہے۔

بایں ہمہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ حالات کی ان دو صورتوں میں (یعنی قیمتوں کی تخفیف کے ساتھ آمدنیوں کا ایک حالت پر قائم رہنا یا قیمتوں کے ایک حالت پر قائم رہنے کی صورت میں آمدنیوں کا بڑھنا) میں سے کون سی صورت دین دار اور لین دار کے باہمی تعلقات کو زیادہ منصفانہ طریقے سے ترتیب دیتی ہے؟ تو اس کا جواب مستعدانہ قطعیت کے ساتھ نہیں دیا جا سکتا۔ یہ مسئلہ، دولت کی صحیح تقسیم کے کل مسئلے کے غور و خوض پر اور خاص کر اس سوال پر مبنی ہے کہ آیا مساوی محنت کے لیے مساوی معاوضہ انسانوں کے کاروبار باہمی کی صحیح بنیاد ہے[1]۔ اکثر دوسری صورتوں کے مثل، اس صورت میں اگر بحیثیت مجموعی نتیجہ اطمینان بخش ہو، تو اس صورت میں، اکثر دوسری صورتوں کے مثل، ہمیں قناعت کرنی چاہئے؛ گویا صریح ناانصافی کو روکنا چاہئے خواہ اس میں ٹھیک ٹھیک انصاف حاصل نہ ہو سکے۔

۵۔ بظاہر یہ معلوم ہو سکتا ہے کہ قیمتوں کے اضافے اور تخفیف کا جو اثر دین داروں اور لین داروں پر پڑتا ہے اس سے قطع نظر کرتے ہوئے قیمتوں اور اجرت کا گھٹنا بڑھنا کوئی نتیجہ خیز اور اہم چیز نہیں ہے۔ کسی قوم میں انجام کار اعلیٰ یا ادنیٰ قیمتوں کی حالت کا رونما ہونا فی نفسہٖ کوئی اہم اور نتیجہ خیز واقعہ نہیں ہے۔ انجام کار اگر کوئی فرق رونما ہوتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ مبادلات میں زر کی زیادہ یا کم مقدار استعمال

[1] دیکھو باب ۶۶ فصل ۳۔

باب ۲۲
قیمتوں کے تغیرات

کی جائے گی۔ لیکن اس انجام کو پہنچنے کا عمل اپنے خاص نتائج پیدا کر سکتا ہے۔ اکثر اشخاص یہ خیال ظاہر کرتے ہیں کہ قیمتوں کی تکثیر کی جانب تغیر اچھے نتائج پیدا کرتا ہے، اور قیمتوں کی تخفیف کی سمت تبدیلی برے نتائج پیدا کرتی ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ تکثیر پذیر قیمتوں کا دور بالعموم خوش حالی کے زمانے کا مرادف ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ یہ خوشحالی ایک حد تک حقیقی ہونے کے بجائے کسی قدر ظاہری و مجازی ہوتی ہے۔ لوگ اپنی آمدنیوں اور مالی ذرائع کا زر کی شکل میں تصور کرنے کے اس قدر خوگر ہوگئے ہیں کہ وہ اپنے کو اسی وقت خوشحال خیال کرتے ہیں جبکہ آمدنیاں بہ شکل زر بڑھ جائیں۔ وہ کم از کم ایک مدت کے لیے یہ امر فراموش کر جاتے ہیں کہ ان کے اخراجات بھی بڑھ جاتے ہیں۔ لیکن یہ محض ظاہری اور دکھاوے کا معاملہ نہیں ہے۔ قیمتوں کی افزونی کو کاروباری جماعت مہیج و محرک خیال کرتی ہے، اور جب وقت تک صنعت و حرفت کا انتظام کاروباری جماعت کے ہاتھ میں ہے، اس وقت تک ہر وہ شے، جو اس جماعت کے ارکان کی جدوجہد کے حق میں مہمیز و محرک کا کام کرے، بالعموم صنعت کی پیدآوری اور ترقی کے حق میں بھی حقیقی محرک و مہیج رہے گی۔ اس میں شک نہیں کہ دوسروں کی طرح کاروباری جماعت پر اضافۂ قیمت کا جو اثر پڑتا ہے وہ ایک حد تک نفسیاتی ہوتا ہے۔ جب قیمتیں بڑھتی ہیں تو وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ انھیں فائدہ ہو رہا ہے، خواہ فی الحقیقت انھیں ان کی آمدنیوں کی قوت خرید کے لحاظ سے کوئی نفع ہو یا نہ ہو؛ اور اسی منافع کا ظہور انھیں جدوجہد کے لیے ابھارتا ہے۔ لیکن انھیں حقیقی اور مادی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔

298

یہ فوائد زیادہ تر اس واقعے سے رونما نہیں ہوتے کہ کاروباری اشخاص دین دار ہیں۔ ان کی حیثیت دین داروں کی بھی ہوتی ہے اور لین داروں کی بھی۔ یہ سچ ہے کہ شغل اصل کرنے والوں کے مقابلے میں ان کی حیثیت دین داروں کی ہوتی ہے۔ لیکن بڑے بڑے کاروبار کرنے والے اشخاص، یعنی تھوک فروش تاجر، صناع اور بینکر، قوم کی مابقی جماعت کے مقابلے میں نہ صرف دین داروں کی بلکہ لین داروں کی بھی حیثیت رکھتے ہیں؛ اور بڑے پیمانے پر کاروبار کرنے والے اشخاص ہی پوری کاروباری

باب ۲۲
قیمتوں کے تغیرات

جماعت کو اس کا رنگ روغن دیتے اور اس کے نمایندے ہوتے ہیں۔

قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں کاروباری اشخاص عام طور سے جس رجائیت اور سرگرم جدوجہد کا اظہار کرتے ہیں اس کی سب سے اہم توجیہ اس تعلق میں ملتی ہے جو کاروباری اشخاص بحیثیت ایک جماعت کے مزدوروں سے من حیث الجماعت رکھتے ہیں۔ اساسی طور سے ان کا سب سے بڑا کام مزدوروں کو اجرت پر حاصل کرنا ہے؛ اور اس زمانے میں وہ مزدوروں کو فائدے کے ساتھ اجرت پر حاصل کرتے ہیں، اس لیے کہ اشیا کی قیمتیں اجرت متعارفہ کے مقابلے میں بہت زیادہ تیزی سے بڑھتی ہیں۔

اب یہ امر کہ قیمتوں کے مقابلے میں اجرت بہت سست رفتار کے ساتھ بڑھتی ہے معاشی تاریخ کے بہترین مصدقہ واقعات میں سے ایک ہے۔ یہ واقعہ تقریباً تمام قسموں کے اجرت گیر اشخاص پر صادق آتا ہے؛ یعنی: نہ صرف دستی محنت کرنے والوں پر، بلکہ محرروں، معلموں، اور سیرون (ناظروں) اور تنخواہ یاب عہدہ داروں پر بھی۔ اس واقعے کا باعث زیادہ تر رسم ورواج کی قوت ہے، جو اجرت کے بارے میں خاص طور سے بہت قوی اثر رکھتی ہے؛ اور اس کو اور بھی زیادہ تقویت اس وجہ سے حاصل ہو جاتی ہے کہ مزدوروں میں معاملہ چکانے اور طے کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ یہ واقعہ، آجروں اور اجیروں کے باہمی معاملات کی اکثر عجیب وغریب خصوصیات سے اور خاص کر آجر کی اس حیثیت سے کہ وہ کسی صنعتی تبدیلی کا دباؤ اور اثر محسوس کرتا ہے، تعلق رکھتا ہے۔ واقعے کی حد تک کوئی اعتراض یا سوال نہیں ہو سکتا؛ جب قیمتیں بڑھتی ہیں تو اجرت یاب مزدوروں کی اجرت میں اس کے مساوی سریع اضافہ نہیں ہوتا۔

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، اور جیسا کہ آئندہ چل کر زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان ہوگا[1]، اصل داروں کے کاروبار بحیثیت جماعت کے اور کاروباری اشخاص کے کاروبار بحیثیت مشاغل اصل کے منتظمین کے، مزدوروں کو پیچھے بعد دیگرے متواتر

[1] ان مسائل پر باب ۴۹، باب ۵۰ و باب ۵۲ میں زیادہ مفصل بحث کی گئی ہے۔ نیز دیکھو باب ۵ فصل ۵۔

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

پیشگیاں ادا کرنے کے اعمال میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ ان کے مجموعی مصارف، آخری تحلیل میں، اجرتوں کی مسلسل ادائی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ چنانچہ جس حد تک اشیا کی قیمتیں، مزدوروں کی اجرت کے مصارف کے مقابلے میں زیادہ سرعت سے بڑھتی ہیں اس حد تک اجرت ادا کرنے والے فائدے میں رہتے ہیں۔

یہ عام تجربہ ہے کہ قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں وہی کاروباری اشخاص سب سے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں جن کے کاروبار کا بیشتر حصہ اجرت کی ادائی پر مشتمل ہو۔ محض تاجر یا سوداگر کو بالعموم بہت کم فائدہ ہوتا ہے؛ اس لیے کہ اس کی خریدکردہ اشیا کی قیمت تقریباً اسی سرعت کے ساتھ بڑھتی ہے جتنی سرعت سے کہ اس کی فروخت شدنی اشیا کی قیمت بڑھتی ہے۔ صناع، جو بہت کم مقدار میں اشیائے خام خرید کرتا ہے اور جس کے مصارف زیادہ تر محنت کی راست خریداری پر مشتمل ہوتے ہیں، سب سے زیادہ نفع حاصل کرتا ہے۔ مثلاً یونائیٹڈ اسٹیٹس اسٹیل کارپوریشن جیسی اعلیٰ درجہ کی منظم و متحد تجارتی انجمن کی بعینہٖ یہی حالت ہے، جو خام لوہے کی کھدائی، کوئلے کی کان کنی، کوئلے کو پتھر کے کوئلے میں مبدل کرنے، ان اشیا کو ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنے، پگھلانے، اور لوہا اور فولاد بنانے کے کاموں کے لئے مزدوروں کو براہ راست اجرت پر حاصل کرتی اور ان سے کام لیتی ہے[ا]۔ جب لوہے اور فولاد کی قیمتیں بڑھتی ہیں، تو کمپنی کو نفع کثیر ملتا ہے، اس لیے کہ اس کے اخراجات کا بیشتر حصہ اجرت کی ادائی پر مبنی ہوتا ہے اور کم و بیش مستقل نوعیت رکھتا ہے۔ مگر وہ آہن و فولاد ساز جنھیں لوہا، یا کوئلہ اور پتھر کا کوئلا خام حالت میں خریدنا پڑتا ہے، مقابلۃً کم نفع حاصل کرتے ہیں؛ ان کی اشیائے خام کی قیمتیں اسی سرعت کے ساتھ یا تقریباً اسی سرعت کے ساتھ بڑھتی ہیں جتنی کہ ان کی مصنوعات یا پیداوار کی قیمتیں۔ وہ کاروباری شخص، جو بنیاد سے قریب ترین ہو، یعنی مزدور سے قریب ترین علاقہ رکھتا ہو، اجرتوں کی اضافی ثبات پذیری سے سب سے زیادہ نفع حاصل کرتا ہے۔

[ا] براہ راست سے مطلب یہ ہے کہ اپنی ذیلی انجمنوں کے ذریعے سے یہ کام لیتی ہے۔ ذیلی انجمنوں میں اشیا برائے نام خریدی جاتی ہیں۔

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

اس کے برعکس قیمتوں کی تخفیف کے دور میں کاروباری طبقہ من حیث الجماعت خسارے اور گھاٹے میں رہتا ہے۔ اس صورت میں، چونکہ وہی مقررہ قوتیں اجرت کو ایک ساکن و ثبات پذیر حالت پر قائم رکھتی ہیں، لہذا قیمتوں کے گھٹنے سے نقصان برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اجرت پر بڑھتی ہوئی قیمتوں کا جتنی سرعت کے ساتھ اثر پڑتا ہے اس کے مقابلے میں گھٹتی ہوئی قیمتوں کا اثر غالباً کم سرعت سے پڑتا ہے۔ قیمتوں کے گھٹنے سے جو نقصان عائد ہوتا ہے اس کو آجر معاملات چکانے کی اصلی صلاحیت رکھنے کی بدولت اسی آسانی کے ساتھ زائل کر دیتا ہے جس آسانی کے ساتھ وہ اس کی بدولت نفع حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن کچھ نہ کچھ نقصان ضرور ہوتا ہے، اور یہ صرف اسی اساسی سبب کی بنا پر کہ کسی تبدیلی کا پہلا اثر اور دباؤ اسی پر پڑتا ہے۔

خواہ کاروباری جماعت قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں اس طرح کچھ ہی کمائے، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دوسروں کے نقصان سے نفع حاصل ہوا؛ علیٰ ہذا اس کے برعکس قیمتوں کے گھٹنے کے زمانے میں نقصان کا حال ہے۔ پہلی صورت میں آجر جتنا نفع حاصل کرتے ہیں بظاہر اتنا ہی اجیروں کا نقصان لازمی معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ صحیح ہے کہ خوشحالی اور تجارتی گرما گرمی کا زمانہ مزدوروں کے حق میں مشتبہ نعمت ہے[1]۔ لیکن ایک لحاظ سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مزدور کو فی الحقیقت نفع ہو رہا ہے؛ مزدوروں کو کام پہلے سے زیادہ باقاعدگی اور استقلال کے ساتھ ملتا رہتا ہے، اس لیے کہ صنعت کی رفتار نہ صرف مستقل ہو جاتی ہے بلکہ پہلے کے مقابلے میں بڑھ بھی جاتی ہے۔

300

[1] ممکن ہے کہ اجرت متعارفہ اضافۂ قیمت پر سبقت ہی نہ لے جائے۔ چنانچہ سولھویں صدی کی قیمتوں کے انقلاب عظیم کا ایسا ہی نتیجہ معلوم ہوتا ہے۔ اس زمانے میں اجرت متعارفہ کے مقابلے میں قیمتوں میں، کم از کم اشیائے خوردنی کی قیمتوں میں، بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا، اور اجرت بشکل اشیا میں قطعی طور سے کمی ہو گئی تھی۔

اس کے برخلاف ۱۹۱۸ء تا ۱۹۲۰ء کی جنگ میں ریاستہائے متحدہ میں اگرچہ ابتدائی زمانے میں اجرت متعارفہ میں قیمتوں کے اضافہ کی طرح تیزی سے اضافہ نہ ہوا، پھر بھی بعد کے زمانے میں اجرت، قیمت کا ساتھ دیتی رہی۔ جیسا کہ باب ۲۳ فصل ۷ میں آگے چل کر بیان کیا گیا ہے، اس زمانے کے مالی مظاہر بلکہ فی الحقیقت جملہ معاشی مظاہر عدیم النظیر تھے۔

باب ۲۲
قیمتوں کے تغیرات

قیمتوں کے گھٹنے کے زمانے میں تجارتی گرما گرمی، واولوالعزمی سرد پڑ جاتی ہے اور بے کاری و بے روزگاری کی شکایت پیدا ہوتی ہے۔ کاروباری جد و جہد اور اس کا تسلسل زیادہ تر کاروباری جماعت کی طبیعت پر موقوف ہوتا ہے۔ یہی جماعت رہنما و رہبر ہوتی ہے، اور اسی کے بیم و رجا پر موجودہ صنعت کی رفتار کا انحصار ہوتا ہے۔ قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں وہ جو نفع کماتی ہے، ممکن ہے کہ غیر ضروری طور سے زیادہ ہو اور اس کی معاشری خدمات کے مقابلے میں نسبتہً زائد ہو، لیکن اس کے معاوضے میں کچھ نہ کچھ مسلسل اور ان تھک کاروباری جد و جہد رونما ہو جاتی ہے۔

کاروباری منافعہ پر قیمتوں کے بڑھنے اور گھٹنے کے اثرات اس پیچیدہ صورت میں متغیر ہو جاتے ہیں جس کا بیان گزشتہ فصل میں آچکا ہے اور جس میں قیمتوں اور آمدنیاں بحوالۂ زر میں ایک ساتھ تبدیلی نہیں ہوتی۔ اگر صنائع و فنون میں عام اصلاح و ترقی کے نتیجے کے طور پر قیمتیں گھٹ جائیں لیکن آمدنیاں ایک حالت پر قائم رہیں تو بظاہر یہ معلوم ہوگا کہ کاروباری حلقوں میں اس اثر کے متعلق کوئی تشویش محسوس نہیں کی جارہی ہے۔ کاروباری شخص کو اس کی فکر نہیں ہوتی کہ پیداوار کی فی اکائی کی قیمت کیا ہے بلکہ یہ کہ اس کی پیداوار کے مجموعی مصارف کے مقابلے میں اس پیداوار کی مجموعی آمدنی کیا ہوگی۔ ممکن ہے کہ وہ محنت کی فی اکائی کے لیے جتنی رقم خرچ کرے اس سے کم مقدار میں اس کو پیداوار کی فی اکائی سے آمدنی ہو، مگر اس کے باوجود اس کو اس لیے نفع ہو کہ محنت کی فی اکائی کے حساب سے اس کی پیداوار زیادہ ہے؛ یہ نتیجہ صنعت کے عملوں میں زیادہ موثر کارکردگی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس کے برعکس اگر اجرتوں میں اضافہ ہو اور قیمتیں بھی بڑھ جائیں تو، گو قیمتیں انجام کار نسبتہً کم بڑھیں (اور اس قسم کے تغیر کے ظاہر ہونے کا اس صورت میں قرینہ ہے جبکہ صنعت کی کارکردگی روزافزوں بڑھ رہی ہو اور اسی کے ساتھ زر کی رسد میں سریع اضافہ ہو رہا ہو)، کاروباری جماعت ایسا فرحت افزا اثر محسوس کرے گی جو بمقابلہ سیدھی سادی صورت کے کسی طرح کم نہ ہوگا۔ گو قیمتیں ایک حالت پر ساکن ہوں، پھر بھی پیداوار کی مجموعی آمدنی زیادہ ہوگی، اس لیے کہ محنت کی فی اکائی کے حساب سے پیداوار کی زیادہ مقدار تیار ہوگی؛ اور گو اجرت کی شرحوں میں اضافہ ہو جاتا ہے،

301

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

پھر بھی مجموعی خام آمدنی کے مقابلے میں اجرت کے کم سرعت کے ساتھ بڑھنے کا قرینہ ہوگا۔ پہلی صورت میں، قیمتوں کی تخفیف کا حوصلہ شکن اثر پیدائش کی اصلاح و ترقی سے بالکل زائل یا کم ہوجائے گا۔ دوسری صورت میں، قیمتوں کے اضافہ کے مہیج و محرک کا اثر اصلاح و ترقی سے اور بھی زیادہ تقویت حاصل کرلے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہلی صورت ۱۸۷۳ء تا ۱۸۹۶ء کے دور میں ظاہر ہوئی، جبکہ قیمتیں گھٹ رہی تھیں اور اجرت کی شرحیں ایک حالت پر قائم تھیں؛ دوسری صورت ۱۸۹۶ء کے بعد کے زمانے میں ظاہر ہوئی جبکہ قیمتیں بڑھ رہی تھیں اور اجرت کی شرح کم ہورہی تھی۔

۶۔ قیمتوں کے تغیرات کا دوسرا اثر شرحِ سود پر ہوسکتا ہے۔[۱] اگر قیمتیں بڑھیں تو لین دار نقصان میں رہتا ہے؛ لیکن یہ ہوسکتا ہے کہ وہ ایسے زمانے میں سود کی اعلیٰ شرح وصول کرلے، اور یہ اعلیٰ سود، کم قوتِ خرید والے زر کی ادائی کے نقصان کو زائل کردے۔ اس کے برعکس اگر قیمتیں گھٹیں تو ممکن ہے کہ قرض گیرندہ کو کم شرحِ سود سے قرضہ مل سکے اور اس طرح قیمتوں کی تخفیف سے پیدا ہونے والے نقصان کی تلافی ہوجائے۔ یہ تصور کیا جاسکتا ہے کہ اس قسم کی تلافی مستقل طور سے اور بتدریج بلکہ خود بخود وقوع پذیر ہوگی اور اس طرح دین دار اور لین دار کے باہمی تعلقات میں خلل انداز ہونے والے مخالف اثرات رفع یا زائل ہوجائیں گے۔

اس میں کوئی کلام نہیں کہ فی الحقیقت قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں سود کی شرحوں میں بھی اضافہ ہوجاتا ہے، اور یہ کہ قیمتوں کے گھٹنے کے زمانے میں سود کی شرحیں ادنیٰ ہوتی ہیں۔ اس واقعہ کی توجیہ و تشریح اکثر اوقات بہت کچھ ناقدانہ نکتہ چینیوں کا مرکز بنی رہی ہے، اور اس کو کلیتہً واضح نہیں قرار دیا جاسکتا۔

یہ امر بظاہر بڑی حد تک یقینی معلوم ہوتا ہے کہ قیمتوں کے تغیرات کے ساتھ ساتھ شرحِ سود میں اختیاری و ارادی طور سے تبدیلیاں عمل میں نہیں لائی جاتیں؛

[۱]۔ اس فصل کے زیرِ بحث موضوع کی تفہیم حصۂ سوم کے بنک کاری اور صنعتی بحران کے متعلق ابواب اور حصۂ ششم کے سود اور کاروباری منافع کے متعلق ابواب کے مطالعہ کے بعد زیادہ بہتر طریقے پر ہوسکتی ہے۔ چنانچہ اس

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

اور اس کی سیدھی سادی وجہ یہ ہے کہ اس قسم کے تغیرات کے متعلق صحیح پیشگی اندازہ سازی ممکن ہوتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بعض اوقات معاشی نظریے اور معاشی تاریخ کے ماہر یہ خیال کرتے ہیں کہ حالات پہلے سے ایسے موجود ہوتے ہیں جو قیمتوں کے اضافے کی جانب رہبری کرتے ہیں: چنانچہ ۱۸۵۰ء میں آسٹریلیا اور کیلی فورنیا میں سونے کی کانیں دریافت ہونے کے بعد یہی صورت نمودار ہوئی! اور سنہ ۱۹۰۰ء تا سنہ ۱۹۱۰ء میں بھی ایسا ہی ہوا۔ لیکن سنہ ۱۸۵۰ء کے بعد قیمتوں کا اضافہ بعض نہایت ماہر اور جید اشخاص کے تخمینے اور توقع سے بہت کم تھا؛[1] علیٰ ہذا ۱۸۷۳ء کے بعد قیمتوں کی تخفیف بھی بالکل غیر متوقعہ تھی۔ اب خواہ چند اشخاص قیمت کے تغیرات کو پہلے سے معلوم کرسکیں یا نہ کرسکیں دین داروں اور لین داروں کی کثیر التعداد جماعت تو ان تغیرات کے متعلق کوئی فکر بھی نہیں کرتی۔ بجز غیر معمولی تغیرات کے زمانے کے (جیسے کہ زر کاغذ کی بنا پر رونما ہوتے ہیں) یہ جماعت زر کو ثابت القدر خیال کرتی ہے۔ وہ اپنے نفع و نقصان اور سود کی ادائی کو صرف بحوالۂ زر شمار کرتی ہے۔ وہ قیمت کے ہونے والے تغیرات کے لحاظ سے سود کی "حقیقی" شرح کو منظم کرنے کے بارے میں اپنے آپ کو زحمت میں نہیں ڈالتی۔

تاہم یہ ممکن ہے کہ کسی غیر وجدانی یا غیر محسوس عمل کے ذریعے سے یا بے خبری کے عالم میں سود کی شرح میں کوئی تغیر واقع ہو۔ اگر یہ معلوم ہو کہ سب دین دار قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں فائدہ حاصل کررہے ہوں، اور اگر یہ خیال عام ہو جائے کہ اشیا ادھار خریدنا اور قرضے لینا منفعت بخش کاروبار ہے، تو ممکن ہے کہ قرضوں کی طلب بڑھ جائے اور اس طرح سود کی شرح میں اضافہ ہو جائے۔ علیٰ ہذا قیمتوں کے گھٹنے کے زمانے میں قرضوں کی طلب کی قلت اور شرح سود کی کمی کے معکوس مظاہر اسی قسم کے اسباب کی بنا پر اپنے آپ کو اس وقت ظاہر کرسکتے ہیں جبکہ وہ لوگ جنھوں نے قرضہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بحث کو ان کے مطالعہ تک ملتوی کردینا ہی غالباً زیادہ مناسب ہوگا۔

[1] چنانچہ شیوالیر ایک ممتاز عالم معاشیات نے جو کسی حال بھی غیر معروف شخصیت نہیں ہے سونے کی ان دریافتوں کے ممکنہ اثرات کے متعلق بہت مبالغہ آمیز تخمینے مرتب کئے ہیں۔

302

حاصل کیا ہو بظاہر گھاٹے اور مصیبت میں ہوں۔

مگر قرضوں کی طلب اور شرح سود کے تغیرات کی بڑی حد تک توجیہ کرنے والے دوسرے اسباب بھی ہیں۔ چنانچہ ان اسباب کے منجملہ ایک سبب، جو مصنف کے خیال میں ایک اہم اور وزنی سبب ہے، یہ واقعہ ہے کہ اجرت متعارفہ کی دھیمی رفتار اضافہ کے باعث کاروباری منافع بہت زیادہ وصول ہوتا ہے۔ قرض گیرندے زیادہ تر کاروباری اشخاص ہوتے ہیں جو پیدائش کے عمل کی رہنمائی میں مصروف ہوتے ہیں۔ ایسے زمانے میں جبکہ منافع کے بارے میں ان کے توقعات اچھے ہوں (اور یہ حالت اس زمانے میں ظاہر ہوتی ہے جبکہ بڑھتی ہوئی قیمتوں کا ساتھ اجرت نہیں دیتی) سب مزید "اصل" کے خواہاں وطالب ہوتے ہیں؛ یعنی ایسے ذرائع کی مانگ بڑھ جاتی ہے جن کی مدد سے وہ زیادہ مقدار میں اشیائے اصل حاصل کرسکیں اور مزدوروں کی زیادہ تعداد سے کام لے سکیں۔ گو انجام کار سود کا مدار کاروباری منافع سے بالکل الگ دوسرے عاملین پر ہوتا ہے؛ لیکن سود تقریباً کاروباری منافع سے اخذ کیا جاتا ہے، اور منافع کی بیشی اور کمی کے لحاظ سے اس میں بھی زیادتی اور کمی ہوتی رہتی ہے۔ کاروباری جماعت کے ارکان بڑھتی ہوئی قیمتوں کے زمانے میں جو منافع حاصل کرتے ہیں اور گھٹتی ہوئی قیمتوں کے ساتھ انھیں جو نقصانات برداشت کرنے پڑتے ہیں یہی اس کے بالمقابل بڑی حد تک سود کی شرح کے تغیرات کی توجیہ کرتے ہیں۔

803

اس کے علاوہ ایک اور سبب آلۂ اعتبار کے عمل میں پایا جاتا ہے۔ گزشتہ بابوں میں یہ بیان کیا گیا کہ کاروباری گرما گرمی بڑھتی ہوئی قیمتوں کا نتیجہ ہوتی ہے؛ لیکن وہ قیمتوں کو بڑھانے کا ایک سبب بھی ہے۔ خواہ خالص مالی اثر نہ بھی ہو (مثلاً فلز کی رسد میں اضافہ)، تو بھی اعتبار کی عام توسیع سے قیمتیں بڑھ سکتی ہیں؛ چنانچہ اس واقعے کے متعلق کسی موزوں مقام پر مفصل بحث کی جائے گی[۱]۔ یہاں صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ گرما گرمی کا دور جس میں سود کی شرحیں بڑھ جاتی ہیں اور سرد بازاری کا دور جس میں سود کی شرحیں گھٹ جاتی ہیں، ان دونوں کے مابین

---

[۱] - باب ۳۰ خاص کر فصل ۲۔

باب ۲۲ قیمتوں کے تغیرات

سبب و نتیجے کا علاقہ ہے؛ یا غالباً زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے کہ مختلف اثرات و نتائج صرف ایک غالب سبب کی پیداوار ہیں۔ قیمتوں اور شرح سود، دونوں کی تکثیر پذیری کا باعث بڑی حد تک ایک مشترک سبب ہے اور وہ صنعتی گرماگرمی و تجارتی گرم بازاری ہے؛ اور قیمتوں اور سود کی تقلیل پذیری کا باعث و محرک بھی اسی قسم کی ایک وجہ مشترک ہے، یعنی: صنعتی سرد بازاری۔

واقعہ یہ ہے کہ قیمتوں اور شرح سود کے تغیرات کے مابین کوئی صحیح اور قطعی تعلق نہیں ہے۔ بعض مصنفوں کا خیال ہے کہ اس قسم کا تعلق پایا جاتا ہے؛ چنانچہ یہ کہا جاتا ہے کہ جب قیمتیں گھٹتی ہیں تو، سود میں اس طرح تخفیف ہوتی ہے کہ دین دار کا شرح سود کا فائدہ اس کے قیمتوں کی کمی کے نقصان کو زائل کر دیتا ہے۔ اس کے برعکس جب قیمتیں بڑھتی ہیں تو یہ خیال کیا جاتا ہے کہ سود میں ٹھیک اسی قدر اضافہ واقع ہوتا ہے جس سے لین دار کا نقصان زائل ہو جائے۔ لیکن جیسا کہ اعدادی تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے، اس قسم کی ترتیب و تنظیم کلی نہیں ہوتی بلکہ بظاہر جزوی ہوتی ہے؛ لین دار یا دین دار، جہاں تک کہ وہ سود کی شرحوں کے تغیرات سے فائدہ محسوس کرتے ہوں، صرف جزوی حد تک فائدہ حاصل کرتے ہیں اور یہ جزوی فائدہ کسی محسوس و ارادی تنظیم کا نتیجہ نہیں ہوتا، اور قرضوں کی ادائی میں عدم مساواتوں کی خود بخود اصلاح کی سمت تو وہ اس سے بھی کم رہبری کرتا ہے۔ قیمتوں اور شرح سود میں جو تغیرات کم و بیش متوازی طریقے پر واقع ہوتے ہیں ان کی تشریح و توجیہ اس طرح نہیں کی جا سکتی کہ دین دار اور لین دار کے حسابات اور تخمینے شرح سود کے تغیرات کے ذمے دار ہوتے ہیں۔ اگر اس عمل کا رجحان موجودالوقت مالی نظام کے تحت ان جماعتوں کے باہمی لین دین میں مساوات قائم کرنے کی جانب ہو تو یہ نتیجہ، جزوی حد تک، شرح سود پر اثر انداز ہونے والے دوسرے اسباب کی بنا پر رونما ہوتا ہے؛ لیکن بڑی حد تک اس وجہ سے پیدا ہوتا ہے کہ قیمتوں کے تغیرات ہمیشہ سست اور دھیمے ہوتے ہیں اور اکثر اعتباری لین دین کے نتیجے میں خلل انداز ہونے کی حد تک ان کا کوئی قابل لحاظ اثر نہیں پڑتا۔

304

باب بست و سوم

سرکاری زر کاغذی

(۱) غیر بدل پذیر زر کاغذی یا حکمی زر کاغذی کے رواج کا مدار زر کاغذی کے استعمال کرنے کی مستقل عادت پر ہوتا ہے؛ اس کی قدر کا انحصار اس کی مقدار پر ہوتا ہے بشرطیکہ وہ آزادی کے ساتھ رائج ہو۔ آزادانہ گردش سے قاصر رہنے کا امکان؛ انتہائی بیش اجرائی سے نظام کے درہم و برہم ہونے کا امکان۔ (۲) کاغذی زر فلزی زر کو رواج سے ہٹا دیتا ہے۔ کاغذی زر کی کم قدری افراط کی وجہ سے؛ فلزی زر کی بڑھوتری کاغذی زر کے بٹہ کی صحت کے ساتھ پیمائش نہیں کرتی۔ بدل پذیری کی توقع فلزی زر کی بڑھوتری کو متاثر کرتی ہے۔ (۳) ریاستہائے متحدہ کے تجربہ (۱۸۶۲ء تا ۱۸۷۹ء) کی مثال۔ (۴) زائد اجرا سے اجتناب بہت شاذ کیا جاتا ہے۔ زر کاغذی کی کم قدری کے دور کے بعد کن شرائط پر فلزی ادائیگیوں کو از سر نو جاری کرنا چاہیئے؟۔ (۵) بدل پذیر سرکاری زر کاغذ ریاستہائے متحدہ کے صداقت نامہ جات امانت؛ ریاستہائے متحدہ کے نوٹ یا گرین بیک۔ (۶) ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ عظیم کے زمانے میں یوروپین ممالک میں زر کاغذ کا عدیم النظیر کثیر رواج۔ معیار طلا پر جمے رہنے کے باوجود ریاستہائے متحدہ میں قیمتوں میں عظیم اضافہ۔

باب ۲۲
سرکاری زر کاغذی

۱ ۔ اس باب میں ہم اس زر کاغذی پر بحث کریں گے جو حکومتوں کی جانب سے جاری کیا جاتا ہے، اور غیر بدل پذیر یا ناقابل مبادلہ کاغذ پر خاص طور سے غور کرینگے۔ زر کاغذی پر، خواہ وہ کسی قسم کا ہو، ادائی کا وعدہ مندرج ہوتا ہے؛ لیکن سرکاری زر کاغذ پر جو وعدہ درج ہوتا ہے وہ بہت کم پورا کیا جاتا ہے بلکہ اکثر و بیشتر اس وعدے کے خلاف عمل ہوتا ہے۔ زر کاغذ کے متعلق سب سے پیچیدہ اور سب سے زیادہ سبق آموز سوالات اس وقت پیدا ہوتے ہیں جبکہ اس پر مندرجہ وعدے کے برعکس وہ بدل پذیر یا عندالطلب فلزی سے قابل بدل نہ ہو۔

غیر بدل پذیر زر کاغذ کو "حکمی زر" اس لیے کہا جاتا ہے کہ بطور زر اس کے استعمال اور اس کی قدر کا مدار محض سیاسی قوت و اقتدار یا حکومت کے حکم پر ہوتا ہے۔ جس حد تک کہ بادشاہ کا فرمان یا سلطنت کا قانون، کاغذ کے پرزے کو بطور زر رائج کرنے کا اور بطور زر اس پرزے کی قدر کو قائم و برقرار رکھنے کا سبب ہو سکتا ہے اس کی اہمیت کو بہت بڑھا چڑھا کر، یا بہت گھٹا کر دونوں طرح سے پیش کیا جا سکتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جو زر بھی رائج رہا اس کی بنیاد براہ راست یا بالواسطہ طریقے سے کسی قسم کے جبر و تعدی یا اختیاری انتخاب پر قائم نہیں ہوئی بلکہ محض اس بنا پر کہ وہ ایک عام افادہ رکھنے والی شے تھی، اور عام طور پر مقبول تھی۔ لیکن جب ایسی شے کا ایک مرتبہ عادۃً بطور زر استعمال شروع ہو جائے تو سیاسی قوت یا حکومت اس کی قدر و قیمت کو اور اس کے رواج پانے کے طریق کو بڑی حد تک متاثر کر سکتی ہے۔ علیٰ ہذا صرف اس صورت میں حکومت کا جاری کردہ زر کاغذ حکماً رائج کیا جا سکتا ہے، جبکہ لوگ کاغذ کو بطور آلہ مبادلہ استعمال کرنے کے خوگر ہو جائیں۔ عصر جدید کی قوموں نے اس قسم کے زر کو سترھویں صدی کے آخر سے بڑے پیمانے پر استعمال کرنا شروع کیا، جبکہ سرکاری اور نیم سرکاری بنک ادائی کے وعدے جاری کرتے تھے، اور یہ کاغذی وعدے اس وجہ سے بہت سرعت کے ساتھ رواج پاتے تھے کہ وہ حقیقۃً فلزی زر سے قابل بدل تھے۔ اٹھارھویں صدی تک فلزی زر کے یہ کاغذی بدل اس قدر مقبول عام ہو گئے تھے کہ حکومتوں کے لیے غیر بدل پذیر زر کاغذ جاری کرنے میں بہت سہولتیں پیدا ہو گئیں۔ حکومتوں نے ایک حد تک عوام کی

305

اس مستقل عادت سے فائدہ اٹھا کر اور ایک حد تک محض قانون کے دباؤ سے کام لے کر رقم کی ادائی کے ان وعدوں کو جو محض برائے نام تحریر کئے جاتے تھے، سونے اور چاندی کے سکوں کی طرح پوری آزادی کے ساتھ رواج دینا ممکن پایا۔

اب یہ فرض کیا جائے کہ ایسے حالات موجود ہیں جن کی موجودگی کے بغیر غیر بدل پذیر زر کاغذ رواج نہیں پا سکتا؛ یعنی: ادائی کے کاغذی وعدوں کے استعمال کی عادت اور ایک طاقتور حکومت۔ یہ بھی فرض کر لو کہ حکومت کاغذی زر کے استعمال و رواج کو وسیع کرنے اور تقویت دینے کے لیے اپنی قوت صرف کرتی ہے۔ اس کے لیے عام طور سے یہ طریقہ اختیار کیا جاتا ہے کہ زر کاغذی قرضوں کی ادائی کے لیے زرِ قانونی قرار دیا جاتا ہے، اور محصولات و دیگر سرکاری واجبات کے لیے زر کاغذی کو اس کی مرقومہ قیمت کے لحاظ سے قابل قبول گردانا جاتا ہے۔ یہ مان لو کہ انھی طریقوں سے کاغذ کو آزادانہ طور سے رواج دیا جاتا ہے اور وہ ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں اسی طرح منتقل ہوتا اور گردش کرتا پھرتا ہے جیسے کہ فلزی زر۔ ایسی حالت میں زر کاغذی کی قدر کا تعین کونسی شئے کرتی ہے؟

ظاہر ہے کہ وہی استدلال جو فلزی زر کے بارے میں پیش کیا جا چکا ہے زر کاغذی کے متعلق بھی صادق آئے گا؛ یعنی: اس کی قدر بھی اس کی مقدار کے لحاظ سے متعین ہوگی۔ اگر کاغذی زر اسی مقدار میں رائج کیا جائے جتنی مقدار میں کہ پہلے فلزی زر رائج تھا، اور اگر وہ فلزی زر کو رواج سے کاملاً ہٹا دے (اور عام طور سے ہوگا بھی یہی) تو قیمتوں کی سطح بعینہٖ وہی رہے گی جو کہ پہلے موجود تھی اور کاغذی زر کی قدر بھی ویسی ہی رہے گی جیسی کہ فلزی زر کی تھی۔ اگر فلزی زر کی دوچند مقدار میں کاغذی زر رائج کیا جائے تو قیمتیں پہلے کے مقابلے میں دوگنی ہو جائیں گی، اور زر کی قدر گھٹ کر نصف رہ جائے گی۔ یہ بیانات بھی انھی شرائط کے تابع ہیں جن کا اطلاق خود فلزی زر کے بارے میں ہو سکتا ہے۔ ان شرائط میں یہ فرض کیا جاتا ہے کہ زر کی رفتار گردش کی سرعت یکساں رہتی ہے اور یہ کہ اشیا کی مقدار اور ان اشیا کے بازار میں پہنچنے کے طریقوں میں کوئی تغیر واقع نہیں ہوتا؛ چنانچہ ان شرائط پر پہلے بحث کی جا چکی ہے۔ نیز ان میں یہ بھی فرض کیا جاتا ہے کہ زر کے اعتباری بدلوں کا استعمال اور خاص کر بنک کے اعتباری طریقے غیر متبدلہ ہیں؛ اور یہ ایسے

باب ۲۳ سرکاری زر کاغذی

اہم شرائط ہیں جن پر غور کرنا باقی ہے۔ پھر بھی ان سب شرائط اور ترمیمات کی وجہ سے اساسی اصول رد نہیں ہوتا؛ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم رہتا ہے، یعنی: یہ کہ آزادانہ گردش کرنے والے زر کاغذی کی قدر کا مدار اس کی مقدار پر ہوتا ہے۔ خواہ کاغذی زر کلیتہً غیر بدل پذیر ہو اور خواہ فلز سے اس کے مبدل ہونے کی کوئی توقع نہ ہو، اس کی قدر برقرار رہے گی، اور وہ زر کے تمام کام انجام دے گا۔ فلزی زر کے مقابلے میں کاغذی زر سے بظاہر ایک فائدہ ملک کو یہ حاصل ہوگا کہ مصارف کم پڑیں گے۔ سونے اور چاندی کو کان سے برآمد کرنے میں بہت محنت صرف ہوتی ہے؛ کاغذی زر میں مقابلتہً بہت ہی کم اور معمولی اخراجات عائد ہوتے ہیں۔ گویا ایک بیش خرچ آلۂ مبادلہ اور زر کے کثیر المصارف نظام کی بجائے ایک ایسا آلۂ مبادلہ یا ایسا کارآمد نظام قائم ہوجاتا ہے جس کے برقرار رکھنے میں زیادہ سہولت اور کفایت ہوتی ہے۔

مگر اس کا اعادہ نامناسب نہ ہوگا کہ ان تمام امور کا مدار اس مفروضے پر ہے کہ زر کاغذ آزادی کے ساتھ گردش کرتا ہے۔ عملاً وہ لازمی طور سے آزادی کے ساتھ گردش نہیں کرتا۔ ممکن ہے کہ لوگ حکومت پر پورا اعتبار نہ کریں یا کاغذ کے استعمال کو پسند نہ کریں یا کسی اور سبب سے اس کو روزمرہ کے کاروبار اور لین دین میں شوق کے ساتھ قبول کرلینے سے انکار کریں۔ اس صورت میں یا تو وہ رائج ہی نہ ہوگا یا اس کی قدر ایک دوسرے ہی اصول پر متعین ہوگی۔ اس قسم کے امکان کی ایک نمایاں مثال کیلی فورینا کی ریاست میں امریکا کی خانہ جنگی کے دوران اور اس کے بعد کے زمانے (۱۸۶۲ء تا ۱۸۷۹ء) میں رونما ہوئی۔ ریاستہائے متحدہ کی حکومت نے اتنی مقدار میں کاغذی زر رائج کردیا تھا کہ اس کی وجہ سے قیمتیں بڑھ گئی تھیں اور اور زر کی قدر گھٹ گئی تھی۔ دوسری ریاستوں کے مثل کیلی فورنیا میں کاغذی زر، زر قانونی تھا؛ اور اس کی شکل میں، سرکاری محاصل قابل وصول تھے؛ نیز وفاقی حکومت سے بھی کسی کو کسی قسم کی بدگمانی یا مخاصمت نہ تھی۔ لیکن خواہ اسے دانشمندانہ ترجیح کہو یا تعصب، واقعہ یہ ہے کہ ایک نہایت قوی جذبہ یا احساس سونے کی موافقت میں اور کاغذی زر کی مخالفت میں موجود تھا؛ یہ جذبہ یا احساس اس واقعہ

کی بنا پر تھا کہ کیلی فورنیا اس وقت اپنے سونے کی عظیم الشان دریافتوں کی پہلی منزل میں تھا، اور یہ کہ سونا جملہ کاروبار کی انجام دہی کے لیے بافراط مل سکتا تھا)۔ ہر قرضدار کو یہ قانونی حق حاصل تھا کہ اپنے قرضوں کی ادائی کم قدر زر کاغذ کی شکل میں کرے۔ لیکن اگر اس نے ایسا کیا تو وہ بدنام ہو جاتا تھا (یعنی: لین دار اخبارات میں اس کا نام شائع کرکے اس کی شہرت کو خراب کر سکتا تھا)، اور اس کا مقاطعہ کر دیا جاتا تھا۔ اس کل زمانے میں کیلی فورنیا میں کاغذی زر استعمال نہیں ہو رہا تھا۔ ریاست کے سب باشندے اپنے کاروبار طلائی سکوں کے ذریعے سے طے کرتے تھے، اور اس کے برعکس ریاستہائے متحدہ میں غیر بدل پذیر کاغذی زر استعمال کیا جا رہا تھا۔[۱]

307

جب کوئی حکومت اجرائے زر کاغذی کے امکانات سے ناواجب فائدہ اٹھاتی ہے اور زر کاغذ کو کثیر اور روز افزوں مقدار میں رائج کرتی ہے تو یہی عامل، یعنی: کاغذی زر استعمال کرنے کے متعلق عام ناپسندیدگی اور تنفر، اس کی گردش اور قدر کو نمایاں طریقے سے متاثر کرتا ہے جس کے نتائج اچانک اور عجیب ظاہر ہوتے ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ حالات ایسی نوبت پر پہنچ جائیں کہ کوئی شخص کاغذی زر کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو، اور اس کی بنیاد متزلزل ہو جائے۔ اس طرح اس کی قدر صرف اس وجہ سے نہیں گھٹ جاتی کہ اس کی مقدار بہت زیادہ ہے، بلکہ اس وجہ سے کہ لوگ اس کو اشیا کے مبادلے میں قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ اس کی رسد بڑھ جاتی ہے، اور اس کی طلب (یعنی: زر کے معاوضے میں اشیا کا پیش کش) کم ہو جاتی ہے؛ بلکہ ممکن ہے کہ طلب بالکل موقوف ہو جائے۔ چنانچہ یہی صورت ۱۷۲۰ء میں رونما ہوئی جبکہ اسکاٹ لینڈ کے ایک اولوالعزم سازشی لا نے فرانسیسی حکومت کو نوٹ جاری کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ نوٹ اتنی کثیر مقدار میں اور مسلسل جاری کیے گئے کہ انھیں کوئی بھی قبول نہ کرتا تھا اور ان کی قیمت گھٹ کر بالکل معمولی سی رہ گئی۔[۲] علیٰ ہذا یہی حال اس

[۱] دیکھو موسی (Moses) کا مضمون موسوم بہ "کاغذی زر قانونی کیلی فورنیا میں" کوارٹرلی جورنل آف اکنامکس جلد ہفتم صفحہ ۱ میں۔

[۲] اس صورت میں عوام کا زر کاغذ میں اعتماد اچانک طور سے مفقود ہو گیا۔ حکومت نے اس کی قدر کی کمی کو روکنے

باب ۲۳
سرکاری زر کاغذی

زر کاغذی کا ہوا جو امریکن کانگریس کی جانب سے "انقلاب" کے زمانے میں جاری کیا گیا تھا۔ "کانٹی نینٹل" نوٹ اس قدر کثیر مقدار میں چھاپے گئے کہ ان پر قطعاً کوئی اعتبار باقی نہیں رہا، اور ان کی مقدار کے تناسب سے بہت زیادہ ان کی قیمت گھٹ گئی (چنانچہ اسی بنا پر یہ کہاوت مشہور ہے کہ "فلاں شے کانٹی نن ٹل کے برابر بھی قیمت نہیں رکھتی")۔ بعینہ یہی حال فرانس میں بھی فرانسیسی انقلاب کے زمانے میں (۱۷۹۰ء تا ۱۷۹۶ء) "اسینات" (Assignats) کا ہوا؛ اس زمانے میں حکومت فرانس نے ایسے نوٹ جاری کئے تھے جو اولاً زمین سے قابل مبادلہ تھے، مگر بہت جلد غیر بدل پذیر نوٹ جاری کئے جانے لگے اور ان کی مقدار اتنی کثیر تھی کہ وہ بالکل بے قیمت ہو گئے۔ اس کی تھوڑی مدت کے بعد ۱۸۶۲ء تا ۱۸۶۵ء میں جنوبی امریکا کے جمہوریہ کے جاری کردہ نوٹ کا بھی یہی حشر ہوا۔

308

لیکن اکثر صورتوں میں زر کی کم قدری اس انتہائی حالت کو نہیں پہنچی۔ انیسویں صدی کے دوران میں اکثر ملکوں میں زر کاغذی جاری ہوا، اور نتیجۃً یہ ہوا کہ اس کی قدر عام طور سے گھٹ گئی۔ پھر بھی امریکا کی خانہ جنگی کے زمانے میں سوائے بدقسمت جنوبی جمہوریہ کے انیسویں صدی میں کوئی اہم ملک ایسا نہ تھا جس نے اس حد تک کاغذی زر جاری کیا ہو کہ وہ ساقط الاعتبار ہو جائے۔ زر کاغذ، بہت ہی کثیر مقدار میں، مگر ایسے حالات و شرائط کے تحت جاری کیا گیا جن کی بنا پر وہ اپنی گردش کو برقرار رکھ سکتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی کوشش کی تو حالت غیر متوقعہ طور سے اور بھی زیادہ نازک ہو گئی۔ کم قدری کے ابتدائی زمانے میں بظاہر یہ عجیب بات دیکھنے میں آئی کہ زر کاغذی کی قدر کی تخفیف کا کوئی اثر اس کے رواج پر نہیں پڑا۔ لوگ جس چیز کو دیکھتے تھے وہ محض ظاہری قدر تھی، اور گو نوٹوں کو لائور Livres کے نام سے موسوم کرتے تھے، تاہم کوئی بھی یہ سوال نہ کرتا تھا کہ لائور کے معنی کیا ہیں؟ لیکن جونہی رقموں کی مقدار میں تبدیلی کی گئی، اور حکومت نے یہ اعلان کیا کہ دس لائور کے نوٹ کی قیمت ۵ لائور ہو گی، اس کاغذی ڈھانچ کی حقیقت کھل گئی۔ اس سے جو اضطراب پھیلا وہ اتنا ہی عام اور گورا نہ تھا جتنا کہ پہلے اعتماد تھا۔ بقول مسٹر جیمس اسٹورٹ "۲۴ مئی کو اگر کوئی شخص ایک سو ملین تک کے نوٹ لے کر بھی بازار میں جاتا تب بھی وہ فاقوں مر سکتا تھا"

دیکھو سینیر کی کتاب موسوم بہ Three Lectures on the cost of obtaining money

صفحہ ۶، مسٹر اسٹورٹ جیمس کا قول ان کی کتاب "اصول معاشیات" حصہ دوم باب ۱۸ جلد سوم، اشاعت ۱۷۷۰ء سے ماخوذ ہے۔

باب ۲۳
زر کاری
زر کاغذی

اور اپنی قدر کے لیے اپنی مقدار پر انحصار کر سکتا تھا۔ اس قسم کی صورت حال پر، جو مذکورہ بالا حالات کے مقابلہ میں کم انتہا پسندانہ، لیکن پیچیدہ تر تھی منا رجہ ذیل فصلوں میں زیادہ تر بحث کی جائے گی۔

۲۔ زر کاغذ، خواہ وہ بدل پذیر ہو یا غیر بدل پذیر، فلزی زر کو رواج سے ہٹا دیتا ہے۔ یہ اخراج بین الاقوامی تجارت کے عمل کے ذریعے سے واقع ہوتا ہے۔ جاری کردہ نیا زر گردش کی مقدار کو بڑھا دیتا ہے اور اس سے قیمتیں جلد ہو یا دیر میں بڑھ جاتی ہیں۔ قیمتوں کی زیادتی درآمد کو بڑھا دیتی اور برآمد کو گھٹا دیتی ہے؛ نتیجہ یہ کہ درآمد کی ادائی کے لیے فلزی زر باہر چلا جاتا ہے۔ مگر کاغذی زر باہر نہیں جاتا؛ اس لیے کہ غیر ممالک میں اس کا رواج پانا ناممکن ہے۔ یہ سچ ہے کہ نظام عام طور سے اس قدر سیدھا سادہ نہیں ہوتا جیسا کہ بیان ہوا؛ جس وقت تجارت خارجہ پر تفصیلی غور و بحث کی جائیگی اس وقت اس نظام کے عمل میں متعدد پیچیدگیاں ظاہر ہوں گی۔ لیکن اساسی اعتبار سے جو کچھ عمل ہوتا ہے اسے صحت کے ساتھ اوپر بیان کر دیا گیا ہے۔ فلز بین الاقوامی تجارت کے ذریعے سے اسی تناسب سے غائب ہو جاتا ہے جس تناسب سے کہ زر کاغذ جاری کیا جاتا ہے۔ فلز کی جتنی مقدار رائج ہو اگر اس کے نصف کے بقدر کاغذ جاری کیا جائے تو آلۂ مبادلہ کی ترکیب میں نصف، فلزی زر اور نصف کاغذی زر باقی رہ جائے گا۔ اگر ٹھیک فلزی زر کی مقدار کے برابر کاغذی زر رائج کیا جائے تو، سب فلزی زر غائب ہو جائے گا اور صرف کاغذی زر باقی رہے گا۔ علیٰ ہذا القیاس پہلے سے جتنا فلزی زر رائج ہو اس سے زائد مقداریں کاغذی زر رائج کرنے کی صورت میں بھی یہی ہوگا۔

موخر الذکر حالت ''زائد اجرا'' کی حالت کو تعبیر کرتی ہے؛ یعنی: ایک ایسی حالت جس میں قیمتیں، فلزی نظام کی حالت کے مقابلے میں مستقلاً بڑھ جاتی ہیں۔ جب فلزی زر کے اخراج کے ذریعے سے کاغذی زر کی گردش کے لیے گنجائش نہیں نکالی جاتی تو زائد زر قیمتوں کی سطح کو مستقل طور سے بڑھا دینے کا سبب بن جاتا ہے۔ اس قسم کے اضافے کے جملہ نتائج رونما ہونے لگتے ہیں۔ لین دار نقصان میں رہیں گے

309

اور دین دار فائدے میں۔ اشیا کی قیمتیں، معمولی اجرت کے مقابلے میں بہت تیزی کے ساتھ بڑھتی ہیں؛ اور ان آمدنیوں کے مقابلے میں، جنھیں "معین" کہا جاتا ہے، بہت سرعت سے بڑھ جاتی ہیں، اس لیے کہ وہ رسم و رواج سے بہت متاثر ہوتی ہیں۔ کاروباری اشخاص منافع کماتے ہیں۔ شرح سود میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ صنعتی دنیا میں خوشی اور خوشحالی محسوس کی جاتی ہے بعینہ اسی طرح جیسا کہ فلزی زر کی رسد کے اضافہ سے قیمتیں بڑھنے کی صورت میں ہوتا ہے۔

یہ خوشی اور خوشحالی اس وقت تک باقی رہتی ہے جب تک کہ یہ عمل قائم رہے۔ وہ بڑھی ہوئی قیمتوں کا نتیجہ نہیں ہوتی، بلکہ بڑھنے والی قیمتوں کا نتیجہ ہوتی ہے۔ جب ایک مرتبہ ہر طرف سے سطح بلند اور اپنی حالت پر قائم ہو گئی، تو حالت جمود طاری ہو جاتی ہے، بلکہ پست حالی کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے؛ اس کا اثر بعینہ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ منشیات کا؛ یعنی جب محرک شے کا عمل رک جاتا ہے تو، ردِ عمل شروع ہوتا ہے۔ بڑھتی ہوئی قیمتوں کے دوروں کے مستقل مظاہر میں سے (خواہ قیمتیں زر فلزی کی وجہ سے بڑھی ہوں یا زر کاغذی کی وجہ سے) ایک یہ عام شکایت بھی ہوتی ہے کہ زر کافی مقدار میں موجود نہیں ہے۔ خواہ زر کی مقدار کتنی ہی کیوں نہ بڑھ جائے، لوگوں کی زبان پر ہمیشہ یہی کلمہ رہے گا کہ "خوشحالی کو بڑھانے کے لیے" یا "کاروبار کرنے کے لیے" کافی زر موجود نہیں ہے۔ اس کے صرف یہ معنی ہیں کہ قیمتیں بڑھی ہوئی رسد سے مطابق ہو گئی ہیں، ایک حالت پر قائم ہیں اور بظاہر روز افزوں ترقی کی ظاہری خوشحالی اختتام کو پہنچ چکی ہے۔

اس بنا پر اکثر اشخاص زر کی رسد میں مزید اضافہ کرنے کی پرزور تائید کرتے رہتے ہیں۔ اکثر اشخاص اس چیز کے متعلق کہ زر کیا ہے، اس کے فعل کیا ہیں اور خوشحالی پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے، بہت موہوم خیالات رکھتے ہیں۔ فطری طور سے وہ تقریباً ہمیشہ زر کی رسد میں اضافے کا خیر مقدم کرتے ہیں۔ خاص کر بڑھتی ہوئی قیمتوں کے دوروں کے درمیان اور بعد میں زر کی مقدار کے روز افزوں اضافے کے مویدین کی تعداد جو اسے ہر خرابی کا علاج سمجھتے ہیں بہت کثیر ہوتی ہے۔ لیکن جلد یا بدیر قوم کا کثیر حصہ سلامت روی کی درمیانی حالت پر عود کر آتا ہے اور حکمی زر کے وکیلوں کے تدابیر کا

باب ۲۲
سرکاری زر کاغذی

قلع قمع ہو جاتا ہے۔ لیکن زر کاغذ جاری کرنے کے متعلق جو سب سے بڑے اعتراضات ہیں ان میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ اس کے سبب سے زر کی نوعیت اور اس کے اثرات کے بارے میں لوگوں کے خیالات میں خلفشار پیدا ہو جاتا ہے؛ لغو اور بے معنی خیالات پیدا ہو جاتے ہیں اور معاشیات کے سادہ ترین اصول کو از سر نو سیکھنا سکھانا پڑتا ہے۔ اور پھر سب سے بڑی دشواری یہ کہ جہالت، غیظ و غصہ اور بد دیانتی کے ہجوم کو ہٹا کر زر کے نظام کو صحیح طریقے پر منظم کرنا پڑتا ہے۔

310

جب کاغذی زر ایسی مقدار میں جاری کیا جائے کہ اس کے سبب سے قیمتیں اس سطح سے بڑھ جائیں جس پر کہ وہ کسی فلزی معیار کے تحت رہتیں تو، فلزی زر کی گردش موقوف ہو جاتی ہے اور فلزی زر خود ایک معمولی شے کی حیثیت اختیار کر لیتا ہے۔ زر کاغذی ہی واحد آلۂ مبادلہ بن جاتا ہے اور سونا (یا چاندی، جیسی صورت ہو)، دوسری اشیاء کے مثل، بحوالہ زر کاغذی قیمتاً خرید و فروخت کیا جانے لگتا ہے۔ چنانچہ بعینہٖ یہی حال چاندی کا ہوا؛ جس وقت سونا تمام مہذب ممالک میں معیار زر قرار پایا اور چاندی کی حیثیت کامل فلزی زر کی قائم نہ رہی تو چاندی کی خرید و فروخت سونے کے حوالے سے ہوتی تھی۔ ایک ایسے نظام کے تحت جس میں زر کاغذی بہت کثیر مقدار میں جاری کیا جاتا ہے، سونا کاغذی زر کے حوالے سے بڑھوتری پر فروخت ہوتا ہے۔ اور کاغذی زر، طلا کے حوالے سے کم قیمت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ کاغذی زر، ادائی بصورت طلا کا ایک برائے نام وعدہ ہے؛ لیکن وہ قدر کے لحاظ سے سونے کے مساوی نہیں ہے، جس کی نمائندگی کا وہ مدعی ہوتا ہے۔ چنانچہ سونے کی قیمت عام طور سے اس طرح نہیں بیان کی جاتی کہ، مثلاً: سونا فلاں چیز کے حوالے سے اتنا فی اونس یا فی پونڈ ملتا ہے؛ بلکہ خود اسی کے حوالے سے اس کی قیمت بیان کی جاتی ہے؛ مثلاً، یہ کہ ایک طلائی ڈالر خریدنے کے لیے کتنے کاغذی ڈالر درکار ہیں؟

خواہ سونے کا رواج کسی ملک میں بطور آلۂ مبادلہ باقی نہ رہے اور وہ معمولی رواج سے خارج ہو جائے، سونا ایسے ملک سے کلیتہً خارج نہیں ہو جاتا۔ کچھ سونا صنعتی کاموں میں ہمیشہ درکار رہا کرتا ہے؛ اور اس غرض کے لیے مثل

تانبے یا نکل کے اس کی خرید و فروخت عمل میں آتی ہے۔ سونے کی ایک حد تک ضرورت بعض ایسے کاروبار میں بھی عام طور سے ہوتی ہے جنھیں خاص معاہدے کی رو سے سونے کے حوالے سے طے کرنا پڑتا ہے۔ بالعموم سونے کے سوداگروں کی ایک جماعت پیدا ہو جاتی ہے، جن کا کاروبار اس فلز کی خرید و فروخت ہوتا ہے؛ بالکل اسی طرح جس طرح کہ دوسری جماعتیں اس سے گھٹیا فلزات کا کاروبار کرتی ہیں۔

سونے پر جو بڑھوتری وصول ہوتی ہے اس سے اندازاً زر کاغذی کی کم قدری معلوم کی جا سکتی ہے، لیکن یہ محض تخمینہ ہوتا ہے' اس سے زیادہ اس کی وقعت نہیں۔ زر کاغذی کی کمی قدر قیمتوں کے بڑھنے سے ظاہر ہوتی ہے؛ اور اس کی پیمائش انڈکس نمبر کے طریقے کے ذریعے سے ممکن ہے۔ لیکن قیمتوں میں جو بھی اضافہ ہوتا ہے وہ بے قاعدگی کے ساتھ ہوتا ہے۔ بعض اشیا کی قیمتیں زیادہ بڑھ جاتی ہیں، بعضوں کی قیمتیں نسبتہً کم بڑھتی ہیں، بعض کی قیمتیں اپنی سابق حالت پر قائم رہتی ہیں اور بعض قیمتیں گھٹ جاتی ہیں بعض اوقات کسی ایک شے کی قیمت کی تبدیلی عام تبدیلی کو ظاہر کر سکتی ہے اور بعض اوقات اس کے خلاف بھی امکان ہوتا ہے۔ بعینہٖ یہی حال سونے کی قیمت کا یا فلزی بڑھوتری کا ہے۔ وہ خاص اثرات کے تابع ہوتی ہے، جن میں سے اہم ترین اثر بیرونی مطالبات کو پورا کرنے کے لیے ترسیل طلا کی طلب ہے؛ اس لیے کہ ممالک خارجہ سے کاروبار کرنے میں سونے کا استعمال ناگزیر ہے۔ بعض اوقات ان خاص اثرات کے سبب سے بڑھوتری قیمتوں کے عام اضافے سے بھی بڑھی ہوئی ہوتی ہے، اور بعض اوقات اس سے کم رہتی ہے۔

پھر بھی فلزی بڑھوتری اور کاغذی زر کی قیمت کی حقیقی کمی کے مابین جو اختلافات ہوتے ہیں وہ، گو بعض اوقات بہت نمایاں ہوتے ہیں، لیکن ان کے کسی بڑے پیمانے پر دیر تک جاری رہنے کا امکان نہیں ہوتا۔ بڑھوتری سے بالعموم کافی صحت کے ساتھ یہ معلوم ہو جاتا ہے، کہ زر کاغذی کی قیمت میں کس قدر حقیقی کمی ہوئی ہے۔ اگر بڑھوتری اوسطاً تقریباً ۱۰۰ ہو (یعنی سونے کی ۱۰۰ اکائیوں کو خریدنے کے لیے کاغذ کی ۲۰۰ اکائیاں درکار ہوں)، تو ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ

طلائی نظام کے تحت جتنی قیمتیں ہوں گی ان کے مقابلے میں کاغذی زر کے تحت قیمتیں تقریباً دو چند ہیں۔ اگر بڑھوتری ۱۰ اور ۲۰ کے درمیان کسی جگہ ہو، جیسا کہ ریاستہائے متحدہ امریکا میں فلزی معیار کی طرف عود سے پہلے ۱۸۶۸ء تا ۱۸۷۶ء کے دوران میں ہوا تھا، تو ہم یقین کے ساتھ یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ طلائی قیمتیں جتنی ہوتیں ان کے مقابلے میں کاغذی قیمتیں عام طور سے کسی قدر زیادہ ہیں، لیکن بہت زیادہ نہیں ہیں۔ اور جب بڑھوتری متعدد سالوں تک بتدریج وسلسل گھٹتی چلی جائے تو، ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ معیار طلا کی صورت میں جتنی قیمتیں رہتیں قیمتوں کی سطح اب ان کے قریب قریب آرہی ہے؛ یعنی یہ کہ یا تو قیمتیں گھٹ رہی ہیں، یا پھر دوسری جگہ طلائی قیمتیں جس طرح بڑھ رہی ہیں اس طرح بڑھنے سے یہ قاصر ہیں۔

سونے کی بڑھوتری میں خاص تغیرات پیدا کرنے والے عاملین میں سے ایک عامل سونے میں کاغذی زر کی بدل پذیری کی توقع ہے۔ کاغذی زر جب جاری کیا جاتا ہے تو اس کے جاری کرتے وقت یہ نیت یا توقع بہت شاذ ہوتی ہے کہ اس کی قیمت میں کمی واقع ہوگی۔ اس کا اجرا بالعموم مالی دباؤ کے تحت عمل میں آتا ہے، اور یہ فرض کرلیا جاتا ہے کہ اس سے عارضی طور پر ایک شدید عملی ضرورت پوری ہوگی؛ اس وقت زیادہ غور وخوض کرنے کی مہلت نہیں ہوتی، بلکہ خواہش یہی ہوتی ہے کہ بعجلت ممکنہ فلزی بنیاد کی طرف عود کیا جائے۔ ہر وہ واقعہ جو فلز میں کاغذ کی فوری بدل پذیری کو ممکن بناتا ہے، بڑھوتری کو کم کردیتا ہے؛ اور کوئی معمولی سا حادثہ اس کو بڑھا دیتا ہے۔ جب ۱۸۱۵ء میں **نپولین** "البا کی قید سے نکل بھاگا" تو انگلستان میں سونے پر بڑھوتری بڑھ گئی اور جب واٹرلو کی جنگ کی خبر انگلستان پہنچی تو بڑھوتری میں بڑی حد تک تخفیف ہوگئی۔ ریاستہائے متحدہ میں گیٹس برگ کی جنگ کے بعد بڑھوتری فوراً گھٹ گئی اور ۱۸۶۹ء کے اضطراب آفرین موسم گرما میں بہت بڑھ گئی۔ اس قسم کے اچانک اور سریع تغیرات کی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ زر کاغذ پر جو اعتماد کیا جاتا ہے وہی اس کی قدر وقیمت کو ہمیشہ کے لیے متعین کرتا ہے، یا کم از کم اس کی قدر پر

بڑی حد تک اثر ڈالتا ہے۔ یہ کہنا زیادہ موزوں و صحیح ہے کہ بدل پذیری کا ایقان اور اعتماد فلزی زر کی قدر و قیمت پر اثر ڈالتا ہے نہ کہ کاغذی زر کی قدر و قیمت پر۔ عام قیمتوں میں فوجی یا سیاسی کارروائی یا اس کے نتائج کی بنا پر کمی و بیشی نہیں ہوتی۔ اگر کسی چیز پر اثر پڑتا ہے تو وہ فلزی زر کی قیمت بحوالہ کاغذی زر ہے؛ اس لیے کہ سوداگر اور مخمن حکومت کے مالی استحکام اور ممکنہ فلزی ادائی کے از سر نو قیام کے عواقب و نتائج پر فوراً بٹہ کاٹتے ہیں۔

312

۳۔ زر کاغذی کے متعلق متعدد مظاہر کے بارے میں اس تجربے سے زیادہ بہتر کوئی مثال نہیں دی جاسکتی جو ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۶۲ء تا ۱۸۷۹ء میں ہوا، اور جس کی طرف اشارا کیا جاچکا ہے۔ ۱۸۶۲ء تا ۱۸۶۵ء کی امریکن خانہ جنگی کے زمانے میں غیر بدل پذیر کاغذی زر بہت کثیر مقدار میں جاری کیا گیا، حتیٰ کہ اس کی مقدار اس فلزی زر کی مقدار سے بھی متجاوز ہوگئی تھی جو پہلے گردش میں تھا۔ قیمتیں سرعت کے ساتھ بڑھ گئیں، اور ۱۸۶۴ء کے اختتام پر ان قیمتوں سے کم از کم دو چند ہوگئیں جو ۱۸۶۱ء میں تھیں۔ فلزی بڑھوتری میں بھی اسی نسبت سے اضافہ ہوگیا، چنانچہ وہ ایک دفعہ (یعنی جولائی ۱۸۶۴ء میں) غیر معمولی طور سے اعلیٰ سطح پر ۱۸۵ انتی؛ یعنی سونے کا ایک ڈالر بحوالہ کاغذی زر ۲ ڈالر ۸۵ سینٹ میں فروخت ہوتا تھا۔ جنگ کے ختم ہونے کے فوراً ہی بعد یعنی ۱۸۶۵ء میں، زر کاغذی کا کچھ جزو رواج سے ہٹا لیا گیا؛ نتیجہ یہ ہوا کہ قیمتیں فوراً گھٹ گئیں، اور سونے کی قیمت گھٹ کر ۱۵۰ تک آگئی؛ گویا بڑھوتری کم ہو کر صرف ۵۰ رہ گئی۔ اس کل پر آشوب و تردد زمانے میں بجز کیلی فورنیا کے دور افتادہ علاقے کے ہر جگہ کاغذی زر مستعدی کے ساتھ مسلسل گردش میں رہا، اور اعتبار میں بھی ایسی خرابی نہ ہونے پائی جیسا کہ کاغذی زر پر اعتبار کے کاملاً بگڑنے سے ہوتی ہے۔ گو زر کاغذ کی مقدار میں ۱۸۶۵ء میں تخفیف کردی گئی تھی، پھر بھی جو کچھ مقدار رائج تھی وہ زائد از ضرورت تھی؛ چنانچہ زر کاغذی کی قیمت کی کمی متعدد سالوں تک جاری رہی، یہاں تک کہ آخر کار ۱۸۷۹ء میں فلز کی شکل میں ادائی از سر نو شروع ہوگئی۔ وہ عمل جس کے ذریعے

باب ۳۲
سرکاری زر کاغذی

سے قیمتیں طلائی سطح پر لائی گئیں اور جس کے ذریعے سے زر کاغذی کی کم قدری کا دور ختم کیا گیا، زیادہ تر طلب زر کی روز افزوں زیادتی تھا جس کا باعث آبادی اور دولت کا اضافہ تھا، نہ کہ زر کاغذی کے بیشتر حصے کو رواج سے ہٹا کر زر کی رسد میں کمی کرنے کا عمل۔ غرض اس کو "مقدار زر اور ترقی پذیر ضرورتوں کے تطابق" کا عمل نہایت موزونیت کے ساتھ کہا گیا ہے۔

واقعات کی رفتار مندرجہ ذیل نقشے سے ظاہر ہوتی ہے؛ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ ۱۸۶۰ء تا ۱۸۸۰ء میں قیمتوں کی سطح کیا تھی۔ انڈکس نمبر، جس سے قیمتوں کا حال بہترین طریقے پر ظاہر ہوتا ہے، وسطانیہ median ہے نہ کہ حسابی اوسط؛ وجہ یہ کہ بعض سالوں میں، جن میں کہ تغیرات بہت زیادہ ہوئے، حسابی اوسط پر چند اشیا کی انتہائی قیمتوں کا ناواجب اثر پڑا۔ کاغذی زر کے ضرورت سے زائد مقدار میں جاری ہونے کی خرابیوں کا حال ۱۸۶۲ء تا ۱۸۶۵ء کے صعودی خط سے اور بعد کے سالوں کے نزولی خط سے بہترین طریقے پر ظاہر ہوتا ہے؛ گویا لین داروں اور دین داروں کے درمیان عدم تطابق، مالی تعلقات کی نااستواری اور معیاری حالت پر بتدریج اور بہزار خرابی عود کر آنے کے حالات اچھی طرح معلوم ہو جاتے ہیں۔[1]

313

[1] یہ نقشہ ان اعداد پر مبنی ہے جو مچل کی کتاب موسوم بہ "گرین بیک معیار کے تحت سونا، قیمتیں اور اجرت" صفحہ ۵۹ و صفحہ ۶۰ سے اخذ کئے گئے ہیں۔ اس قابل تعریف کتاب میں قیمتوں کی سرگزشت کے بارے میں جو محتاط تحقیق کی گئی ہے اس سے زیادہ اب تک نہیں کی گئی۔ تاہم اس زمانے کے بعض مظاہر کو ابھی تک پوری طرح سمجھا نہیں گیا، خاص کر ۱۸۶۲ء تا ۱۸۶۵ء کی قیمتوں کے عظیم اضافہ کو۔

مقابلے کے لیے نقشہ میں جرمنی اور ریاستہائے متحدہ، دونوں ملکوں کی قیمتوں کی رفتار کو دکھایا گیا ہے؛ جرمنی کے انڈکس نمبروں کا حساب ٹھیک ان ہی مقررہ اشیا کی قیمتوں کے لحاظ سے کیا گیا جیسا کہ ریاستہائے متحدہ کے بارے میں کیا گیا ہے۔ ہر ملک کے لیے حسابی اوسطوں اور وسطانیوں دونوں کو ظاہر کیا گیا ہے۔ دونوں قسم کے خطوط کا انحراف بلاشبہ امریکا کے اجرائے زر کاغذ کے اثر کو ظاہر کرتا ہے۔

باب ۲۳
سرکاری
زر کاغذی
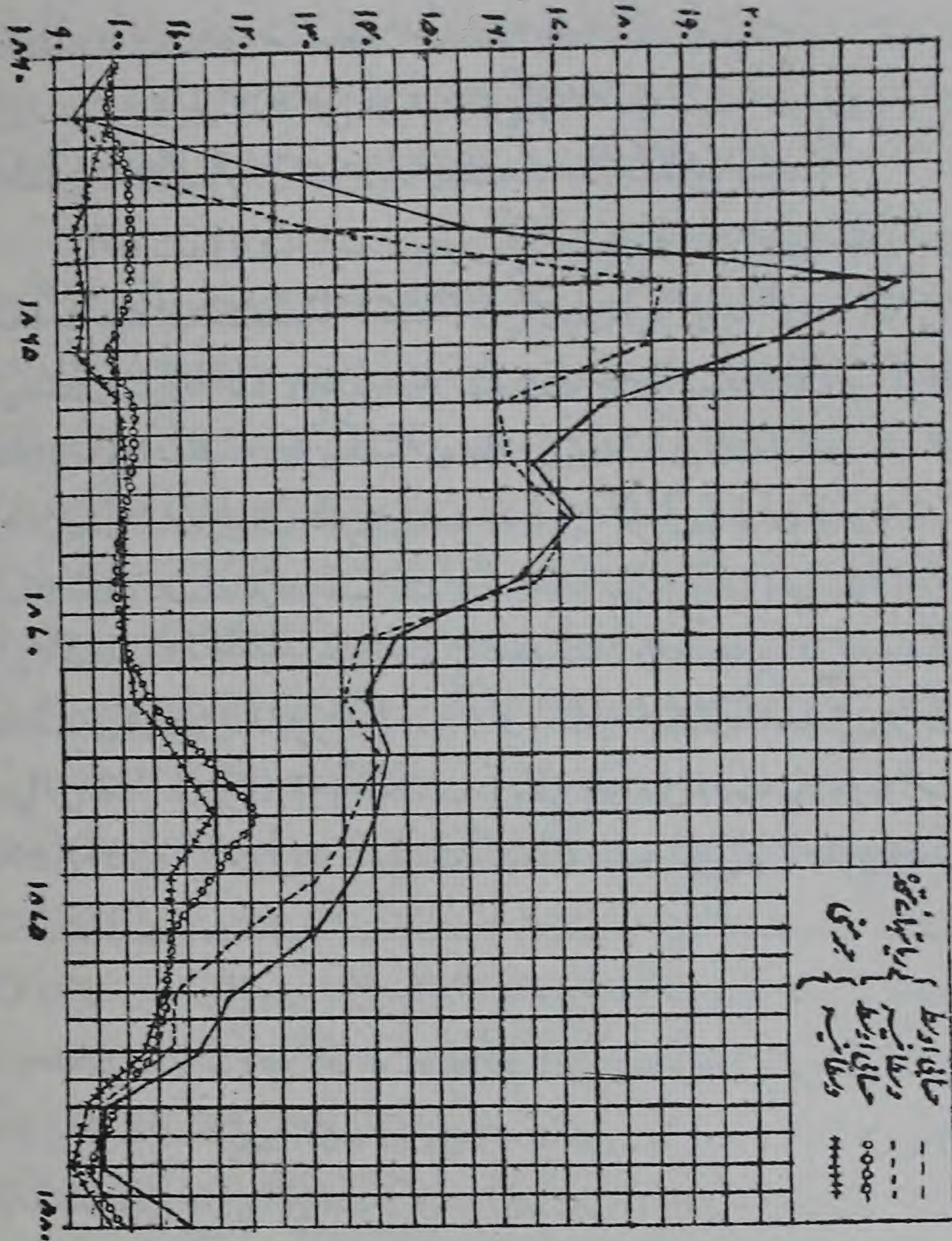
فلزاتی نظام کے قائم ہونے سے پیشتر کم و بیش دس سال کا جو زمانہ گزرا اس میں کاغذی زر کے مؤیدین کو خوب موقعے ہاتھ آئے۔ اس زمانے میں زر کی مقدار کی

باب ۲۲
سرکاری
زر کاغذی

کثرت کے برکات و فوائد کے متعلق طرح طرح کے مغالطے موجود تھے۔ مختلف بحث مباحثوں کا نتیجہ یہ ہوا، جیسا کہ جمہوری قوم میں ہونا ناگزیر ہے، کہ اصول کے متعلق خیالات میں مسلسل اعتدال پیدا ہوتا چلا گیا۔ چنانچہ اسی کی ایک جھلک وہ قانون تھا جس کی رو سے ادائی بہ صورت فلز کا طریق از سر نو جاری کیا گیا۔ اس پرآشوب دور کا دوسرا نتیجہ ۱۸۷۸ء و ۱۸۹۰ء کے قوانین کے تحت ملک میں چاندی کے سکوں کا رواج تھا[1]۔

۴۔ تاریخ یہ ثابت کرتی ہے کہ زر کاغذ کے مفرط اور زائد از ضرورت مقدار میں جاری ہو جانے کا احتمال ہمیشہ اور ہر زمانے میں رہا ہے؛ اور ضرورت سے زیادہ اجرائے قرطاس کی بہت کم روک تھام ہوئی ہے۔ سرکاری اخراجات کو اس آسان طریقے سے پورا کرنے کی وجہ بالعموم جنگ رہی ہے۔ گو فرانس میں سنہ ۱۷۲۰ء کے لا (Law) کے جاری کردہ نوٹ براہ راست فوجی ضرورتوں کے باعث جاری نہیں ہوئے تھے، لیکن دوسری مشہور صورتیں جن میں نوٹ جاری کئے گئے اور غیر معتبر ثابت ہوئے، مثلاً: فرانسیسی انقلاب کے زمانے کے اسینات[2]، ریاستہائے متحدہ کی جنگ آزادی کے زمانے کے کانٹی نن ٹل[3] اور سنہ ۱۸۶۲ء تا سنہ ۱۸۶۵ء کے وفاقی نوٹ، یہ سب کی سب جنگ کی ضرورت اور جنگ کے دباؤ کی بنا پر رونما ہوئیں۔ دوسرے مقامات پر بھی جہاں جہاں نوٹ جاری کئے گئے اور کم قدر کے ساتھ رائج رہے، گو پوری طرح بے قیمت نہیں ثابت ہوئے، اس کا سبب بھی یہی دباؤ تھا۔ انگلستان، جنگ نپولین کے زمانے میں زر کاغذی جاری کرنے پر مجبور رہا (جو بنک آف انگلینڈ کے نوٹوں کی شکل میں رائج ہوا اور وقتاً فوقتاً غیر بدل پذیر قرار دیا گیا)۔ پروشیا کی حکومت نے بھی اسی زمانے میں براہ راست نوٹ جاری کرنے شروع کئے۔

---

[1] دیکھو باب ۲۱ فصل (۴)

[2] Assignats

[3] Continentals

باب ۲۴ سرکاری زر کاغذی

باوجود فلزی زر از سر نو جاری کرنے کی کوششوں کے ۱۸۴۸ء، ۱۸۵۹ء اور ۱۸۶۶ء کی جنگوں کی وجہ سے آسٹریا میں انیسویں صدی کے بیشتر حصے میں زر کاغذی کا زیادہ تر دور دورہ رہا۔ روس کا تجربہ بھی اس سے بہت کچھ مماثلت رکھتا تھا۔ ہسپانیہ، پرتگال اور جنوبی امریکا کے ممالک نے بھی زر کاغذی جاری کیا اور ان میں سے اکثر ملک اب تک اسی طریقے پر کاربند ہیں۔ جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں، ریاستہائے متحدہ امریکا میں سب سے اہم تجربہ خانہ جنگی کے دوران میں اور اس کے بعد ہوا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۸۱۲ء تا ۱۸۱۵ء کی جنگ نے ریاستہائے متحدہ کو سکہ قرطاس سرکاری طور سے جاری کرنے کی حالت کے قریب پہنچا دیا۔ جنگ اگر کچھ زیادہ مدت تک جاری رہتی تو ریاستہائے متحدہ اجرائے زر کاغذ کی آخری تدبیر اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتیں۔ ایسی صورتیں جن میں کہ زر کاغذی جاری کیا گیا ہو اور اس کے نتیجے کے طور پر اس کی قدر نہ گھٹی ہو اور پیچیدگیاں نہ پیدا ہوئی ہوں معدودے چند ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ قابل ذکر صورت ۱۸۷۰ء تا ۱۸۷۱ء کی جنگ کے زمانے میں فرانس کی ہے۔ بنک آف فرانس کے نوٹ (جو فی الحقیقت سرکاری غیر بدل پذیر زر کاغذی تھے اور فلزی سکوں سے ناقابل مبادلہ قرار دئے گئے تھے) اس غرض سے کثیر مقداریں جاری کئے گئے تھے کہ جنگ کے دوران میں اور اس کے بعد حکومت مالی ضرورتوں اور مشکلات کا مقابلہ کر سکے۔ پھر بھی صورت حال ایسی ہنرمندی اور احتیاط کے ساتھ قابو میں رکھی گئی تھی کہ فلزی سکوں پر بہت کم مقداریں، اور وہ بھی عارضی مدت کے لیے تھوڑی وصول ہوتی تھی۔ گویا اس صورت میں کاغذی زر رائج کرنے سے جو ممکنہ فائدہ ہو سکتا تھا وہ کسی بڑی خرابی کے بغیر حاصل کیا گیا[1]۔

زر کاغذی کو مذموم قرار دینے کی اصل بنیاد، اس کے زائد مقداریں جاری ہونے کا امکان اور اس کے پریشان کن عواقب ہیں۔ اس پر مستزاد وہ پریشانیاں ہیں

---

[1] دیکھو باب ۲۶ فصل (۲)۔

باب ۲ سرکاری زر کاغذی

جو اس کے معکوس عمل، یعنی ادائی بصورت فلز کی طرف عود کرنے کے سلسلے میں پیدا ہوتی ہیں۔ زر کاغذی کے نظام سے اس قدر پیچیدگیاں اور بدنظمیاں رونما ہوتی ہیں کہ کوئی قوم اس کو اپنے یہاں برقرار رکھنے کے لیے بخوشی تیار نہیں ہوئی ہے، اور ہر ترقی یافتہ قوم جو اس نظام کو ایک دفعہ قائم کرتی ہے جلد یا بدیر اس سے سبکدوشی حاصل کرلیتی ہے۔ گو زر کاغذ ایک آلۂ مبادلہ کا کام تمام وکمال انجام دیسکتا ہے، لیکن اس میں ہمیشہ رجعت کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ کیا اس کی کافی مقدار موجود ہے یا ضرورت سے زیادہ ہے یا ضرورت سے کم ہے؟ یہ ایسے مسائل ہیں جو بالکلیہ حکومت وقت کے صوابدید پر موقوف ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس قدر فلز بنی نوع انسان کے مقررہ طور وطریق سے گہرا تعلق رکھتی ہے۔ کسی ایک ملک میں بھی اس کی قدر و قیمت مجلس قانون ساز کے تصرف میں نہیں ہوتی۔ قیمتی فلزات کی بین الاقوامی مقبولیت ہی وہ بنیاد ہے جس پر کسی ملک کے زر کا نظام بحفاظت تمام قائم کیا جاسکتا ہے۔ اسی وجہ سے ہر ترقی پذیر قوم جو کاغذی زر جاری کرنے کا طریقہ اختیار کرتی ہے، بہت مصائب اور دشواریاں برداشت کرکے بالآخر فلزی نظام پر عود کرآنے کا عزم کرلیتی ہے۔

یہ مسئلہ کہ کس طریقے سے فلزی بنیاد پر عود کرآنا چاہیے بعض اوقات دقت طلب ہوتا ہے؛ آیا زر کاغذی کو اس کی مرقومہ قیمت پر یا بازاری قیمت پر فلز سے قابل بدل قرار دینا چاہیے؟ پہلے طریق کا اچھا اثر یہ پڑے گا کہ ادائی کا وعدہ حقیقی وعدہ ہوگا، اور لفظ بہ لفظ پورا کیا جائے گا۔ مگر دوسرا طریق اس صورت میں جبکہ زر کاغذی کی قیمت مدت سے کم ہوتی چلی آرہی ہو زیادہ منصفانہ ثابت ہوگا۔ ایسی صورت میں دین داروں اور لین داروں کے مابین جو ناانصافی ہوئی اس کا ازالہ نہیں ہوسکتا۔ ایک نئی نسل وجود میں آگئی ہے اور اس نے کاغذی زر کی بنیاد پر نئے معاہدات طے کرلیے ہیں۔ اب ان معاہدات کو فلزی معاہدات میں تبدیل کرنا، جس کا نتیجہ غالباً یہ ہوگا کہ قیمتیں گھٹ جائیں گی، موجودہ دین داروں کے لئے اسی قدر نقصان دہ ہوگا جس قدر سابقہ لین داروں کے لیے۔ چنانچہ اگر کاغذی زر کی قدر بقدر ایک ثلث گھٹ جائے (یعنی سونے کی قیمت بشکل کاغذی

باب ۲۳
سرکاری زر کاغذی

زر ۵۰ ۱ ہو) اور اگر یہ تخفیف کئی سالوں تک جاری رہے تو سب سے بہتر اور منصفانہ تدبیر یہ ہے کہ اس کی متعارفہ قیمت کے دو ثلث پر اس کو سونے سے بدل پذیر کر دیا جائے۔ اور اس کا سب سے آسان طریقہ یہ ہے کہ ایک نیا سکہ جاری کیا جائے جس میں قدیم سکے کے مقابلے میں صرف دو ثلث وزن کا سونا شریک ہو۔ اس طرح سے موجود الوقت معیار زر کاغذ' اور قیمتوں اور آمدنیوں کی موجودہ سطح' ہمیشہ کے لیے معلوم ہو جائے گی؛ بلکہ آیندہ کے لیے ان کی اساس ایک مضبوط فلزی بنیاد پر قائم ہو جائے گی۔ چنانچہ فلزی معیار پر عود کرتے وقت آسٹریا اور روس نے بعینہ یہی طرز عمل اختیار کیا۔[۱]

لیکن جہاں زر کاغذ کو جاری کیے ہوئے زیادہ مدت نہ گزری ہو' جہاں قوم زر کی دائمی کم قدری کی پوری طرح خوگر نہ ہوئی ہو؛ اور جہاں فلزی معیار پر عود کر آنے کی مستقل توقع کی جاتی ہو' اور جملہ لین دار اور دین دار اس عود کو کم از کم ایک امکانی صورت خیال کرتے ہوں' وہاں صحیح اور استوار اصول عمل یہ ہے کہ مساوات پر از سر نو ادائی کی جائے۔ کاغذی زر کا اس کی پوری قیمت متعارفہ پر سونے سے مبادلہ کرنا چاہیے' اور اس عمدہ روایت کو قائم رکھنا چاہیے کہ ڈالر حقیقت میں ڈالر ہی ہے۔ بلا شبہ یہ تقریباً ایک دھوکا دینے والی روایت ہے' اس لیے کہ سونے کا ڈالر لازمی طور سے ثابت القدر ڈالر نہیں ہوتا؛ لیکن یہ ایسا ڈالر ہے کہ اس سے زیادہ ثابت القدر سکہ کسی ملک کی مجلس قانون ساز بطور خود نہیں جاری کر سکتی۔ اس بارے میں' اور معاملات کی طرح' بہتر یہ ہے کہ صحیح مصلحتوں کے اصول اخلاقی قوانین و ضوابط کی شکل میں مرتب کر لیے جائیں۔ اس اصول میں کہ کاغذی ڈالر کا اس کی قیمت متعارفہ پر سونے سے مبادلہ کرنا

---

[۱] چنانچہ جاپان نے بھی یہی کیا جبکہ اس نے چاندی کی بنیاد کو ترک کر کے ۱۸۹۷ء میں معیار طلا اختیار کر لیا۔ یہ صحیح ہے کہ جاپان میں زر کاغذی جاری ہی نہیں ہوا؛ لیکن اس کا زر' چاندی پر مبنی تھا' جس کی قیمت ۱۸۷۳ء کے بعد چاندی کی قیمت کم ہو جانے کی وجہ سے بحوالہ طلا گھٹ رہی تھی۔ چونکہ ترقی یافتہ ملکوں کے طریقے اختیار کرنے پر وہ پہلے سے ہی تلا ہوا تھا' اس لیے اس نے معیار طلا کی طرف توجہ کی اور ایک نیا سکہ بنام "طلائی ین" جاری کیا جو اس وقت کی چاندی کے ین سے مساوی القدر تھا۔

باب ۳ سرکاری زر کاغذی

قرین دیانت ہے، بلاشبہ "دیانت" کی نوعیت کے بارے میں اس سے زیادہ معنی موجود ہیں جتنا کہ ایک اوسط آدمی سمجھ سکتا ہے؛ لیکن فلز کی موافقت میں عام طور سے اور سونے کی موافقت میں خاص کر جو خیالات از روے انصاف قائم ہو گئے ہیں تاوقتیکہ ان پر وزنی اعتراضات نہ کئے جائیں اس اصول سے انحراف نہ کرنا چاہیے۔

بہرکیف فلزی صورت میں ادائی کرنے کے طریق پر از سر نو عود کرنے کے عملی طریقے میں عام طور سے مساوی مبادلے کا طریق پیش نظر رکھا گیا۔ چنانچہ انگلستان نے جنگ نپولین کے بعد اسی طرح عمل کیا؛ اور اٹلی نے بھی ۱۸۸۳ء میں فلزی بنیاد پر عود کر آنے میں اسی اصول پر عمل کیا (گو شروع میں یہ عمل با دل ناخواستہ کیا گیا تھا اور اس میں کامیابی بھی نہ ہوئی تھی، لیکن بعد کے سالوں میں یہ عمل فی الواقع تکمیل کو پہنچ گیا)۔ علیٰ ہذا ریاستہائے متحدہ میں ۱۸۷۹ء میں حالات کی یہی رفتار رہی۔ آسٹریا اور روس نے، جن کے متعلق ابھی بیان ہوا کہ انھوں نے زر کاغذی کو طلائی سکوں سے اپنے زر کاغذی کی بازاری قدر کی بنیاد پر بدل ڈالا، یہ عذر پیش کیا کہ ان کے نزدیک "فلزات" کے معنی یا تو چاندی ہو سکتے تھے یا سونا۔ یہاں زر کاغذی ایسے زمانے میں جاری کیا گیا تھا جبکہ چاندی نہ صرف دنیا کے اکثر علاقوں میں بلکہ خود ان کے حدود کے اندر، زر کی ضرورت کو پورا کرنے والی مقبول عام اور مسلمہ دھات تھی۔ انھوں نے فلزی نظام پر ایسے زمانے میں عود کیا جبکہ سونا مقبول عام اور مسلمہ فلز تھا، اور چاندی کی قیمت بجوالۂ طلا بہت گھٹ گئی تھی۔ اس طرح سے معیار طلا کا قیام کافی معقول طریقے پر اور بجا طور سے طلائی سکوں کی بنیاد پر عمل میں آیا جو زمانہ عود میں کاغذی زر کی بازاری قیمت کی نمائندگی کرتے تھے، نہ کہ کم قدر چاندی کے سکوں کی بنیاد پر۔

۵۔ بدل پذیر سرکاری زر کاغذی یا تو ادائی کا وعدہ ہو سکتا ہے جس کی ادائی کے لیے کچھ محدود مقدار فلز کی فراہم کی جاتی ہے؛ یا محض زر امانت کا صداقت نامہ ہو سکتا ہے۔ موخر الذکر غالباً بہ شکل سرکاری زر کاغذی ہوتا ہے؛ یہ محض فلز کے استعمال میں سہولتیں پیدا کرنے کی ایک تدبیر ہے؛ تاہم اپنی ظاہری

باب ۲۳ سرکاری زر کاغذی

شکل میں، وہ ادائی کا ایک وعدہ بھی ہے۔

زر امانت کے صداقت نامے کی بہترین مثال اور موجودہ زمانے میں تقریباً واحد مثال، ریاستہائے متحدہ کے مقبول عام طلائی و نقروی صداقت ناموں میں ملتی ہے۔ اس قسم کے ادائی کے ہر وعدے کے لیے ریاستہائے متحدہ کے سرکاری خزانے میں سونے یا چاندی کی پوری مقدار رکھی جاتی ہے۔ اس صورت میں کاغذی زر اور فلزی زر کے مابین کسی قسم کا فرق نہیں ہوتا، بجز اس سہولت کے جو زر کاغذی کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں یا ایک مقام سے دوسرے مقام پر منتقل کرنے میں محسوس ہوتی ہے۔ فلزی سکہ، محض کاغذی بدل کی شکل میں گردش کرتا ہے۔ چاندی کی حد تک یہ بدل بہت اہم ثابت ہوا؛ چاندی کے ڈالر بہت وزنی تھے اور ان کی کثیر مقدار ادھر سے ادھر منتقل کرنے میں دقت ہوتی تھی۔ صداقت ناموں کے اجرائے نقروی کاغذ (یعنی نقرہ کے صداقت ناموں) کی گردش میں سہولتیں پیدا کردیں اور وہ زیادہ آزادی کے ساتھ اور سکوں کی نسبت زیادہ کثیر مقدار میں گردش کرنے لگا۔ صداقت نامہ جاری کرنے کا یہ جواز طلائی سکوں کی صورت میں ممکن نہیں ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں طلائی صداقت ناموں کے وسیع پیمانے پر استعمال ہونے کی وجہ ایک حد تک یہ طریقہ ہے کہ وہاں فرسودہ طلائی سکوں کا ان کی قیمت متعارفہ پر مبادلہ نہیں کیا جاتا، اور دوسری وجہ عادت ہے۔ اہل امریکا ایک مدت دراز سے کاغذی زر استعمال کرنے کے خوگر و عادی ہیں۔ چنانچہ انیسویں صدی کے اوائل حصے کے دوران میں روزمرہ کی خریداریوں کا ذریعہ و آلہ بنک کے نوٹ تھے؛ پھر خانہ جنگی کے بعد کے دور میں، غیر بدل پذیر زر کاغذی، طلائی سکوں کا پوری طرح جانشین بن گیا۔ اگرچہ ۱۸۷۹ء میں فلز کی شکل میں ادائی کرنے کا طریق از سر نو جاری ہوگیا؛ لیکن اب بھی مروجہ زر زیادہ تر کاغذی زر کی شکل ہی میں ہے، مثلاً: بنک کے نوٹ اور ریاستہائے متحدہ کے نوٹ؛ اور اسی شکل میں چاندی کے سکوں کی کثیر مقدار کو استعمال کرنے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ پاکٹ بک اور بٹوے، سب کے سب، زر کاغذی ہی کی مناسبت سے بنائے جاتے ہیں؛ اسی وجہ سے سونے کے سکوں پر

318

باب ۲۲ سرکاری زر کاغذی

طلائی صداقت ناموں ہی کو بالعموم ترجیح دی جاتی ہے۔

خاص سرکاری نوٹ، طلائی صداقت ناموں سے مختلف ہیں؛ اور اصلی معنوں میں ادائی کے وعدے ہوتے ہیں۔ اس قسم کے بدل پذیر زر کی سب سے نمایاں مثال مگر اسی ملک ہی میں ملتی ہے۔ "ریاستہائے متحدہ کے نوٹ" جن کا بیان ابھی آچکا ہے، اور جنھیں عرف عام میں "گرین بیکس"[1] کہا جاتا ہے، اصل میں اسی غیر بدل پذیر زر کاغذی کی نئی اجرائی ہے جو خانہ جنگی کے زمانے میں رائج تھا۔ جب فلزی صورت میں ادائی کا طریق از سر نو جاری کیا گیا تو، ان نوٹوں کو نقد کے مبادلے میں واپس لے کر زائل و منسوخ نہیں کیا گیا؛ بلکہ انھیں صرف بدل پذیر قرار دیدیا گیا۔ چنانچہ پہلے جتنی مقدار رائج تھی یعنی ۳۴ کروڑ ۶۰ لاکھ وہ اب بھی بدستور باقی ہے۔ ریاستہائے متحدہ کا خزانہ عندالطلب ان کے مبادلے میں سونے کے سکے ادا کرنے کا ذمہ دار ہے؛ لیکن ان کے مبادلے کے لیے خزانہ، اپنے سرمایہ میں کاغذی ڈالروں کی مساوی المقدار نقد رقم نہیں رکھتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ۱۸۷۹ء کے بعد متعدد سالوں تک نوٹوں کا مبادلہ کرنے کے لیے کوئی جداگانہ رقم مختص نہیں کی گئی؛ خزانے میں اتفاقیہ طور سے جو کچھ نقد زر بطور فاضلات موجود رہتا تھا اس سے عندالطلب نوٹوں کی ادائی کردی جاتی تھی۔ سنہ ۱۹۰۰ء میں ۱۵ کروڑ طلائی ڈالر کا ایک خاص ذخیرہ قائم کیا گیا، جس کا مقصد واحد ان نوٹوں کا مبادلہ کرنا تھا؛ اور یہ بھی اہتمام کیا گیا کہ اس ذخیرے میں کمی واقع ہونے کی صورت میں سرکاری بونڈ فروخت کرکے ان کا حاصل اسی ذخیرے میں جمع کردیا جائے۔ اس تاریخ سے نوٹوں کے فلز میں تبدیل ہونے کے متعلق کوئی سوءِ ظن یا شبہ نہیں پیدا ہوا اور نہ آیندہ اس کا امکان یا قرینہ ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء سے پیشتر کے عشرے میں اکثر موقعوں پر سخت شبہات پیدا ہوئے؛ اس لیے کہ اس زمانے میں جاری کردہ نوٹوں کی مجموعی مقدار (بشمول نقرئی زر کے) بہت کثیر تھی؛ اور معاملات میں اس درجہ بدنظمی اور خلل پیدا ہوگیا تھا کہ نوٹ کثیر تعداد میں سونے سے تبدیل

319

[1] greenbacks

باب ۲۲ سرکاری زر کاغذی

کرنے کے لیے پیش کیے جانے لگے۔ سنہ ۱۹۰۰ کے بعد زر کاغذی اور نقرئی زر کی متعدد شکلیں، اگرچہ کلیتہً معدوم نہیں ہوئیں، تاہم زر کی طلب کے غیر معمولی اضافے کے مقابلے میں پیدائش دولت اور آبادی میں بھی جو سریع اور روز افزوں ترقی ہوئی اس کی بدولت کم ہوتی گئیں۔ ریاستہائے متحدہ کے نوٹ، اگرچہ بدل پذیر ہیں، لیکن درحقیقت مبادلہ بہ طلا کے لیے بہت شاذ پیش ہوتے ہیں۔ طلائی سکوں کے ساتھ ساتھ نوٹ بھی گردش میں رہتے ہیں، وہ ادائی قرضہ جات کے لیے کامل طور سے زر قانونی ہیں، ان کی مقدار نسبتہً کافی کم ہے، اور قیمتوں پر ان کا اثر ہر لحاظ سے بعینہ اسی طرح پڑتا ہے جس طرح سونے کے سکوں یا صداقت نامہ جات طلا کی اتنی ہی مقدار کا پڑتا۔

سرکاری بدل پذیر زر کاغذی کے متعلق اصولی سوالات بہت سادہ ہیں۔ جس وقت تک بدل پذیری حقیقت میں قائم رکھی جائے اس وقت تک کاغذی زر کی قدر و قیمت لازمی طور سے وہی ہوگی جو کہ فلزی سکوں کی ہے۔ جس ملک میں زر کاغذ جاری کیا جاتا ہے اس کے حدود کے اندر وہ ٹھیک اسی طرح کام انجام دیتا ہے جس طرح کہ فلزی زر۔ اس کاغذی زر سے اس طرح کے پیچیدہ یا عجیب و غریب مسائل نہیں پیدا ہوتے جیسے کہ غیر بدل پذیر زر کاغذی کے اجرا سے پیدا ہوتے ہیں۔ وہ قیمتوں کی عام سطح پر صرف بالواسطہ اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اس کے اجرا کی وجہ سے فلز کی ایک مقدار آزاد ہو جاتی ہے اور ممکن ہے کہ برآمد کی جائے۔ اس طرح زر کاغذی حقیقت میں دنیا کے فلزی سکوں کی مجموعی مقدار بڑھا کر دنیا میں قیمتوں کی سطح کو بلند کرنے کا سبب بن جاتا ہے؛ اور یہ میلان نہ صرف نوٹ جاری کرنے والے ملک پر اثر ڈالتا ہے بلکہ دوسرے ممالک پر بھی۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا اثر غیر بدل پذیر زر کاغذی سے بھی پیدا ہو سکتا ہے؛ اس لیے کہ وہ بھی اپنے اجرا کے مساوی فلزی سکوں کی مقدار کو رواج سے اور اجرا کنندہ ملک سے ہٹا کر اتنی ہی مقدار کی حد تک دنیا میں کسی دوسرے مقام پر آلۂ مبادلہ کے مجموعی ذخیرے میں اضافہ کر دیتا ہے۔

۵۔ پچھلی فصلوں میں جن مسائل پر غور کیا گیا ان کے متعلق یہ بخوبی خیال

کیا جا سکتا ہے کہ بیسویں صدی کے پہلے عشرے میں وہ حل ہو چکے تھے، اور ان کی بنیاد پر آئین وضع کر لیے گیے ہوں گے۔ سب بڑے اور سر برآوردہ ملکوں میں سونا، آلۂ مبادلہ کی بنیاد بن گیا تھا، روس، آسٹریا، اور اٹلی بشمول چھوٹی چھوٹی ریاستوں کے معیار طلا کو مستحکم طور سے برقرار رکھنے کی حکمت عملی میں برطانیہ عظمیٰ، فرانس، جرمنی اور ریاستہائے متحدہ کے شریک ہو گئے تھے۔ غیر بدل زر کاغذی کا طریقہ مذموم متصور ہوتا تھا۔ اس کو ناواجب طریق پر بار بار استعمال کرنے سے جو قطعی نقائص پیدا ہو سکتے تھے وہ تجربے سے بہت کافی حد تک ثابت ہو چکے تھے، اور یہ توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ کوئی روشن خیال حکومت یا تہذیب یافتہ ملک ایسے کلیۃً مذموم و غیر معتبر چارہ کار کو دوبارہ اختیار کرے گا۔

820

مگر ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کی جنگ نے اس قسم کے سارے توقعات کو غلط ثابت کر دیا۔ چنانچہ زر کاغذی کے اجرا کا چارۂ کار اختیار کیا گیا، اور ایسے پیمانے پر نوٹ جاری کئے گئے کہ شاید ہی اس سے قبل کیے گیے ہوں؛ اور اس کے نتائج بھی پہلے سے بہت زیادہ قابل افسوس پیدا ہوئے۔ اس معاملے میں، تقریباً ہر دوسرے معاملے کی طرح، دور اندیشی اور عاقبت بینی کو بالائے طاق رکھدیا گیا تھا، اس جان کنی اور مایوسانہ کشمکش کے عالم میں ہر ممکنہ ذریعے کو جو اس وقت کارآمد معلوم ہوا کام میں لایا گیا، اور اس کے عواقب کی طرف سے کامل غفلت برتی گئی۔ یورپ کے ہر چھوٹے بڑے ملک نے جو جنگ میں شریک ہوا، کثیر مقدار میں زر کاغذی استعمال کیا۔ اگرچہ اس کی شکلیں متعدد تھیں، اور کاغذ کی کم قدری بھی مختلف ملکوں میں مختلف درجوں کی تھی، لیکن ان جزدی اختلافات کے باوجود ہر جگہ لازمی طور سے یکساں مظاہر نمودار ہوے۔

اکثر صورتوں میں زر کاغذی، بنک کے نوٹوں کی شکل میں تھا، جو بڑے بڑے سرکاری بنکوں کی جانب سے جاری کئے گئے تھے؛ اور ان کی ادائی کا وعدہ بھی محض برائے نام تھا۔ براعظم یورپ کی حکومتوں نے تو اسی وقت بنکوں کے سر سے اپنے جاری کردہ نوٹوں کے سونے سے تبدیل کرنے کی ذمہ داری ہٹالی، بلکہ ان پر یہ ذمہ داری عائد کر دی کہ مطالبے کی صورت میں نقد فلز سے

باب ۲۳ سرکاری زر کاغذی

ان کی ادائی ہی نہ کریں؛ چنانچہ جتنے نئے نوٹ جاری کیے جاتے تھے وہ بنکوں کی جانب سے قرضے کے طور پر خزانوں میں بھیجدیے جاتے تھے، اور حکومتیں ان قرضوں پر شرح سود و دیگر شرائط کا تعین کرتی تھیں۔ فرانس میں صرف اسی طریق کو استعمال کیا گیا۔ برطانیہ عظمیٰ اور اٹلی نے بنکوں سے اجرائے سکہ قرطاس کا کام لینے کے علاوہ خود بھی سرکاری طور سے براہ راست نوٹ جاری کرنے شروع کر دیئے۔ جرمنی نے بنک کے نوٹوں میں سرکاری زر کاغذی کی ایک پوشیدہ شکل کا اضافہ کر دیا۔ آسٹریا اور روس نے، اس زمانہ میں جبکہ زر کاغذی کی اجرائی میں ایک حد تک اعتدال پایا جاتا تھا، صرف بنک کے نوٹوں کے اجرا کے طریق کو اختیار کیا۔ لیکن طریق عمل کے اختلافات سے عام نتیجے پر بہت کم اثر پڑا؛ اس کا مدار جاری کردہ نوٹوں کی مقدار پر تھا نہ کہ ان کی شکلوں پر۔

ہر ملک میں قیمتوں کی سطح اس درجہ بلند ہو گئی، کہ معمولی زمانے میں اس کو مہلک اور تباہ کن خیال کیا جاتا۔ برطانیہ عظمیٰ میں جنگ سے پیشتر جو قیمتیں مروج تھیں ۱۹۱۸ء کے اختتام پر اس سے سہ چند ہو گئیں؛ فرانس میں قیمتیں چہار گونہ بڑھ گئیں؛ اور اٹلی میں پانچ گونہ۔ بایں ہمہ یہ تینوں ملک کاغذی زر کو مستعدی کے ساتھ گردش میں رکھنے کی حد تک کامیاب رہے۔ وہاں نوٹ آزادی کے ساتھ دست بدست گردش کرتے رہے، مطالبات کی ادائی میں قبول کر لیے جاتے تھے اور آلۂ مبادلہ کے معمولی فرائض برابر انجام دیتے رہے۔ پس ان کی قدر قیمت اسی طرح گھٹ گئی جس طرح ریاستہائے متحدہ میں بزمانہ خانہ جنگی گھٹ گئی تھی؛ سب سے موثر عامل مقدار کا اضافہ تھا۔ دوسرے ملکوں میں معاملات اس حد تک پہنچ گئے تھے جہاں پہنچ کر زر کاغذی کا مستعدی کے ساتھ گردش کرنا موقوف ہو جاتا ہے؛ اور اس کا اعتبار کلیتہً مٹ جاتا ہے، بالکل اسی طرح جس طرح امریکا کے زر کانٹی نن ٹل اور فرانس کے اسینات Assignats کے ساتھ ہوا۔ آسٹریا اور روس میں بعینہ یہی صورت حال رونما ہوئی؛ اور سب سے بڑھ کر روس میں یہ حالت ظاہری ہوئی۔ یہاں اشترا کی حکومت نے، اپنے عام اصول کی مطابقت میں، بنکوں کے توسط سے نوٹ جاری کروانے

321

کا طریقہ، جس پر زار کی حکومت عمل کرتی آرہی تھی، یک قلم منسوخ کردیا؛ اور غیر محدود مقدار میں خود ہی نوٹ چھاپنے لگی۔ زر کے نظام کا شیرازہ بالکل درہم برہم ہو گیا؛ اس کی جگہ مبادلۂ اشیا بالاشیا کا طریق مسلط ہو گیا؛ قیمتوں کے تغیرات کی کوئی حد باقی نہیں رہی؛ مالی معاملات میں بے تکاپن اور بدنظمی برپا ہو گئی؛ اور معاملات اور کاروبار کا کوئی معاشی اصول باقی نہیں رہا۔

اس صورت حال میں کوئی چیز انوکھی یا نادر نہیں تھی، بجز اس کے کہ کاغذی زر بہت کثیر مقدار میں اور بہت وسیع پیمانے پر استعمال ہو رہا تھا۔ اس سے پیشتر کبھی ایسا نہ ہوا تھا کہ اتنی کثیر تعداد میں ملکوں نے ایک ساتھ اس اضطراب انگیز طریق عمل کو ضرورۃً اختیار کیا ہو؛ چنانچہ اس سے جو مضر نتائج رونما ہوئے اس سے قبل کبھی اتنے وسیع پیمانے پر ان کا تجربہ نہ ہوا تھا۔ لیکن کاغذی زر جاری کرنے والے ملکوں میں جو نتائج رونما ہوئے وہ ایسے تھے جن کے متعلق علمائے معاشیات پیش گوئی کر سکتے تھے۔ بایں ہمہ ایک مزید نتیجہ ایسا رونما ہوا جو علمائے معاشیات کے علم میں نیا نہ تھا اور نہ ان کے مسلمہ استدلال کے خلاف تھا؛ پھر بھی وہ اس قدر غیر متوقعہ تھا کہ اس سے مسلمہ اور مستقل تعلیمات کے متعلق شبہات قائم ہونے لگے۔ کاغذی زر کے غیر معمولی طور سے کثیر مقدار میں رائج ہو جانے سے نہ صرف ان ممالک میں جہاں وہ جاری کیا گیا تھا سریع اور عظیم تغیرات واقع ہوئے، بلکہ دوسرے ممالک میں بھی جہاں ابھی تک معیار طلا قائم تھا قیمتیں بڑی حد تک متاثر ہوئیں۔ طلا کی قدر (یعنی قیمتوں کی سطح) خود طلا استعمال کرنے والے ملکوں میں بہت بڑی حد تک متاثر ہوئی۔

پچھلے صفحوں میں ایک سے زائد مقام پر بتایا جا چکا ہے کہ معیار طلا کے تحت، اگرچہ قیمتیں بڑھ سکتی ہیں یا گھٹ سکتی ہیں اور نقائص و مضر نتائج رونما ہو سکتے ہیں، تاہم یہ تغیرات عام طور سے بتدریج واقع ہوتے ہیں اور نقائص قابل برداشت ہوتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ طلا کی مجموعی مقدار اس قدر کثیر ہوتی ہے کہ قلیل مدت میں کوئی ایسا اضافہ عمل میں نہیں لایا جا سکتا جس سے زر کے مجموعی ذخیرے میں معتد بہ تغیر واقع ہو۔ اس طرح یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ

باب ۲۳ سرکاری زر کاغذی

322

نہ صرف پوری دنیا کے لیے بلکہ ہر سونا استعمال کرنے والے ملک کو زر کی قدر میں ثبات حاصل ہوگا، اس لیے کہ اگر کسی ایک ملک کے طلا کے ذخیرے میں بھی کوئی خفیف سا اضافہ رونما ہو تو، بین الاقوامی تجارت کی موجیں اس کے بیشتر جزو کو بہالیجائینگی؛ اور اس خاص ملک میں، جو پہلے متاثر ہوگا، قیمتوں کے سریع اضافے کو روک دیں گی۔ لیکن فرض کرو کہ نصف دنیا دفعۃً سونے کا استعمال ترک کر دیتی ہے، اور کاغذی زر کو رواج دیتی ہے؛ اور یہ بھی مان لو کہ اس نصف کرۂ ارض میں جو سونا پہلے گردش کر رہا تھا وہ سب کا سب دوسرے نصف کرہ میں منتقل کر دیا جاتا ہے، جہاں وہ جمع ہو جاتا ہے اور باہر نہیں نکل سکتا۔ اس صورت میں وہ حالات جن پر ثبات پذیری کا دارومدار ہے سخت متاثر ہوں گے۔ ان ممالک میں جہاں سونے کا استعمال جاری ہے قیمتوں میں سریع اضافہ وقوع پذیر ہوگا۔

چنانچہ بعینہٖ یہی حالت ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء میں ظاہر ہوئی۔ دنیا کا نصف بلکہ زیادہ حصہ، یعنی سب متخاصم و برسرپیکار ملک کاغذی زر استعمال کرنے لگے۔ ان علاقوں کے اندر جو سونے کے سکے رائج تھے وہ غیر جانب دار ملکوں مثلاً ہالینڈ سویڈن، ناروے، اسپین، امریکا وغیرہ میں جانے لگے۔ یہ سچ ہے کہ ان ملکوں میں سونا جس عمل کے ذریعے سے داخل ہوا وہ اتنا سیدھا سادہ نہ تھا جتنا کہ بالعموم معاشی استدلال میں فرض کیا جاتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ برطانیۂ عظمیٰ، جرمنی اور فرانس سے سونا سب کا سب برآمد نہیں ہوا؛ اس کا بیشتر حصہ حکومتوں نے اپنی تحویل اور اپنے قبضے میں لے رکھا تھا۔ علاوہ ازیں بین الاقوامی تجارت کی رفتار وہ نہیں رہی تھی جس کا تجزیہ زمانۂ امن کے تجارتی حالات کے لیے علمائے معاشیات نے پیش کیا تھا۔ لیکن تجارت وصنعت کی یہ تبدیلیاں اس صورت حالات پر کوئی اثر نہیں ڈالتیں جس پر ہم اس وقت بحث کر رہے ہیں۔ سونا کثیر مقدار میں غیر جانب دار ملکوں کو بھیجدیا گیا، ان علاقوں میں آلۂ مبادلہ کے مجموعی ذخیرے میں اس کی بدولت کثیر اضافہ عمل میں آیا، اور اس کی وجہ سے عام قیمتوں میں اس قسم کا انقلاب رونما ہوا جو معیار طلا کے تحت بالکل غیر ممکن بلکہ توقعات کے حدود سے قطعاً باہر خیال کیا جارہا تھا۔

باب ۲۳ سرکاری زر کاغذی

ریاستہائے متحدہ نے اس کا اثر دوسرے متاثرہ ملکوں کے مقابلے میں کسی طرح کم محسوس نہیں کیا، اور خاص کر اس وجہ سے بھی یہ اثر یہاں زیادہ محسوس ہوا کہ ملک کے ذرائع نہایت وسیع تھے اور جنگ کے مدوجزر میں ان ذرائع کو بہت اہمیت حاصل تھی۔ ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۷ء میں جبکہ امریکا غیر جانب دار ملک کی حیثیت رکھتا تھا، متخاصم ملکوں سے ایک ارب طلائی ڈالر سے زیادہ رقم امریکا میں آئی۔ نتیجہ یہ کہ مروجہ سونے کا ذخیرہ پہلے کے مقابلے میں تقریباً دوچند ہوگیا۔ اس کے نتیجے کے طور پر قیمتوں میں جو اضافہ ہوا اس کے مؤید بڑی حد تک دوسرے اسباب و اثرات بھی تھے؛ ان میں خاص کر بنک کے نوٹوں کا اضافہ اور بنک کے اعتبار کی زیادتی بھی شامل ہے، جن پر آیندہ بابوں میں بحث کی جائے گی۔ لیکن اصلی واقعہ، جس کے بغیر قیمتوں میں اضافہ ہونا اور اس اضافے کا قائم رہنا ناممکن تھا، یہ تھا کہ سونے کی رسد میں کثیر اضافہ ہوگیا تھا نیز اس سے بھی اہم تر ایک بات یہ تھی کہ کوئی ایسا بڑا علاقہ باقی نہ رہا تھا جہاں فلز برآمد کیا جا سکتا اور کھپ سکتا۔

323

نتیجہ یہ کہ ۱۹۱۶ء تا ۱۹۱۹ء میں قیمتوں میں غیر معمولی اضافہ رونما ہوا۔[۱] ریاستہائے متحدہ میں اس کا پیمانہ خانہ جنگی کے زمانے کے اضافے کے پیمانے سے کچھ کم نہ تھا اور تقریباً اسی قلیل مدت کے اندر رونما ہوا تھا۔ اجرائے زر کی افراط، جہاں تک کہ اس کے مادی اثرات کا تعلق ہے وہاں تک، جتنی ابتدائی دور میں ہوئی اتنی ہی اس دور کے اواخر میں ہوئی۔ یہی نتائج غیر جانب دار ملکوں میں، جہاں سونے کا استعمال جاری تھا، اور جاپان میں بھی نمودار ہوئے، جسے ریاستہائے متحدہ کی طرح یہ امتیاز (لیکن بے حقیقت امتیاز) حاصل تھا کہ وہاں معیار طلا مروج تھا۔ سارا عالم، یعنی: متخاصم اور غیر جانب دار، فلز استعمال کرنے والے اور کاغذی بنیاد رکھنے والے سب ممالک، انقلاب کے ایک ایسے عارضی گرداب میں مبتلا ہوگئے جو بلحاظ وسعت و پیمانہ تاریخ میں اپنی آپ نظیر نہیں رکھتا۔ ہر قسم کے مضر نتائج، جو اگرچہ نامعلوم نہ تھے لیکن بلحاظ وسعت عدیم المثال تھے، رونما ہوئے۔ دین دار اور

---

[۱] دیکھو باب ۲۲ فصل (۱)۔

باب ۱۲
سرکاری
زر کاغذی

لین دار کے تعلقات کا شیرازہ بالکل بکھر گیا۔ گو بعض ملکوں میں، اور خاص کر برطانیہ اور امریکا میں، مفرط اجرائے زر کے ہر سابق موقعے کے مقابلے میں اس مرتبہ قیمتوں کے بالمقابل اجرت کی شرحوں میں بہت سریع اضافہ ہوا؛ لیکن اجرت کی شرحیں اتنی تیزی کے ساتھ نہیں بڑھیں جتنی تیزی کے ساتھ کہ قیمتیں بڑھی تھیں؛ چنانچہ کاروباری اشخاص نے خوب منافع حاصل کئے، اور بعض اوقات وہم و خیال سے زیادہ دولت سمیٹی۔ وہ اشخاص جن کی آمدنیاں رسم و رواج یا قانونی بندشوں کی وجہ سے مقررہ تھیں، مثلاً: محرر، دستی مزدور جو مفرط اجرائے زر کی موجوں کی رسائی سے دور ہوتے ہیں، مستقل تنخواہ یاب اہلکار، معلم اور دوسرے سرکاری عہدہ داران کو سخت مشکلات و نقصانات برداشت کرنے پڑے۔ اسی کے ساتھ ساتھ فضول خرچی کو مذموم قرار دیا گیا اور اخراجات کی زیادتی کی شکایتیں پیدا ہوگئیں؛ جو قدرتی نتیجہ تھا اس واقعے کا کہ زر کی آمدنیاں بعض صورتوں میں قیمتوں کے تناسب کے مقابلے میں بہت زیادہ بڑھ گئی تھیں اور بعض صورتوں میں کم۔ ریاستہائے متحدہ میں قیمتوں کا بے قاعدگی کے ساتھ بڑھنا بیان ہوچکا ہے؛ اجرت اور دوسری آمدنیوں بہ شکل زر میں یہ بے قاعدگی کم از کم اتنی ہی زیادہ تھی۔ باوجود اس واقعے کے کہ معیار طلایہ (جو ایک ایسا آلہ فرض کیا جاتا ہے جس کی ایک قطعی خوبی ثبات پذیری ہے) کوئی مضر اثر نہیں پڑا اور وہ کمزور نہیں ہوا، قیمتوں اور آمدنیوں کی عام سطح اور انفرادی آمدنیوں اور قیمتوں کے باہمی تعلقات میں قطعاً ثبات پذیری باقی نہ رہی۔ پس جب یہ حالت ان ملکوں کی تھی جو معیار طلایہ قائم تھے تو قیاس کرلیا جاسکتا ہے کہ کاغذی زر استعمال کرنے والے ملکوں کا کیا حشر ہوا ہوگا، اور کتنی نازک صورت رونما ہوئی ہوگی! معاملات زر کی ایسی افراتفری، پیچیدگی اور بدنظمی کی نظیر تاریخ عالم میں مفقود ہے۔

324

325

باب بست و چہارم

بنک کاری اور آلۂ مبادلہ

(۱) بنکوں کے دو کام: بحوالۂ شغل اصل و آلۂ مبادلہ۔ شغل اصل کا کاروبار (۲) بنک کے نوٹ عند الطلب قابل ادائی ہوتے ہیں۔ وہ جتنے زیادہ محفوظ ہوں گے اتنا ہی کم ادائی کی غرض سے ان کے پیش کئے جانے کا قرینہ ہوتا ہے؛ وہ فلز کو رواج سے ہٹا دیتے ہیں؛ چھوٹی رقموں کے نوٹوں کے اجرا کی ممانعت کا اثر۔ (۳) بنکوں کے پاس نقد زر جمع کرنے سے امانتیں قائم ہوتی ہیں؛ لیکن امانتیں تخلیق بھی کی جا سکتی ہیں۔ امانتیں تخلیق کرنے اور برقرار رکھنے کا طریقہ قرضوں کے سلسلے میں۔ چک عملاً امانت ہے۔ (۴) چکوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کرنے کا طریق خاص کر حساب گھروں کے توسط سے۔ حساب گھروں کی عظیم الشان ترقی۔ (۵) امانت بطور زر ادوان۔ (۶) بنک کاری بذریعہ تخلیق امانت کے اثرات زر کی گردش پر؛ اور بنک کے نوٹوں پر۔

۱۔ بنک وہ فعل انجام دیتے ہیں، جو اگرچہ مساوی طور سے اہم ہیں، پھر بھی ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ پس انداز کردہ رقوم کو جمع کرنے اور اصل کو مشغول کرنے والے عامل کا کام انجام دیتے ہیں؛ اور دوسرے یہ کہ وہ آلۂ مبادلہ کے ایک جزو کی تخلیق کرتے ہیں۔ یہ دونوں فعل بالعموم ایک ہی ادارے کے ہاتھ سے سرانجام پاتے ہیں، لیکن بسا اوقات یہ مختلف کام جداگانہ بنک بھی کرتے ہیں۔ سیونگ بنک کا کام محض اصل کو

صداقت نامے ہوتے ہیں اور ان کو جاری کرنے والے بعض دوسرے ہی اشخاص ہوتے ہیں۔ اس صورت میں بنک محض ایسی کڑی کی حیثیت رکھتا ہے جو رقم پس انداز کرنے والوں اور اصل سازوں کو باہم دیگر ملاتی ہے۔ زائد اور پس انداز کردہ رقوم کو جمع کرنے اور اصل کو مشغول کرنے کا کام سرکاری سیونگ بنکوں کی جانب سے بھی انجام دیا جاتا ہے؛ صرف فرق یہ ہے کہ ان بنکوں میں جو رقمیں جمع کی جاتی ہیں ان سے سرکاری تمسکات خریدنے کا کام لیا جاتا ہے اور قوم کے حقیقی اصل (یعنی اس کے آلۂ پیدائش) میں اضافہ کرنے میں ان کا جو اثر پڑتا ہے وہ بہت زیادہ مشتبہ ہوتا ہے[1]۔

بنک کا کاروبار کرنے والے اکثر ادارے سرکاری اور خانگی دونوں کلیتہً اور زیادہ تر اسی قسم کا کاروبار انجام دیتے ہیں۔ ساہوکار اور دلال جو تمام تر مشغل اصل کے تمسکات کا کاروبار کرتے ہیں متمول طبقے کے لیے درمیانی اشخاص کا کام اسی طرح انجام دیتے ہیں جس طرح کہ سیونگ بنک کم استطاعت اشخاص کے لیے انجام دیتے ہیں۔ براعظم یورپ کے وہ بنک، جنھیں رہن بنک کہتے ہیں اور جو سرکاری یا نیم سرکاری حیثیت سے قائم ہیں، یہی فعل انجام دیتے ہیں۔ جرمنی، فرانس اور آسٹریا کے اکثر مشترک سرمائے والے بڑے بنک مشغل اصل کا کاروبار وسیع پیمانے پر کرتے ہیں۔ وہ چھوٹی یا بڑی رقموں کو بطور امانت قبول کر لیتے ہیں، اور یا تو مشغل اصل کرنے والے کے ہاتھ براہ راست تمسکات فروخت کرتے ہیں یا سیونگ بنک کی طرح اس کو ایک مقررہ شرح سے سود ادا کرنے کا ذمہ لیتے ہیں۔ انگلستان، امریکا نیز براعظم یورپ کے بڑے بڑے تاریخی خانگی ساہوکارے مثلاً بیرنگس، مارگنس اور روتھس چائلڈس اور ان کے بے شمار رقیب اور رفیق زیادہ تر مشغل اصل کا کاروبار انجام دیتے ہیں، اور نئے کاروبار کی اعانت کرتے اور اس کو فروغ دیتے ہیں۔ وہ بالعموم خود اپنے ذاتی ذرائع سے زیادہ تر اس قسم کے نئے کاروبار کے ابتدائی مرحلوں میں قرضے دیتے ہیں۔

[1] دیکھو باب ۔۳۴ فصل (۲)۔

باب ۲۴
بنک کاری اور آلۂ مبادلہ

مصروف و مشغول رکھتا ہے؛ چنانچہ براعظم یورپ کے اکثر بنک اسی ایک کام میں مصروف ہیں۔ خالص تجارتی بنک، یعنی وہ جس کا مقصد مستقل طور سے آلۂ مبادلہ کی سربراہی کرنا ہوتا ہے، شغل اصل کے کاروبار سے کوئی سروکار نہیں رکھتا۔ لیکن اس قسم کا بنک خصوصاً ان ممالک میں جہاں انگریزی بولی جاتی ہے ذریعۂ مبادلہ کے ایک نہایت اہم جزو کو فراہم کرتا ہے۔ موجودہ اور آئندہ بابوں میں ہم زیادہ تر بنک کے کاروبار کے اس شعبے پر بحث کریں گے جو زر کے لین دین سے متعلق ہے۔

ابتدائی معاملات کو سلجھانے کے لیے ان بنکوں کی بھی تھوڑی بہت تشریح کردی جائے گی جن کے ذریعے سے محض شاغل اصل کا کام انجام پاتا ہے۔ سیونگ بنک لوگوں کی پس انداز کردہ رقوم کو جمع کرتا یعنی وہ اپنے پاس زر امانت رکھتا ہے اور عند الطلب ادائی کا وعدہ کرتا ہے۔ یہ وعدہ بالعموم چند شرائط کے تابع ہوتا ہے۔ مثلاً یہ کہ بنک اپنے لیے اس مطالبے کا حق محفوظ رکھتا ہے کہ دس دن یا کسی اور مدت قبل زر واپس لینے کی اس کو اطلاع کی جائے۔ یہ توقع نہیں کی جاتی کہ جمع کرنے والے کی خواہش دراصل اپنی امانت کو فوراً واپس لے لینے کی ہے۔ جمع کنندہ بالعموم اپنی امانت مدت دراز تک بنک میں رکھ چھوڑتا ہے، اور اس پر سود حاصل کرنے کی توقع رکھتا ہے۔ یہ کاروبار اس عمل کی مخصوص صورت ہے جس کے ذریعے سے زر کی پس اندازی اصل کی تخلیق کا سبب بنتی ہے۔ زر عام طور سے ایسے اشخاص کو بطور قرض دیا جاتا ہے جو اصل کو موثر طریقے سے مصروف کرنا چاہتے ہیں، مثلاً: کارخانوں، گوداموں اور مکانوں کی تعمیر میں لگانا چاہتے ہیں۔ اس طرح زر دوبارہ گردش میں آتا ہے اور ذریعۂ مبادلہ کا کام انجام دینے میں اپنی گردش کا اعادہ کرتا ہے۔ لیکن اس اثنا میں وہ ایسے آلے کا کام انجام دیتا رہا ہے جس کے ذریعے سے چند اشخاص قوت خرید پر قدرت حاصل کرکے قوم کے مادی و حقیقی اصل میں اضافہ کرنے کے قابل ہوئے۔ سیونگ بنک اس کو بالعموم تمسکات کے خریدنے میں بہت زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ یہ تمسکات رقم کی ادائی کے وعدے یا ملکیت کے

326

باب ۲۴ بنک کاری اور آلۂ مبادلہ

جب ایک مناسب مدت کے بعد کاروبار جم جاتا اور نفع حاصل ہونے لگتا ہے تو وہ ان کاروبار کو فروخت کر دیتے ہیں یا اکثر ان تمسکات کو جو ان کاروبار پر مبنی ہوتے ہیں رقم پس انداز کرنے والے اور شغل اصل کرنے والے اشخاص کے ہاتھ فروخت کرڈالتے ہیں۔ اس قسم کا ہر ساہوکارہ اپنے گاہکوں اور احباب کا ایک مخصوص دائرہ رکھتا ہے، جو اس کے فیصلے پر کامل اعتماد رکھتے، اس کا احترام کرتے اور اس کے مشورے پر عمل کرتے ہیں۔

لیکن خاص زر کے مسائل سے ان کاروبار کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ البتہ تجارتی بنکوں کے کاروبار زیادہ تر زر کے معاملات سے متعلق ہوتے ہیں۔ یہ بنک مشاغل اصل کا مستقل طور سے انتظام نہیں کرتے بلکہ عملی کاروباری طبقے کو قلیل مدت کے لیے قرضے دیتے ہیں۔ یہ بنک لوگوں کی امانت جو اپنے پاس رکھتے ہیں وہ زیادہ تر جمع کنندے کے لیے تحفظ رقم میں سہولت پیدا کرنے کی غرض سے، اور پھر عندالمطالبہ پوری امانتی رقم کو واپس کرنے کی ذمہ داری بھی لیتے ہیں۔ علاوہ ازیں اکثر صورتوں میں یہ بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کے بنک نوٹ جاری کرتے ہیں۔ ان کے نوٹوں اور امانتوں کے استعمال کرنے سے ذریعۂ مبادلہ پر بہت بڑی حد تک اثر پڑتا ہے۔

اس بحث میں توضیح کا وہی طریقہ اختیار کیا جائے گا جس سے گزشتہ بابوں میں کام لیا گیا۔ اولاً سیدھی سادی مثالوں پر جن سے اساسی اصول پر روشنی پڑتی ہے غور کیا جائے گا، خواہ اس کی وجہ سے بظاہر حقیقی حالات سے دور رکیوں نہ ہو جانا پڑے۔ بعدۂ مختلف پیچیدگیوں، مستثنیات اور شرائط کی یکے بعد دیگرے تشریح و توجیہ کی جائے گی۔

۲۔ سادہ تریں کاروبار نوٹوں کا اجرا ہے۔ بنک کا نوٹ حامل یا قابض کو مندرجہ رقم عندالمطالبہ ادا کرنے کا وعدہ ہے۔ از روئے قانون اس کی حیثیت مثل کسی دوسرے تحریری وعدے کے ہے جس کی ادائی عندالطلب واجب ہوتی ہے۔ اس کا حق ملکیت، اس کے ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے کے ساتھ ہی پوری طرح منتقل ہو جاتا ہے؛ اور ہر حامل کو جو

یکے بعد دیگرے اس پر قابض ہو، بنک کے اوپر حق حاصل ہو جاتا ہے۔ اگر نوٹ جاری کرنے والا ادارہ خاص شہرت رکھتا ہو تو نوٹ غیر معین مدت تک دست بدست گشت کرتا پھرے گا، اور زر کے اساسی کام انجام دے گا۔ اگر اجراکنندہ ادارہ مشہور نہ بھی ہو تو نوٹ ایک مدت دراز تک گردش میں رہیگا بشرطیکہ عوام اس قسم کے کاغذی بدل کو استعمال کرنے کے خوگر ہو جائیں اور اجراکنندہ بنک پر بدگمانی کرنے کی کوئی خاص وجہ موجود نہ ہو۔ زر کا چلن بہت بڑی حد تک رسم و رواج کا معاملہ ہے؛ ایک شخص ادائی میں جو کچھ دیتا ہے اگر دوسرا اسے قبول کر لیتا ہے تو وہ شے فوراً دست بدست گردش کرنے لگتی ہے۔ تجربے سے یہ بات بخوبی ثابت ہو گئی ہے کہ نہ صرف ذمہ دار اداروں کے جاری کردہ نوٹ بلکہ دوسرے اشخاص کے جاری کردہ نوٹ بھی جو بظاہر ذمہ داری اپنے سر لیتے ہیں بہت حیرت انگیز سہولت کے ساتھ لوگوں کے ہاتھوں میں گردش کرنے لگتے ہیں۔

بایں ہمہ بنک ہر نوٹ کی ادائی کا قانوناً پورا پورا ذمہ دار ہوتا ہے خواہ کوئی نوٹ کسی وقت پیش ہو اس کے لیے لازمی ہے کہ اس کو اس زر میں جو عام طور سے قرضوں اور مطالبات کی ادائی کے لیے زر قانونی ہو تبدیل کر دے۔ یہ ضروری ہے کہ بنک کے پاس ہر وقت سونے کی کچھ مقدار موجود ہو جس کے ذریعے سے وہ ادائی کر سکے۔ اگر وہ فلزی زر کی ٹھیک اتنی ہی مقدار ہر وقت تیار رکھے جو جاری کردہ نوٹوں کی قیمت کے معادل ہے تو اس کو نوٹ جاری کرنے سے بظاہر کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔ اس کو نوٹ چھاپنے اور بنک کے دفتر کے اخراجات کو پورا کرنے کے لیے کوئی معاوضہ نہیں ملے گا۔ لیکن اگر وہ جاری کردہ نوٹوں کی قیمت کے مقابلے میں کم سونا رکھے تو البتہ نفع کی گنجائش نکل سکتی ہے۔ نقد بدست کی قیمت سے زائد جو نوٹ جاری کئے جاتے ہیں انھیں بالعموم "بے کفالت" یا "بے فلز کا" اجرا کہا جاتا ہے۔ اب اس "بے کفالت" اجرا کی مقدار جتنی زیادہ ہو گی نفع حاصل کرنے کا اتنا ہی زیادہ موقع حاصل ہو گا۔ ہر وہ بنک جس پر قانونی بندشیں عائد نہیں کی جاتیں اور جو اپنے عمل میں آزاد ہوتا ہے وہ حتی الامکان فلزی زر کی کم مقدار

رکھتا ہے اور "بے کفالت" کاغذ کا حتی الوسع کثیر مقدار میں اجرا کرتا ہے۔

بنک کے نوٹ کی بنیاد جس قدر مستحکم ہوگی، یعنی عندالطلب نوٹوں کی فلز میں ادائی جس قدر یقینی ہوگی اسی قدر نوٹوں کے پیش کئے جانے اور فلز کا مطالبہ کرنے کا امکان کم ہوگا۔ اس طرح وہ، ممکن ہے کہ، ایک مدت دراز تک بطور زر مروج رہیں۔ اس صورت میں ان کے مسلسل بطور زر رائج رہنے کا امکان ہے۔ دراصل یہ حالت بنک کے نوٹوں کے بارے میں جدید ترین قوانین کے نفاذ کے بعد پیدا ہوئی ہے۔ ان کو جاری کرنے والے (جیسا کہ متعاقب تفصیلی بحث کی جائیگی) بالعموم بڑے بڑے سرکاری بنک ہوتے ہیں یا خانگی بنک جن کے لیے باقاعدہ ادائی کا انتظام لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ کہ حامل کو نوٹ پیش کرنے اور نقد کا مطالبہ کرنے کی تحریک و ترغیب ہی نہیں ہوتی، اور بنک پر نوٹوں کا مبادلہ کرنے کے لیے ذخیرہ موجود رکھنے کے بارے میں اس کا کوئی موثر دباؤ نہیں پڑتا۔ اس کا ایک اور نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ مزید آئین و قوانین وضع کرنے کی یا ایسے رسم و رواج کی، جو قوانین کو پرزور بنانے میں مساوی قوت رکھتے ہیں، ضرورت پڑتی ہے، تاکہ نوٹوں کے مبادلے کی غرض سے فلزی زر کی ایک معقول مقدار ہر وقت تیار رکھی جائے۔

اس طرح بنک کے نوٹ بڑی حد تک غیر بدل پذیر زر کاغذی کی طرح فلزی زر کے جانشین بن جاتے ہیں۔ ایک ایسی انتہائی صورت کا بھی تصور کیا جا سکتا ہے جس میں کہ نوٹ فلزی زر کو کلیتہً رواج سے ہٹا دیتے ہیں۔ مگر یہ انتہائی صورت اس وقت تک کبھی نہیں پیدا ہو سکتی جب تک کہ بنک عندالمطالبہ نقد زر کی ادائی کے پابند رکھے جائیں۔ کچھ نہ کچھ مقدار فلزی زر کی ہمیشہ رکھنا لابد ہے۔ لیکن جہاں بنکوں پر کوئی بندش نہیں ہوتی اور وہ نوٹ جاری کرنے میں آزاد ہوتے ہیں وہاں اس انتہائی صورت کے قریب قریب حالت پیدا ہو سکتی ہے۔ چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں سنہ ۱۸۶۰ء سے قبل یہی ہوا؛ اس زمانے میں یہاں متعدد ریاستوں نے بنکوں کی ایک کثیر تعداد کو نوٹ جاری کرنے کا حق دیدیا اور بنکوں نے اجرا شروع کردیا؛ اور ہر بنک کی غرض

یہی تھی کہ حتی الامکان زیادہ سے زیادہ آزادی کے ساتھ نوٹ جاری کرے۔ روزمرہ کا زر رواں ان ہی نوٹوں پر مشتمل تھا' اور فلزی زر کی بہت ہی قلیل مقدار بنکوں کے خزانوں میں رکھی گئی تھی۔ ملک کے بعض حصوں میں مثلاً الی نائے[1] اور وس کان سن میں از روئے قانون اور رسم و رواج نوٹوں کا مبادلہ فلزی زر سے لازمی نہ تھا' چنانچہ عملاً یہ نوٹ تقریباً غیر بدل پذیر زر کاغذی ہو گئے۔ نیو انگلینڈ' نیویارک اور شرقی ساحل کے علاقوں میں اور انڈیانا اور اوہیو میں نوٹ فی الحقیقت فلزی زر سے بدل پذیر تھے؛ پھر بھی ان کی فلزی بنیاد بنک کے جملہ مطالبات واجب الادا کے مقابلے میں بہت قلیل اور کمزور تھی۔

بنک کے نوٹ خواہ کتنی ہی آزادی کے ساتھ جاری کئے جائیں پھر بھی اس کا انتظام کیا جا سکتا ہے کہ وہ فلز کو رواج سے کلیتہً نہ ہٹا سکیں۔ اس کا سیدھا اور موثر طریقہ یہ ہے کہ کم رقم کے نوٹ جاری کرنے کی ممانعت کر دی جائے۔ چنانچہ ایک مدت دراز تک یورپ کی ریاستوں میں عام طور سے یہی عمل ہوتا رہا۔ بنک آف انگلینڈ پانچ پونڈ سے کم رقم کے نوٹ جاری نہیں کر سکتا تھا؛ بنک آف فرانس ۵۰ فرانک سے کم اور جرمنی کے بنک ۲۰ مارک سے کم کے نوٹ جاری کرنے پر مقتدر نہ تھے۔ فرانس اور جرمنی کے کم رقم کے نوٹ حقیقت میں بہت احتیاط کے ساتھ قلیل مقدار میں جاری کئے جاتے تھے؛ اور اس طرز عمل کا مقصد واحد یہ تھا کہ فلز خارج از رواج نہ ہونے پائے۔ جس جگہ اس طرح عمل ہوگا اور جہاں کم رقم کا زر کاغذی کسی شکل میں رائج نہ ہوگا وہاں فلزی زر کی معقول مقدار کا گردش میں رہنا یقینی امر ہو جاتا ہے۔ اگر بنک بڑی رقموں کے نوٹ کثیر مقدار میں جاری کریں اور یہ نوٹ فلزی زر کو رواج سے ہٹا دیں تو لوگوں کو چھوٹے چھوٹے معاملات کے لیے کم رقم کے زر کی کمی محسوس ہوگی؛ چنانچہ وہ بنک میں بڑی رقم کے نوٹ پیش کر کے خردے کا مطالبہ کرینگے؛ اس طرز عمل کا باعث لازمی طور سے کسی بے اطمینانی کا احساس یا خواہ مخواہ نوٹ بدلوانے کی خواہش نہیں ہوتا' بلکہ صرف بڑے نوٹوں کا خردہ حاصل

[1] یا الی نائے Illinois

کرنے کی سہولت پیش نظر ہوتی ہے۔ اگر بنکوں کو چھوٹے نوٹ جاری کرنے کی اجازت مل جائے تو یہ طلب فلز کی موجودگی کے بغیر بھی یقیناً پوری ہو جائے گی؛ اور ایسی صورت میں ممکن ہے کہ بنک کے نوٹ تقریباً کلیتہً فلزی زر کو رواج سے ہٹادیں! چنانچہ ریاستہائے متحدہ میں خانہ جنگی سے پہلے جو زمانہ گزرا اس میں عام طور سے یہی صورت حال پیدا ہوئی، تقریباً سب ریاستوں نے چھوٹے نوٹ جاری کرنے کی اجازت دے دی تھی، اور روزمرہ کے لین دین میں تقریباً کل زر رواں نوٹوں ہی پر مشتمل تھا۔ بعد کے سالوں میں قومی بنکوں کی جانب سے چھوٹے نوٹوں کے اجرا پر چند بندشیں اور پابندیاں عائد کر دی گئیں[۱]۔ لیکن اگر خود حکومت چھوٹی رقم کے نوٹ جاری کرتی رہے تو اس قسم کی تحدید سے خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلتا، مثلاً: امریکا کی حکومت خود اپنے بدل پذیر نوٹ (گرین بیکس[۲])، زائد قیمت کے نقری ڈالر اور صداقت نامے جاری کرتی ہے۔ اس قسم کے آئین و قوانین وضع کرنے سے صرف اس وقت معقول نفع حاصل ہوتا ہے جب کہ اس کے نتیجہ کے طور پر پوری قدر و قیمت کے فلزی زر یعنی سونے کے سکے کثیر مقدار میں گردش میں آجائیں۔

۳۔ موجودہ زمانے میں خاص کر انگریزی بولنے والے ملکوں میں صرف نوٹ ہی رائج نہیں ہیں۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کے سے ملک میں امانتیں نوٹوں کے علاوہ اور ان سے کہیں زیادہ موثر ہوتی ہیں۔ گو نوٹوں اور امانتوں کے درمیان اہم فرق ہوتا ہے، جیسا کہ ابھی تشریح کی جائے گی، لیکن ایک اساسی مماثلت بھی پائی جاتی ہے جو ایک مدت دراز سے محتاط مبصروں کے پیش نظر رہی ہے؛ پھر بھی بنک کے کاروبار کی بحث پیش کرنے والے اکثر مصنفین نے اسے

---

[۱] ۔ ۱۸۷۹ء میں فلزی ادائی کے طریق کے از سر نو جاری ہونے تک قومی بنکوں کو اجازت تھی کہ ۵ ڈالر سے کم رقموں کے نوٹ کل نوٹوں کے ۱/۳ تک رکھیں۔ ان کی تحدید کا اس وقت تک کوئی موقع نہ تھا جب تک کہ فلز گردش نہیں کر رہا تھا۔

[۲] ۔ Greenbacks

بہت کم سمجھا ہے، بلکہ نوٹوں اور امانتوں کا روزمرہ کاروبار کرنے والے ساہوکاروں نے بھی خود بالعموم اس کو بہت کم سمجھا ہے۔

"امانت" کے متعلق اکثر اشخاص کا یہ خیال ہے کہ وہ نقد زر ہے جو بنک میں جمع کیا جاتا ہے۔ فی الحقیقت لفظ "امانت" اسی مفہوم کو ظاہر کرتا ہے، اور ابتداءً ایسا ہی ہوتا تھا۔ تاریخی لحاظ سے امانتوں کا آغاز اس وقت ہوا جبکہ لوگ اپنا زر نقد معتبر اشخاص کے پاس حفاظت کی غرض سے رکھنے لگے۔ چنانچہ نشاۃ ثانیہ کے ابتدائی دور میں وینس اور فلورنس کے ساہوکار یہی کرتے تھے؛ علیٰ ہذا سترھویں صدی کے نصف ثانی کے دوران میں لندن کے زرگر بھی اسی کام کو انجام دیتے تھے۔ جہاں زرگر نے زر امانت کو ہاتھ لگائے اور دوسروں کو قرض دیئے بغیر رکھا وہاں اس کو بظاہر کوئی نفع نہیں ہوتا تھا؛ بلکہ وہ سونا یا چاندی کی حفاظت کی خدمت، انجام دینے کے صلے میں جمع کنندے سے اپنا محنتانہ طلب کر لیتا تھا۔ اس کے بعد حالات اس نوبت پہ پہنچے کہ جمع کنندے کو کسی کے مطالبے کی ادائی کرنے کی صورت میں اس میں سہولت معلوم ہونے لگی کہ وہ اپنے لین دار یا مرسل الیہ کو بنک کے نام کا حکمنامہ حوالے کر دے یا بنک کی رسید اس کو بھیج دے۔ اب اس تیسرے شخص کے لیے بھی یہ ایک مساوی طور سے قدرتی عمل تھا کہ اگر اس کو زر کی فوری ضرورت نہ ہو تو، اس زر کو بنک ہی کے پاس رکھ چھوڑے اور اپنے دین دار کی بجائے اپنا نام ساہوکار کے رجسٹر میں تحریر کرا دے یا اسی ساہوکار سے دوسری رسید رقم کی بابتہ بطور جمع کنندے کے حاصل کر لے۔ اگر متعدد اشخاص ساہوکار کی دیانت اور مالی استواری پر اعتماد کر کے ایسا ہی کرنے لگیں تو، ساہوکار اس رقم امانت سے خود کاروبار کر سکتا یا دوسروں کو بطور قرض دے سکتا ہے۔ قدیم زمانے میں وہ اشخاص جن کے تفویض امانتیں کی جاتی تھیں خود عملی کاروبار میں سرگرم حصہ لیتے تھے، اور ان رقوم کو اپنے روزمرہ کے لین دین میں استعمال کرتے تھے۔ بعد میں چل کر انھوں نے رقوم کو قلیل مدت کے لیے اور عمدہ ضمانتوں پہ بطور قرض دینے کا طریقہ اختیار کیا۔ جب انھوں نے باقاعدہ لین داروں کی صورت اختیار کی اس وقت کہیں وہ جدید

331

مفہوم کے لحاظ سے ساہوکار یا بنک ہو گئے۔ اس صورت میں فلزی زر صرف اتنی مقدار میں اپنے پاس رکھا جاتا تھا جو حقیقت میں اس کا مطالبہ کرنے والے اشخاص کی طلب کو پورا کرنے کے لیے ضروری سمجھی جاتی تھی۔ اس طرح امانتیں آمدنی اور نفع کمانے کا ایک ذریعہ بن گئیں۔

اس طرح رقمیں امانت رکھوانے کا طریق موجودہ زمانے کے بنک کے کاروبار میں بہت اہم حصہ رکھتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ اور انگلستان میں اکثر اشخاص محض سہولت اور حفاظت کے خیال سے بنک میں رقمیں جمع کراتے ہیں اس لیے کہ وہ بڑی رقوم کے اپنے پاس رکھنے کا انتظام اور ان کی حفاظت پوری طرح نہیں کر سکتے۔ یہ حالت تنخواہ یاب ملازمین اور آرام طلب متمول طبقے کی ہوتی ہے جو کثیر رقم کے مالک ہوتے ہیں۔ جب کبھی ان کے ہاتھ میں زر یا زر حاصل کرنے کا حق آتا ہے وہ فوراً بنک چلے جاتے اور اس کو محفوظ کرا دیتے ہیں؛ چنانچہ وہ اپنے نام کے مطالبات کی ادائی اکثر صورتوں میں بنکوں کے نام چک لکھ کر کرتے ہیں، اور اپنے ذاتی چھوٹے موٹے اخراجات کے لیے نقد رقم بنک سے نکال لیا کرتے ہیں۔ مگر عادۃً وہ اپنی جمع کردہ رقم کے بیشتر حصے کو بنک میں بطور امانت رکھوا دیتے ہیں۔ بنک تجربے کی بنا پر یہ جانتا ہے کہ کسی وقت واحد میں اس رقم کا صرف ایک جز ہی طلب کیا جائے گا۔ چنانچہ جمع کردہ امانت کے بڑے حصے کو وہ پھر نفع کے ساتھ بطور قرض دے سکتا ہے۔

لیکن ریاستہائے متحدہ یا انگلستان جیسے ملکوں کے تجارتی بنکوں میں امانتوں کا بیشتر حصہ اس طور پر قائم نہیں ہوتا؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ امانتیں زیادہ تر انھی بنکوں کی "تخلیق" یا "ایجاد" ہوتی ہیں۔

یہ معلوم کرنا آسان ہے کہ "نوٹ" کس طرح "تخلیق" کئے جاتے ہیں۔ بنک کا اصلی کام قرض دینا ہے، اور وہ بھی اپنے اعتبار کو نہ کہ اپنے زر یا اپنے اصل کو۔ چنانچہ جب وہ نوٹ جاری کرتا ہے تو یہی کرتا ہے، لیکن عام طور پر کہا جاتا ہے کہ وہ نوٹوں کا اجرا کر رہا ہے؛ حالانکہ حقیقۃً وہ ان کو بطور قرض دیتا ہے۔ وہ دین دار یا قرض لینے والے کو ایسا آلہ حوالے کرتا ہے جسے وہ

اشیا کی خریداری میں استعمال کر سکتا ہے؛ اور یہ آلہ اس وجہ سے گردش کرتا ہے کہ بنک کا اعتبار اچھا ہے۔ دوسرے الفاظ میں بنک نے جو چیز قرض دی وہ اپنا اعتبار ہے جو نوٹ کی شکل میں زر کی طرح اور اسی عمدگی کے ساتھ زر کے فعل انجام دیتا ہے۔

بعینہٖ یہی عمل اس وقت کیا جاتا ہے جبکہ بنک امانت کی شکل میں قرضہ دیتا ہے۔ اس کی سب سے عام اور سچی مثال کاغذی وعدے پر بٹہ کاٹنے کا کاروبار ہے۔ قرض لینے والا شخص بنک میں اپنا تحریر کردہ کاغذی وعدہ (پرامیسری نوٹ) غالباً محض اپنے دستخط سے یا بعض صورتوں میں دوسروں کی ضمانت کے ساتھ پیش کرتا ہے۔ اس کاغذی وعدے پر جتنی رقم درج ہوتی ہے اتنی رقم کی حد تک "بنک" اپنے پاس اس کی "امانت" قائم کرتا ہے اور اس میں سے صرف مقررہ شرح سود منہا کر لیتا ہے[1]۔ قرض لینے والے کو بنک کے نام اب چیک لکھ کر رقم حاصل کرنے کا اسی طرح حق حاصل ہو جاتا ہے جس طرح کہ حقیقت میں بنک میں رقم جمع کرنے کی صورت میں ہوتا ہے۔ اب اس حق کو وہ یا تو اس طرح استعمال کر سکتا ہے کہ بنک سے فوراً براہ راست رقم مستعار حاصل کر لے یا (جیسا کہ زیادہ اغلب ہے) چیک کی وساطت سے وصول کرے جس میں بنک کو ہدایت کی جاتی ہے کہ رقم دوسروں کو ادا کی جائے۔ اس طرح بحیثیت جمع کنندے کے بنک کے ساتھ تعلق قائم ہونا معمولی تجارتی قرض کا سب سے پہلا قدم ہے۔

[1] بنک کے بٹے کی صورت میں سود کا حساب بالعموم نوٹ کی مرقومہ قیمت کے لحاظ سے کیا جاتا ہے نہ کہ قرضہ کی مقدار کے لحاظ سے۔ مثلاً اگر ۱۰۰۰ ڈالر کے ایک نوٹ پر ۳ ماہ کے لیے ۶ فی صد شرح سے بٹہ کٹے تو سود (سہ ماہی کے لیے ۱½ فی صد شرح سے) ایک ہزار ڈالر پر لگایا جائے گا اور قرض لینے والے کے نام سے ۹۸۵ ڈالر بطور "امانت" رکھے جائیں گے۔ جس وقت بٹہ ۶ فی صد کی شرح سے اس طریقے پر لیا جاتا ہے تو قرض دار کو اپنے لیے ہوئے قرضہ کی رقم یا اس کے نام سے امانت کی ہوئی رقم پر کسی قدر زیادہ شرح سود ادا کرنی پڑتی ہے۔

لیکن یہ ظاہر ہے کہ اگر جمع کنندہ اپنا حق ایک ہی دفعہ استعمال کر بیٹھے تو اس اولین قدم سے کوئی خاص نتائج رونما نہ ہوں گے۔ اگر وہ قرض کی کل رقم فوراً ہی ایک ساتھ بنک سے لے لے تو نتیجہ ایسا ہی ہوگا، گویا بغیر یہ قدم اٹھائے ہوئے وہ نقد رقم ہر وقت اپنے پاس رکھتا۔ اور بظاہر ایسا معلوم ہو سکتا ہے کہ اس کے ایسا ہی کرنے کا امکان ہے؛ اس لیے کہ وہ اسی غرض سے قرضہ حاصل کرتا ہے کہ محصلہ زر کو تجارت یا کاروبار میں صرف کرے۔ لیکن جو جمع کنندہ ایسا طرزِ عمل اختیار کرے اور جس کا بنک سے کوئی دوسرا تعلق نہ ہو وہ بنک کے نزدیک غیر منفعت بخش گاہک ثابت ہوگا، اور ایسے گاہک کو بنک آیندہ مزید قرضہ دینے میں پس و پیش کرے گا۔ سب بنک اور خاص کر امانت کے تجارتی بنک زیادہ تر کاروبار اپنے گاہکوں کے ایک مخصوص حلقہ میں کرتے ہیں۔ ان گاہکوں کی حیثیت، قرض لینے والوں اور جمع کرنے والوں کی بھی ہوتی ہے اور دین داروں اور لین داروں کی بھی۔ وہ بنک میں اپنا حساب کتاب رکھتے ہیں اور ان میں باہم واضح طور پر یہ سمجھوتا یا معاملہ طے ہو جاتا ہے کہ بنک کی جانب سے قرضہ کی جو آسانیاں فراہم کی جائیں گی ان کی مقدار ان فاضلات کے تناسب سے مقرر کی جائیگی جو اوسطاً ان کے حساب میں بطور جمع کنندوں کے موجود ہوگی۔

333 یہ ممکن بلکہ اغلب ہے کہ قرضہ مل جانے کے بعد ہی فوراً قرض لینے والا بھاری رقم کا بنک سے مطالبہ کرے۔ اس کا قرینہ ہے کہ وہ کل رقم ایک دم بنک سے نہ نکالے؛ اس لیے کہ ہر شخص اور خاص کر ہر کاروباری آدمی کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ بنکوں میں کسی ناگہانی ضرورت کے لیے کچھ نہ کچھ نقد رقم جمع رکھے۔ لیکن اگر وہ رقم کا بیشتر حصہ نکال بھی لے تو بنک میں اس کی جمع کردہ رقم کا آہستہ آہستہ اضافہ ہوتا رہے گا۔ اس کے گاہکوں اور دین داروں کی جانب سے رقم کی آئے دن ادائی ہوتی رہے گی اور جیسے جیسے رقوم اس کو ملتی جائیں گی وہ ان کو بنک میں جمع کراتا جائے گا۔ اس اثنا میں جیسے جیسے دن گزرتے جاتے ہیں اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ حسبِ معاہدہ کاغذی وعدے کی میعاد کے ختم ہونے پر ادائی کے لیے تیار ہوتا رہے۔ اس کی تیاری وہ بنک میں

رقم جمع کرکے کرتا ہے۔ چنانچہ وعدہ کی مدت معینہ ختم ہونے تک اس کی معقول رقم بنک میں جمع رہتی ہے۔ جب اس کا نوٹ واجب الادا ہوتا ہے تو اُس کی ادائی وہ انھی امانتوں کی بنیاد پر کرتا ہے؛ یعنی بنک کے ذمے اس کی جتنی رقم واجب الادا ہوتی ہے اس کی مدد سے وہ اپنے ذمہ کی رقم کو جو بنک کو واجب الادا ہوتی ہے زائل یا ادا کر دیتا ہے۔ اور اس طرح معاملہ ختم ہو جاتا ہے۔

لیکن اس طرح کا ایک ہی کاروبار تنہا انجام نہیں پاتا؛ اور محض یہی ایک شخص تنہا اس قسم کا کاروبار نہیں کرتا۔ وہ آئندہ بھی قرضہ لینے کے لیے پھر بنک کی جانب رجوع ہوگا، اسی طرح دوسرے اشخاص بھی بنک کے سامنے ضرورت کے وقت ہاتھ پھیلائیں گے؛ اس لیے کہ جو اشخاص عملی کاروبار میں حصہ لیتے ہیں وہ سب کے سب قرضہ لے کر کام چلاتے ہیں تاکہ ان کا کاروبار مسلسل جاری رہے اور ان کی ذاتی مالی حالت جتنے کی اجازت دیتی ہے اس سے زیادہ وسیع پیمانے پر وہ کاروبار کر سکیں۔ غرض بنک سے ان کے معاملات مسلسل ہوتے ہی رہتے ہیں۔

اب فرض کرو کہ ایک بنک سے اس قسم کے متعدد اشخاص بطور قرض گیرندوں اور جمع کنندوں کے معاملہ کر رہے ہیں۔ ایک طرف تو بعض لوگ خانگی نوٹوں پر بٹہ کٹوا رہے ہیں اور ان کے لیے جو امانتیں قائم کی گئی ہیں ان پر کثیر مقدار میں مطالبات کر رہے ہیں اور دوسری طرف دوسرے اشخاص اپنے نوٹوں کی میعاد کے ختم ہونے پر مندرجہ رقموں کی ادائی کی تیاریاں کر رہے ہیں اور بنک میں کثیر مقدار میں رقمیں جمع کر رہے ہیں بعض اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ معمولی کاروبار کے دوران میں بعض لوگوں کو کثیر رقم ادا کرنی پڑتی ہے اور ان کی جمع کردہ رقم بہت قلیل ہوتی ہے؛ اور اس کے برعکس دوسرے لوگوں کو مطالبات کی بھی کثیر رقمیں وصول ہوتی ہیں اور ان کی امانتیں بھی خاصی زیادہ مقدار میں ہوتی ہیں۔ کسی خاص وقت میں بنک کے پاس اس کے کاروبار کے پیمانے کے مطابق امانتوں کی رقم زیادہ یا کم ہوتی ہے؛

اور اس کے بالمقابل ان نوٹوں کی شکل میں جن پر بٹہ کاٹا گیا ہے مالی ذرائع موجود ہوتے ہیں۔ اس کے پاس غیر کاروباری قسم کی بھی بعض امانتیں ہوتی ہیں جنھیں قرضے کے لین دین سے کوئی تعلق نہیں ہوتا؛ اور بنک بعض اوقات ایسے قرضے بھی دیتا ہے جو اس کی تحویل کی امانتوں سے بالکل بے تعلق ہوتے ہیں لیکن بنک کے ان ذرائع (یعنی قرضہ جات وصول شدنی) اور ان امانتوں (یعنی قرضہ جات ادا شدنی) میں جو اسے ادا کرنا ہیں ایک خاص تعلق اور تناسب قائم رہتا ہے۔

334

ان سلسل امانتوں کی حیثیت زر کی سی ہوئی ہے؛ یا زیادہ صحت کے ساتھ یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ امانتیں لازمی طور سے بنک کے نوٹوں کی حیثیت رکھتی ہیں اور وہ ذریعہ مبادلہ کے جزو کی حیثیت سے ٹھیک اسی طرح کام انجام دیتی ہیں جس طرح کہ کوئی دوسرا زر رواں یا آلہ مبادلہ یہ کام انجام دیتا ہے۔ بظاہر یہ بات انوکھی اور تعجب خیز معلوم ہو سکتی ہے کہ امانت کو ذریعہ مبادلہ کا ایک جزو کہا جائے۔ اکثر اشخاص اس بیان سے اتفاق کرتے ہیں کہ مطالبات کی موثر ادائی کا کام جس طرح سونے کا سکہ یا کاغذی زر انجام دیتا ہے اسی طرح چک انجام دیتا ہے؛ یعنی زر کا معادل چک ہے نہ کہ امانت۔ لمحہ بھر غور کرنے سے یہ معلوم ہو جائے گا کہ چک، امانت سے وہی تعلق رکھتا ہے جو تعلق کہ مطالبات کی ادائی کرنے والے سکے اور جیب میں پڑے ہوئے سکے کے مابین ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سارے کے سارے سکے ہر وقت اشیا کے خریدنے کے کام میں مصروف نہیں رہتے۔ ان کا ایک جزو جیبوں میں اور تجوریوں میں اندوختوں کی شکل میں بے کار پڑا رہتا ہے اور اس سے صرف ضرورت کے وقت ہی کام لیا جاتا ہے۔ زر کا وہ جزو جو عملاً اشیا کی خریداریوں میں استعمال ہوتا ہے اس چیز کے ذریعے سے متعین ہوتا ہے جس کو ہم نے "زر کی گردش کی سرعت" کہا تھا۔ اسی طرح امانتیں بھی ایک محفوظ سرمایہ یا مطالبات کی ادائی کا ایک موثر اور قوی ذریعہ ہیں جن سے ضرورت کے وقت کام لیا جاتا ہے۔ جس طرح کسی ملک کے زر کی مجموعی مقدار کا حساب لگاتے وقت ہم صرف اس زر کو ہی شمار نہیں کرتے

جو کہ اتفاقاً اس وقت کے لیے اشیا کی خریداریوں کے کام میں مصروف ہوتا ہے بلکہ کل رسد کو محسوب کرتے ہیں؛ ٹھیک اسی طرح اس قسم کے ذریعۂ مبادلہ (یعنی امانت) کا حساب لگاتے وقت ہمارے لیے ضروری ہے کہ امانتوں کی مجموعی رسد کو شمار کریں نہ کہ صرف امانتوں کے اس جزو کو جو چکوں کی شکل میں وقت کے وقت استعمال ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ چک محض امانت ہے جو عملاً استعمال ہوتا ہے اور امانتوں سے چکوں کا جو تناسب ہوتا ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امانتوں کی گردش کس قدر سرعت کے ساتھ ہو رہی ہے۔

تجارتی بنکوں اور کاروباری اشخاص کی امانتوں کی گردش کی رفتار بہت سریع ہوتی ہے۔ ایسی امانتوں کے مقابلے میں روزانہ چک تحریر کیے جاتے ہیں، اور نئی نئی امانتیں جمع ہوتی جاتی ہیں۔ تجارتی دنیا کی اصطلاح میں اس کو "عملی" یا "رواں" حسابات کہا جاتا ہے؛ ان کی گردش بہت سریع ہوتی ہے۔ متمول طبقے کے اشخاص کی جمع کردہ امانتیں اس کے مقابلے میں بہت کم رواں ہوتی ہیں۔ روزمرہ کے جیب خرچ کا زر، خواہ وہ سکہ ہو، نوٹ یا سرکاری کاغذ، ہر صورت میں تجارتی بنک کی امانتوں کے مقابلے میں بہت کم رفتار سے گردش کرتا ہے۔

۴۔ اگر صرف ایک ہی بنک موجود ہو اور سب امانتیں صرف اسی ایک بنک میں جمع کرائی جائیں، اور اگر سارے مطالبات کی ادائی چکوں کے ذریعے ہی سے کی جانے لگے تو پھر کوئی وقت ہی باقی نہ رہے گی اور زر کو استعمال کرنے کی ضرورت ہی پیش نہ آئے گی۔ چک پانے والا بالعموم اس کو بطور "امانت" جمع کرا دیتا ہے۔ اگر ہر ایک پانے والا ہمارے مفروضہ واحد بنک ہی میں اپنے چک کی رقم کا حساب رکھے تو وہ بنک اسی رقم کے بقدر چک لکھنے والے کے حساب سے منہائی کا عمل کر کے چک پانے والے کے حق میں جمع کر دے گا۔ زر کو ایک ہاتھ سے دوسرے ہاتھ میں منتقل ہونے ہی کی ضرورت نہیں اور مطالبات کی ادائی صرف قرض دار کے حساب سے رقم نکال کر قرضخواہ کے حساب میں درج کر دینے سے ہو جائے گی۔

باب ۲۴
بنک کاری اور مبادلہ

اب فرض کرو کہ ملک میں بجائے ایک کے دو بنک ا اور ب موجود ہیں۔ اور ان دونوں کے گاہکوں کا دائرہ جداگانہ ہے۔ ا کے بعض گاہک اور جمع کنندے ایسے چک بھی تحریر کریں گے جو ب کے گاہکوں اور جمع کنندوں کو واجب الادا ہوں۔ اور دوسری طرف ب کے گاہک اور جمع کنندے ا کے گاہکوں اور جمع کنندوں کے نام چک تحریر کر کے حوالے کریں گے۔ چنانچہ ہر بنک میں روزانہ ایسے چک وصول ہوں گے جو دوسرے بنک کے نام تحریر کردہ ہوں گے مگر اس کے پاس دوسرے سے رقم وصول کرنے کے لیے جمع کئے گئے ہوں گے۔ اب بنک ایک دوسرے کے مطالبات کو فوراً آسانی کے ساتھ زائل کر سکتے ہیں، اور صرف اسی فرق کو نقد کی صورت میں ادا کرنے کا انتظام کر سکتے ہیں جو ایک کے ذمے دوسرے کو واجب الادا نکلے۔ ایک ممکنہ صورت یہ بھی ہے کہ وہ اس فرق کو ادا نہ کرنے کے متعلق بھی باہمی سمجھوتا کر لیں، مگر اس صورت میں انھیں ایک رواں حساب قائم کرنا پڑے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ کسی دن فاضلات ایک بنک ا کے موافق ہوں گے اور کسی دن دوسرے بنک ب کے موافق، اور اس طرح انجام کار حساب کی بے باقی ہو جائے گی۔ بہرکیف اس فلزی زر یا کاغذی زر کی مقدار جو وقتاً فوقتاً ایک دوسرے کو دینا ہوگی وہ ان کاروباری معاملات کی نسبت جنھیں بآسانی ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کر دیا گیا بہت قلیل ہوگی۔

اس کے بعد یہ فرض کرو کہ بجائے دو بنکوں کے ایک درجن، بیس، یا اس سے بھی زیادہ تعداد میں بنک موجود ہیں، اس صورت میں بھی اس طریق پر عمل کیا جا سکتا ہے۔ ہر بنک میں روزانہ دوسرے بنکوں کے نام تحریر کردہ چک وصول ہوا کریں گے؛ اور ہر بنک کو روزانہ اپنے گاہکوں کے تحریر کردہ چکوں کی رقم ادا کرنی پڑے گی جنھیں دوسرے بنکوں میں متعدد چک پانے والوں نے داخل کیا ہے۔ اگر چک پانے والا اور چک لکھنے والا اتفاقاً ایک ہی بنک میں اپنا اپنا حساب کتاب رکھتے ہوں تو اس چک کی ادائی بنک کی کتابوں میں صرف حسابی جمع و خرچ سے ہو جاتی ہے۔ لیکن اکثر چکوں کا تصفیہ اس قدر آسانی کے ساتھ نہیں ہوتا۔ پھر بھی عملاً اسی طریقے سے

ان کا حساب صاف کیا جاتا ہے؛ یعنی وہ سب چک حساب گھر میں بھیجدیئے جاتے ہیں جہاں مختلف بنکوں کی رقمیں ایک دوسرے کے مقابلے میں آخری حد تک زائل ہو ہوکر حساب بالکل بے باق ہو جاتا ہے۔

حساب گھر کسی مقررہ مقام کے بنکوں کا ایک عام ادارہ ہوتا ہے جس کا اصلی مقصد چکوں کو چھانٹنا اور رقموں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کرنا ہے۔ ہر بنک میں جو چک دوسرے بنکوں کے نام تحریر کردہ وصول ہوتے ہیں وہ حساب گھر بھیجدیئے جاتے ہیں اور ہر بنک کو اپنے نام تحریر کردہ چکوں کی ادائی کرنی پڑتی ہے۔ یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں کہ میزانیں آخر میں چلکر برابر ہو جاتی ہیں۔ ہر بنک کو کچھ نہ کچھ فاضل رقم واجب الادا یا واجب الوصول ہو گی؛ اور اس کے لیے لازمی ہے کہ اس کے فرق کی ادائی بشکل نقد کرے یا اس کو بشکل نقد وصول کرے۔ عملاً ایک دوسرے کے ذمے جو رقم واجب الادا نکلتی ہے اس کا تصفیہ بالعموم دوسرے طریقوں سے کیا جاتا ہے۔ بعض اوقات یہ رقمیں کسی دوسرے بڑے بنک کے نام چک تحریر کر کے ادا کی جاتی ہیں۔ لندن میں حساب گھر میں جو فاضلات نکلتے ہیں ان کا تصفیہ بنک آف انگلینڈ کے نام چک تحریر کر کے کیا جاتا ہے چنانچہ اس بنک میں بنکوں کی انجمن کے سب ارکین کچھ نہ کچھ رقم بطور امانت ضرور رکھواتے ہیں؛ اور اس صورت میں سب مطالبات آخر میں محض رقموں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کر کے ادا کئے جاتے ہیں اور زر نقد کے استعمال کرنے کی کوئی ضرورت پیش نہیں آتی۔ امریکا کے ان شہروں میں جہاں فیڈرل رزرو بنک قائم ہیں رزرو بنکوں کے نام کے چک استعمال کئے جاتے ہیں؛ اور پھر ان بنکوں کے مابین بھی رقموں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کرنے کا طریق استعمال کیا جاتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکا کے اندرونی علاقوں میں حساب گھروں کے فاضلات کا تصفیہ بالعموم نیویارک کے صرافے میں ہوتا ہے؛ یعنی ان چکوں کے ذریعے سے ادائی کی جاتی ہے جو نیویارک کے بڑے بڑے بنکوں کے نام تحریر کئے جاتے ہیں اور ان بڑے بنکوں میں ہر چھوٹا بنک اپنا حساب رکھتا ہے۔ ان چکوں کو جب وہ ایک بنک کی جانب سے

336

دوسرے بنک کے نام تحریر کئے جاتے ہیں تو "ڈرافٹ" (رقعہ) کہا جاتا ہے۔ جملہ معاملات اور کاروبار کا آخری تصفیہ اس طرح نیویارک کے حساب گھر کے توسط سے انجام پاتا ہے، اور زرِ نقد کم سے کم مقدار میں استعمال ہوتا ہے۔ بعض اوقات حساب گھروں کے فاضلات کی ادائی نہیں کی جاتی اور انھیں ویسے ہی رکھا جاتا ہے، جیسے کہ ایک بنک کے دوسرے بنک کے قرضدار ہونے کی صورت میں ہوتا ہے؛ البتہ شرط یہ ہوتی ہے کہ مقروض بنک قرض خواہ بنک کو سود ادا کرے۔ حساب گھر میں کسی دن ایک بنک دوسرے کا قرضدار رہتا ہے تو دوسرے دن اسی کا لین دار بننے کی توقع رکھ سکتا ہے؛ اور تاوقتیکہ اتفاقیہ طور پر اس کی تجوری میں فلزی زر کی کافی مقدار غیر معمولی طور سے موجود نہ ہو، وہ دوسرے بنک کے روزمرہ کے فاضلات کو جو اس کے ذمے واجب الادا ہیں اپنے ذمے قرض کی حیثیت سے رکھ چھوڑتا ہے۔ اس طریق عمل کا مدار قرضخواہ بنکوں کی رضامندی اور خواہش پر ہے کہ وہ اپنے واجب الوصول فاضلات کو قرضہ قرار دیں، نیز ان قواعد پر بھی یہ طریق عمل موقوف ہوتا ہے جن پر سب بنک عام طور سے حساب گھر کے کاروبار کے بارے میں اتفاق کر لیتے ہیں۔ زیادہ صحیح طریق تو یہ ہے کہ فاضلات کی ادائی ہمیشہ کے لیے پابندی سے کر دی جائے؛ لیکن جن اسباب کی بنا پر تمام امانتی بنک کم سے کم مقدار میں فلزی زرِ نقد اپنے پاس رکھتے ہیں انھی کا اقتضا یہ بھی ہے کہ حساب گھر کے فاضلات کی فوری ادائی ملتوی کر دی جائے، اور حتی الامکان تاخیر سے مطالبات کو ادا کیا جائے۔

بہرکیف اکثر چکوں کی ادائی مندرجہ رقموں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں زائل کر دینے سے ہو جاتی ہے۔ بنک جتنے بڑے ہوں گے اور ان کی تعداد جتنی زیادہ ہو گی، اتنا ہی اس کا زیادہ امکان ہے کہ حساب گھر میں ہر رکن کو جتنی رقم واجب الوصول ہو گی اتنی ہی رقم اس کے ذمے واجب الادا بھی ہو گی۔ نسبتہً چھوٹے سے شہر میں البتہ اس کا زیادہ امکان ہے کہ نقد استعمال کئے بغیر چکوں کی رقموں کو زائل کرنے کا طریقہ پوری طرح نہ چل سکے، اور یہ کہ کسی خاص بنک کے پاس واجب الادا اور واجب الوصول رقوم کے مجموعی کاروبار کے

تناسب سے زیادہ مقدار میں فاضلات موجود ہوں۔ بڑے شہر میں رقموں کے اس طرح زائل ہو جانے کا طریق غیر معمولی کامیابی اور تکمیل کے ساتھ انجام پاتا ہے۔ نیویارک اور لندن میں حساب گھر کے مبادلات کا ۹۵ فی صدی یا اس سے زیادہ حصہ رقموں کو زائل کرنے کے طریق پر انجام پاتا ہے؛ اور حقیقی واجبات یا واصلات کے فرق کی ادائی جو منفرد بنکوں کی جانب سے کی جاتی ہے وہ مجموعی مبادلات کے ۵ فی صد سے بھی کم ہوتی ہے۔ تقریباً یہی تناسب فیلاڈلفیا، بوسٹن، شکاگو، لیورپول اور منچسٹر جیسے شہروں میں بھی پایا جاتا ہے۔

حساب گھر کی ترقی اور نشو و نما امانتی بنکوں کی ترقی سے وابستہ ہوتی ہے۔ انگریزی بولنے والے ممالک میں امانتی کاروبار کرنے والے بنکوں کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے اور ریاستہائے متحدہ میں تو ان کو سب سے زیادہ ترقی ہوئی ہے۔ لندن کا حساب گھر ۱۷۷۵ء میں قائم ہوا؛ اس کی قدامت اسبات کا بیّن ثبوت ہے کہ اس ابتدائی زمانے میں بھی بنکوں کی ایک کثیر تعداد امانت کا کاروبار کثیر مقدار میں اور بڑے پیمانے پر انجام دیتی تھی۔ اگرچہ نیویارک میں امانتی کاروبار بہت پہلے شروع ہو چکا تھا اور بہت جلد ترقی پذیر ہو چکا تھا، نیویارک کا حساب گھر ۱۸۵۳ء میں قائم ہوا جو تعجب سے خالی نہیں۔ موجودہ زمانے میں ریاستہائے متحدہ کے ہر بڑے شہر کا اپنا ایک جداگانہ حساب گھر موجود ہے؛ اور ایسے بڑے شہروں کی تعداد حقیر نہیں ہے۔ چنانچہ ۱۹۰۸ء میں ۱۱۵ شہروں میں الگ الگ حساب گھر موجود تھے۔

۵۔ زر رواں کی حیثیت سے امانتیں جو کام کرتی ہیں وہ سب سے زیادہ تعجب خیز معاشی مظاہر میں سے ہیں۔ تقسیم عمل کی طرح جس میں ان کی وجہ سے سہولتیں بہم پہنچتی ہیں امانتوں کی ترقی بھی ارادی طور پر نہیں ہوئی ہے؛ اور قانون سازی نے اگر ان کی مزاحمت نہیں کی تو تقویت بھی نہیں پہنچائی۔ ان سے جو نتائج حاصل ہوتے ہیں وہ ایسے عملوں کے ذریعے سے

باب ۱۲ بنک کاری اور آلہ مبادلہ

338

ہوتے ہیں جن کو خود ساہوکار یعنی ان کا انتظام کرنے والے بہت کم سمجھے۔ ان ملکوں میں جہاں بنک امانتی کاروبار کثرت سے انجام دیتے ہیں، جیسے کہ ریاستہائے متحدہ امریکا اور انگلستان، بڑے پیمانے کے سب کاروبار اور چھوٹے پیمانے کے کاروبار کا بھی روز افزوں حصہ انھی امانتوں کے ذریعے سے طے پاتا ہے۔ طریقہ امانت میں ایک عجیب وغریب حفاظت اور سہولت پائی جاتی ہے۔ وہ محفوظ اس وجہ سے ہے کہ چک ایک مخصوص شخص کو قابل ادائی ہوتی ہے، اور بنک اس کا ہر طرح ذمہ دار ہوتا ہے کہ یابندہ چک کو یا ظہری دار[1] کو مندرجہ رقم ادا کرے[2]۔ سہولت اس طرح ہوتی ہے کہ قلم کی چند جنبشوں سے بڑی سے بڑی رقم اور اسی کے ساتھ رقم کی چھوٹی سی چھوٹی کسر پوری صحت کے ساتھ ادا ہو جاتی ہے۔ یہ نظام یا آلہ نہایت موثر ہے اور حیرت انگیز روانی وصفائی کے ساتھ کام کرتا ہے۔

امانت کا کاروبار کرنے والے بنکوں کی ترقی کے لیے دو چیزیں یا یوں کہئے کہ ایک ہی چیز کے دو رخ لازمی ہیں؛ اور وہ اعتماد ہے۔ چک ایک کے ہاتھ سے منتقل ہو کر دوسرے کے ہاتھ میں اس وقت تک نہیں جا سکتے جب تک راقم چک کی مالی حالت کے متعلق اعتماد نہ کیا جائے اور اس کی ساکھ اچھی تسلیم نہ کی جائے۔ اس اعتماد کے لیے کاروباری رواج نے خاصی وسیع بنیاد فراہم کر دی ہے۔ تعزیری جرم کے قطع نظر، ایک شخص جو بنک میں رقم امانت رکھوائے بغیر چک تحریر کرتا ہے وہ کاروباری خودکشی کا مرتکب ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم

---

[1] Endorsee

[2] انگلستان میں بالعموم "خط زدہ چکوں" کا رواج ہے۔ چک لکھنے والا اس پر یابندۂ چک کے بنک کا نام آڑا لکھ دیتا ہے، یا محض دو ترچھی لکیریں کھینچ دیتا ہے اور اس طرح چک کسی بنک کے توسط سے پیش ہونے کی صورت میں قابل ادائی ہوتی ہے۔ ریاستہائے متحدہ میں، جہاں آڑی ترچھی لکیریں نہیں کھینچی جاتیں، تجربے سے معلوم ہوا ہے کہ جعلسازی اور فریب کے خلاف اس قسم کا حفظ ماتقدم، اگرچہ کارآمد ضرور ہے، لیکن ناگزیر نہیں ہے۔

وہ اعتماد ہے جو خود بنک پر کرنا ضروری ہے۔ سارے نظام کی بنیاد بنک کی عمدہ ساکھ اور نیک نامی ہے۔ اس کی حیثیت عرفی منفرد بنکوں کے نزدیک، یا سب بنکوں کے نزدیک بحیثیت مجموعی صرف اس وقت تک قائم رہ سکتی ہے جب تک عوام کے نزدیک بنک کی مالی حالت مستحکم خیال کی جائے اور لوگ یہ سمجھیں کہ بنک نے اپنے سر زر کی ادائی کی جو ذمہ داری لی ہے وہ زر ہی کی طرح یقینی اور عمدہ ہے۔ علاوہ بریں اس نظام کی اعلیٰ ترین نشو و ترقی صرف اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ امانتوں کے ذریعے سے قرض دینے کا طریق عام اور وسیع کیا جائے، اس لیے کہ یہی کمی یا مقداری ترقی کے لیے ضروری ہے۔

اگر مذکورہ بالا شرائط پورے ہوتے ہوں تو یہ نازک مگر وسیع کل یا آلہ اپنے آپ کو مدت دراز تک مسلسل قائم و برقرار رکھتا ہے؛ یعنی: قرضے دیے جاتے ہیں، امانتیں تخلیق کی جاتی ہیں، چک تحریر کئے جاتے ہیں، امانتیں برقرار رکھی جاتی ہیں، اور مزید قرضے مکرر دیے جاتے ہیں وقس علیٰ ھذا۔ یہ نظام محض قرضوں کے مجموعے پر مشتمل ہوتا ہے جو بنک اور اس کے گاہکوں کے درمیان بغیر کسی رسمی ضابطے کے طے پاتے ہیں؛ اور ان کی یادداشت کے لیے بنک کے بہی کھاتوں میں چند اعداد اور رقومات درج ہوتی ہیں اور بس۔ امانت کیا ہے ایک قسم کا فرضی یا خیالی ذریعۂ مبادلہ یا زر رواں ہے جو ہر وقت موجود اور غائب ہوتا رہتا ہے، وہ قطعاً دیرپا نہیں ہوتا اور ذرا سی بدگمانی پر اس کے غائب ہو جانے کا ہمیشہ اندیشہ لگا رہتا ہے۔ پھر بھی وہ اس قدر مفید اور کارآمد ہے کہ ایک مرتبہ درہم برہم ہونے اور دائمی اندیشہ لاحق رہنے کے باوجود اس کی تجدید کی جاتی ہے اور اس کا قیام از سر نو عمل میں لایا جاتا ہے۔

۶۔ امانتوں کا وسیع استعمال باقی زر رواں پر اور اس لحاظ سے بنکوں کے نوٹ جاری کرنے کے طریق پر بہت اہم اثرات ڈالتا ہے۔

کسی بنک کے سر پر امانتوں کے بارے میں جو ذمہ داری ہوتی ہے وہ نوٹوں کی ذمہ داری کے مقابلے میں بہت شد و مد کے ساتھ بنک کے لیے جالب توجہ ہوتی ہے۔ یہ دونوں اس لحاظ سے ایک دوسرے سے مماثلت

رکھتے ہیں کہ عند الطلب ان کو ادا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن نوٹ، جو منتقلی کے عمل کے ذریعے سے دست بدست گھومتا پھرتا ہے، ایک مدت دراز تک واجب الادا نہیں ہوتا۔ چنانچہ اس کے پیش ہونے اور نقد کا مطالبہ کئے جانے کی نوبت بہت کم اور دیر میں آتی ہے۔ اس کے برعکس جب ایک امانت عملاً گردش میں آتی ہے، یعنی جس وقت چیک تحریر کیا جاتا ہے تو اس کا قوی امکان ہوتا ہے کہ بنک پر فوراً ہی مطالبہ کر دیا جائے۔ یہ سچ ہے کہ چیک میں "حامل ہذا کو ادا کرو" کے الفاظ درج ہوتے ہیں اور اس طرح وہ نوٹ کی طرح منتقلی کے عمل کے ذریعے سے دست بدست گھوم سکتا ہے لیکن چیک اس طرح استعمال نہیں کئے جاتے اور اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ ان کی منتقلی ہمیشہ محفوظ نہیں ہوتی۔ علاوہ ازیں جاری کردہ چیک کو پانے والا کسی دوسرے شخص کے حق میں منتقل کرنے سے پیشتر خود بھی اپنے دستخط پشت پر ثبت کرے گا، اور اس دوسرے شخص کا نام تحریر کرے گا، اسی طرح یہ تیسرا شخص چیک چوتھے شخص کے حوالے کرنے سے قبل اس کا نام اور اپنے دستخط چیک کی پشت پر درج کرے گا۔ اس طرح مسلسل کئی دفعہ بلکہ بار بار عمل کرنا پڑیگا تب کہیں چیک گردش میں رہ سکتا ہے۔ منتقلی کے ہر عمل میں وہ مطالبات کی ادائی اسی عمدگی کے ساتھ کر سکتا ہے جیسے کہ نوٹ یا سکہ کر سکتا ہے۔ لیکن چیکوں کا اس طرح استعمال کرنا کوئی نتیجہ خیز چیز بھی نہیں ہے، اس لیے کہ ممکن ہے کہ یکے بعد دیگرے آنے والے لین دین میں مسلسل ٹھیک اتنی ہی رقم کا مطالبہ نہ ہو جتنی کہ چیک میں مندرج ہے۔ بالعموم چیک بہت جلد اس بنک میں پہنچ جاتا ہے جس کے نام وہ جاری کیا گیا ہو؛ اور عام طور سے کسی دوسرے بنک سے ہو کر اور حساب گھر کے توسط سے پہنچتا ہے۔ اس طرح امانتوں کی ادائی کی ذمہ داری ہر وقت سر پر موجود رہتی ہے۔ بظاہر یہ صورت خاص کر تجارتی بنکوں کی رواں امانتوں کے ساتھ پیش آتی ہے۔

چیکوں کے ہمیشہ مسلسل پیش ہوتے رہنے کی وجہ سے بنک ان کے بالمقابل اپنے پاس وہ فنڈ رکھتا ہے جو اس کے گاہکوں کی جانب سے اس کی تحویل اور

حفاظت میں مستقل طور سے آتا رہتا ہے؛ یہ فنڈ ایک تو دوسرے بنکوں کے نام کے چکوں پر اور دوسری نقد امانتوں پر مشتمل ہوتا ہے۔ اس کا اپنے ان ذرائع کو مستقل طور سے اور مسلسل برقرار رکھنا اعتماد و اعتبار کی اس بنیاد پر موقوف ہوتا ہے جس کا بیان اوپر آچکا ہے۔ یعنی اس کے گاہک اپنے ان تمام مالی ذرائع کو جن کی ضرورت انھیں فوری نہیں ہوتی، بنک کی تحویل میں بالعادت دیتے رہیں۔ اگر یہ اعتماد اس کو حاصل ہو جائے تو، وہ نہ صرف امانتیں تخلیق کر سکتا ہے؛ بلکہ دائمی تجدید کے ساتھ انھیں برقرار بھی رکھ سکتا ہے! مگر یہ ہمیشہ ایک شرط کے تابع ہوگا، اور وہ یہ کہ بنک میں روزمرہ امانتوں کی بنیاد پر مطالبات پیش ہوتے رہیں۔

لیکن جب بنکوں کا استعمال تمام زائد اور پس انداز کردہ زر کو بحفاظت جمع کرنے کے خزانے کی حیثیت سے ہوتا ہے اور اس کے نتیجہ کے طور پر امانتوں کا استعمال بطور زر یا آلۂ مبادلہ ترقی کر کے بہت اعلیٰ درجے پر پہنچ جاتا ہے تو، دیگر ذرائع مبادلہ پر بنک کے اس ہمہ گیر کاروبار کا اثر پڑے بغیر نہیں رہ سکتا۔ ''نقد'' یا ''زر''، بشمول بنک کے نوٹوں اور سرکاری کاغذی زر کے، سب کا سب، زیادہ تر چھوٹے موٹے کاروبار میں اور خردہ لین دین میں استعمال ہونے لگتا ہے۔ جب وہ اس طرح استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا قوی امکان ہوگا کہ وہ باقاعدگی کے ساتھ بنک کی تجوریوں میں جانے لگے۔ اس لیے کہ اکثر خردہ کاروبار کرنے والے بنک ہی میں اپنا حساب کتاب رکھتے ہیں اور اپنی روزمرہ کی آمدنی جمع کرانے کے لیے بنک میں بھیج دیتے ہیں۔ اب بنک سے نقد نکالنے والے بالکل دوسرے اور مختلف طبقے ہوتے ہیں؛ یعنی: تاجر اور آجر جنھیں مزدوروں کی اجرت ادا کرنے کے لیے زر کی ضرورت پڑتی ہے، اور دوسرے جمع کنندے جو اپنے جیب خرچ کے لیے رقمیں بنک سے نکالتے ہیں۔ اسی وجہ سے نقد زر دائمی طور سے بنک میں آتا اور جاتا رہتا ہے۔

یہ صورت حال بنک کے جاری کردہ نوٹوں کی گردش کے طریق پر اثر ڈالتی ہے۔ جب بنک کے زر کی واحد شکل نوٹ ہی ہو تو وہ اجرا کنندہ بنک

340

کے پاس پیش ہوئے بغیر ایک مدت دراز تک گردش میں رہیگا۔ لیکن جب نوٹوں اور امانتوں کو ملا کر آزادی کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے تو نوٹ ہمیشہ کسی نہ کسی بنک میں پہنچتے رہیں گے۔ اس طرح نوٹ وصول کرنے والے بنک کے لیے دو راستے کھلے ہوئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ زر نقد کے ساتھ اس کو ملا کر اپنے ذمے کے مطالبات ادا کرے؛ یا اس کو چاک کی طرح نقد حاصل کرنے کے لیے اجرا کنندہ بنک میں بھیجدے اول الذکر راستہ اس صورت میں اختیار کیا جائے گا جب کہ کسی بڑے سرکاری بنک کی جانب سے نوٹ جاری کئے گئے ہوں، یا ان خانگی بنکوں کی جانب سے جاری کئے گئے ہوں جن پر اجرا کی مقدار کے متعلق سخت پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ موخر الذکر راستے کے اختیار کئے جانے کا امکان اس صورت میں ہے جبکہ نوٹ وصول کرنے والے بنک کے لیے خود اپنے نوٹ جاری کرنے کا موقع ہو۔ دوسرے بنک کا نوٹ جو اس کو بطور امانت ملتا ہے اس کے نزدیک نقد کے مساوی حیثیت رکھتا ہے؛ اس لیے کہ وہ اجرا کنندہ بنک میں نقد وصول کرنے کے لیے بھیجا جا سکتا ہے۔ خود بنک کے جاری کردہ نوٹ، جب وہ بنک کی جانب سے بصورت نقد ادا کر دئیے جاتے ہیں، صرف اس کے اعتبار کی نمایندگی کرتے ہیں۔ تا وقتیکہ وہ گردش میں رہیں ان کے متعلق کوئی مصارف عائد نہیں ہوتے۔ چنانچہ ایسے نوٹوں کی نقد ادائی کے لیے یا "گلہ"[1] کے اغراض کے لیے بنک خود اپنے جاری کردہ نوٹ استعمال کرے گا۔ دوسرے بنکوں کے نوٹوں کے ساتھ چکوں کی طرح کا سلوک کیا جائے گا؛ چاک اور نوٹ دونوں مبادلے کی غرض سے حساب گھر بھیجدئیے جائیں گے۔ چنانچہ نیو انگلینڈ میں سنہ ۱۸۹۰ء سے پیشتر یہی طریقہ عام طور سے رائج تھا؛ یہاں اس زمانے میں امانت اور اجرائے نوٹ کا کاروبار کرنے والے متعدد بنک تھے، اور ان میں سے ہر ایک بنک کو یہ آزادی حاصل تھی اور وہ یہ خواہش رکھتا تھا کہ حتی الامکان اپنے اعتبار کو وسیع کرے۔ کاروبار میں سہولت پیدا کرنے کی خاطر امانتوں کا حساب گھر

---

[1] گلہ = Till money

نوٹوں کے حساب گھر سے علیحدہ اور الگ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ نیو انگلینڈ میں ایسا ہی تھا، جہاں سفوک بنک نوٹوں کے حساب گھر کا کام انجام دیتا تھا، اور اس لحاظ سے اس نظام کا نام ہی سفوک بنک کا نظام پڑ گیا۔ نوٹ خواہ ایک ہی مقررہ حساب گھر میں جائیں یا جداگانہ حساب گھر میں، بہر صورت وہ بنکوں میں اسی باقاعدگی کے ساتھ واپس آئیں گے جس باقاعدگی کے ساتھ چک واپس آتے ہیں۔ واپس آنے کی صورت میں بنک انھیں اسی طرح دوبارہ جاری کر سکتا ہے جس طرح کہ امانتیں دوبارہ تخلیق کی جا سکتی ہیں۔ دونوں صورتوں میں ان کی گردش کا مدار بنک کی مسلسل اور مضبوط ساکھ پر اور اس کے اوپر اس کے گاہکوں کے پکے اعتماد پر ہوتا ہے۔

341

لیکن، جیسا کہ بیان ہو چکا ہے، موجودہ زمانے میں بنکوں کی جانب سے نوٹوں کے ساتھ امانتوں کی طرح کا سلوک نہیں کیا جاتا۔ نوٹ عام طور سے نقد کے مثل شمار کئے جاتے ہیں۔ اکثر ملکوں میں ان کی بنیادوں کو استوار کرنے کے لیے آئین و قوانین وضع کئے جاتے ہیں اور اکثر اغراض کے لیے ان کا استعمال "زر" کی کسی دوسری شکل کی طرح کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سوچ بچار کے بغیر اور بلا امتیاز بنک اور عوام ان کا آزادی کے ساتھ لین دین کرتے ہیں۔ ایسی صورت میں نقد مبادلے کا عمل بہت سست رفتار ہوتا ہے۔ بنک کے کاروبار کے بارے میں قوانین وضع کرنے کے اصول کے متعلق جو سب سے زیادہ دقت طلب سوالات پیدا ہوتے ہیں ان میں سے ایک سوال یہ ہے کہ آیا یہ نظام عمدہ ہے یا نہیں، یعنی یہ کہ آیا نوٹوں کو پوری طرح فلزی زر میں ضم کر دینا چاہئے اور ان کے استعمال کو قطعی طور سے محفوظ بنا دینا چاہئے؛ یا آیا زر قانونی سے انھیں حتی الامکان قطعاً علیحدہ ہی رکھنا چاہئے، اور اس طرح عند المطالبہ ادائی کا وعدہ تصور کرنا چاہئے، آزادی کے ساتھ جاری کرنا چاہئے، اور ان کی بدل پذیری کا اور ان کو مکرر جاری کرنے کا مستقل انتظام کرنا چاہیے۔

342

باب بست وپنجم

بنک کے کاروبار

(۱) بنک کی تجوریوں میں رکھے ہوئے "نقد" کا میلان اقل مقدار تک گھٹ جانے کی طرف ہوتا ہے۔ دوسرے ذرائع کی نوعیت سیال ہونی چاہئے۔ تجارتی کاغذ پر بٹہ؛ ضامن در ضامن کی بنیاد پر قرضہ؛ "بیرونی کاغذ"۔ ان کاروبار اور شغل اصل کے کاروبار کے ارتباط کا روز افزوں میلان۔ (۲) بٹہ (سود) کی شرح کا تعلق بنکوں کے نقد بدست کی مقدار سے۔ عند الطلب قرضوں کے بارے میں عظیم تغیرات؛ ان قرضوں کا تعلق تخمین سے۔ (۳) کامیاب ساہوکار کے خصوصیات و اوصاف؛ نیک نامی اور اچھی ساکھ کی اہمیت بنک کاری کے منافعہ کی حد تک۔ (۴) بنک اصل تخلیق نہیں کرتے، بلکہ شغل اصل کے رخ پر اثر ڈالتے ہیں، اور کاروباری اشخاص کے نشوونما میں اہم حصہ لیتے ہیں۔ بنکوں کا معاشری افادہ، ملکیت خانگی کے نظام کے افادے سے اچھے یا برے طریق پر وابستہ ہوتا ہے۔

۱۔ نوٹوں اور امانتوں کی شکل میں جو عند الطلب ادائی کی ذمہ داری بنک پر ہوتی ہے اس کے مقابلے میں بنکوں کے لیے زر نقد یا ایسا اثاثہ اور تمسکات رکھنا ضروری ہے جو فوراً نقد سے بدل پذیر، ہوں۔

باب ۲۵ بنک کے کاروبار

بنک کی تجوریوں میں جو نقد رہتا ہے وہ بے کار اور "غیر مشغول" زر ہوتا ہے؛ اس کے رکھنے سے کوئی نفع نہیں ملتا۔ اس لحاظ سے بنک کو ہمیشہ یہ ترغیب ہوتی ہے کہ اپنے نقد بدست یا دوسرے زر قانونی کو جو اس کے پاس موجود ہو کم سے کم مقدار میں رکھے۔ اس کو کچھ نقد زر اس غرض سے پاس رکھنا پڑتا ہے کہ مطالبات کی ادائی عند الطلب کرے یا حساب گھر کے فاضلات جو اس کے ذمہ واجب الادا نکلیں ادا کرے۔ اس کے علاوہ وہ کچھ زر نقد وہ عام "یورش" کا مقابلہ کرنے کے خیال سے رکھ سکتا ہے، تاکہ اگر کسی بدگمانی کی وجہ سے جمع کنندوں کی جانب سے اچانک طور پر رقموں کا مطالبہ شروع ہو جائے تو اس کی ادائی کی جا سکے۔ لیکن بالعموم اس امکان کو بنک اس وقت تک خاطر میں نہیں لاتے تاوقتیکہ وہ قانوناً مجبور نہ کئے جائیں۔ انھیں خیال ہوتا ہے کہ نقد جو "بے کار" پڑا ہوا ہے اس کو مشغول کیوں نہ کیا جائے؟ اس سے تمسکات کیوں نہ خریدے جائیں؟ اس کو بطور قرض کیوں نہ دیا جائے؟ اور اس طرح آمدنی کیوں نہ حاصل کیجائے؟ اس لحاظ سے اگر کسی بنک میں نقد بدست موجود بھی رہتا ہے تو اس کا رجحان ہمیشہ کمی کی جانب ہوتا ہے اور اس اقل مقدار میں رقم رکھی جاتی ہے جو تجربے سے معمولی کاروبار کے لیے ضروری معلوم ہوتی ہے۔ یہ اقل مقدار بہت حیرت ناک طریقے پر کم ہوتی ہے۔ یعنی عند الطلب ادائی کے لیے جتنی رقم بحیثیت مجموعی درکار ہوگی اس کا پانچ فی صد حصہ حقیقۃً رکھا جاتا اور اسی کو کافی تصور کیا جاتا ہے۔ انگلستان کے امانتی بنک، جو نوٹ جاری نہیں کرتے، اور (ان وجوہ کی بنا پر جو آئندہ باب میں بیان کئے جائیں گے) جن کو یورشوں کے خطرے کا مقابلہ کرنے کی غرض سے کوئی محفوظ سرمایہ رکھنے کی تکلیف برداشت نہیں کرنی پڑتی، اپنی امانتوں کے مقابلے میں اس تناسب سے زیادہ رقم بہت شاذ رکھتے ہیں اور بالعموم اس سے بھی کم رقم رکھتے ہیں۔ امریکا کے بنک بھی، تاوقتیکہ وہ قانوناً زیادہ رقم رکھنے پر مجبور نہ ہوں (اور عام طور سے وہ قانوناً مجبور ہوتے ہیں) پانچ فی صد نقد کے تناسب کے ساتھ کاروبار کرنے میں بہت سہولت پاتے ہیں۔

باب ۳ بنک کے کاروبار

بایں ہمہ یہ ضروری ہے کہ بنک کے دوسرے ذرائع ایسے ہوں جن کی مدد سے وہ عند الطلب مطالبات کی ادائی کر سکے۔ اس کے رقوم واجب الوصول واثاثہ کا سریع الوصول ہونا ضروری ہے۔ بنک قلیل مدت کے لیے قرضے دیتا ہے؛ اور اعلیٰ درجے کے منظم بنک میں اس طریق پر قرضے دئیے جاتے ہیں کہ ان کی مدت ایک دو ہفتوں یا دو ایک یوم میں ختم ہو جاتی ہے اور یہی رقم وصول ہونے کے بعد دوسروں کو پھر اسی مدت تک کے لیے دیدی جاتی ہے۔ اس طرح بنک اطلاع قریب پر اپنے دئیے ہوئے قرضے واپس وصول کر سکتا ہے اور اپنے نقد بدست میں اضافہ کر سکتا یا مطالبات کی ادائی کی ذمہ داریوں (یعنی امانتوں) کو گھٹا سکتا ہے۔

قلیل المدت قرضے کی عام شکل، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، تجارتی کاغذ پر بٹہ کاٹنا ہے۔ تمام صناع، تمام تھوک فروش تاجر اور اکثر خردہ فروش تاجر، خریداروں کو مال ادھار دیتے ہیں اور اپنی مالی ضرورتوں کو بنک سے رقم قرض لے کر پورا کرتے ہیں۔ اب ان کو قلیل مدت کے لیے اور خاص کر ان کے روزمرہ کے جاریہ کاروبار کے سلسلے میں قرضہ دینا بنک کے لیے بڑی حد تک محفوظ طریق ہوتا ہے؛ کیونکہ ان قرضوں کی فوری ادائی ہی تجارتی طبقے میں اس شخص کی ساکھ اور نیک نامی کو بلکہ کاروبار میں خود اس کے وجود کو قائم و برقرار رکھ سکتی ہے۔ قدیم روایات کے لحاظ سے ساہوکار اہل کاروبار کا جو اس سے سودا کرتے تھے، معتمد علیہ، دوست اور مشیر ہوا کرتا تھا؛ ان کے معاملات سے پوری طرح باخبر ہوتا تھا اور ان کی مالی حالت اور مطالبے کے مطابق قرضے سے ان کی مدد کرتا تھا۔ اس قسم کا تعلق یا رشتہ جس کی بنیاد پر تجارتی کاغذ پر بٹہ کاٹنے کا طریقہ نکلا ہے بنک کے معمولی کاروبار میں اب بھی بہت بڑی حد تک پایا جاتا ہے۔

ان گہرے اور بے تکلفی کے تعلقات کے ساتھ ساتھ ایسے کاروبار بھی ہمیشہ ہوتے رہے ہیں جن میں سنگدلی سے کام لیا جاتا ہے اور اس قسم کے کاروبار کی مقدار اور اہمیت بھی چند سالوں سے بہت بڑھ گئی ہے (کم از کم

ریاستہائے متحدہ امریکا میں) قرضے عام طور سے مساوی القدر ضمانتوں پر دیئے جاتے ہیں، یعنی: جائدادوں اور املاک کو بطور کفالت لیا جاتا ہے تاکہ قرضے کی رقم فوراً واپس نہ ملنے کی صورت میں بنک ان کو فروخت کر کے اپنا زر وصول کر سکے۔ تمسکات اور تمام قسموں کے اعتباری دستاویزات بہت عمدہ ضمانت تصور کیے جاتے ہیں؛ اس لیے کہ صرافوں میں ان کو خرید و فروخت کرنے کی بہت سہولتیں پیدا ہو گئی ہیں۔ ہر بنک جتنی رقم بطور قرض دیتا ہے اس کی مقدار معین ہوتی ہے؛ قرضے کی ادائی عند الطلب ہوتی ہے؛ اور یہ رقم ہمقدر تمسکات کی ضمانت پر دی جاتی ہے، جس کا مقصد یہ ہے کہ اگر جمع کنندوں کی جانب سے بنک کے مقابلے میں اچانک مطالبات پیش ہوں تو بنک تمسکات کو فوراً نقد سے مبدل کر کے ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائے۔ 344

بنک کے ذرائع میں فوراً فروخت ہو جانے والے تمسک کی اور شکلیں بھی شریک ہوتی ہیں۔ وہ بالعموم آسانی کے ساتھ اور عام طور سے فروخت ہونے والے ایسے تمسکات بھی پاس رکھتے ہیں جنھیں عند الضرورت لمحہ بھر کی اطلاع پر نقد سے مبدل کیا جا سکتا ہے۔ انگلستان کے ہر بنک کے شائع کردہ چٹھے میں اس کے کن سلوں[1] کی کافی نمائش کی جاتی ہے، اور ہر بنک **کن سل** کو نقد کے مساوی سمجھتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ کے تمسکات اور سرکاری اور بلدیاتی تمسکات، جنھیں امریکا کی مشترک سرمایہ کا کاروبار کرنے والی کمپنیاں اپنے شائع کردہ بیانات میں اعلیٰ درجے کی اساس خیال کرتی ہیں، انھی کن سلوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ جب کسی بنک کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے عام تحفظ کے مصالح اور نیک نامی کی خاطر جتنے تمسکات کا پاس رکھنا مناسب ہے ان کا ذخیرہ رکھنے کے بعد بھی اتنا زر نقد موجود ہے جو جاریہ ضروریات سے زائد ہے تو وہ ''بازار کا رخ کرتا ہے''؛ اور اس فاضل زر سے ایسے نفع آور تمسکات خرید لیتا ہے جن کے پاس رکھنے میں کوئی خطرہ نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ وہ معمولی ''عمدہ'' تمسکات خرید کر لے، اگرچہ تمسکات اور

---

[1] (Consolidated stocks=Consols)

دستاویزات کی خرید و فروخت کرنا اس کے معمولی کاروبار کی فہرست میں داخل نہیں ہوتا۔ وہ "خارجی کاغذ" یعنی ایسی کاروباری کمپنیوں کے کاغذی وعدے (پرامیسری نوٹ) خرید سکتا ہے جو خود اس کے گاہکوں اور جمع کنندوں کے طبقے میں شامل نہیں ہیں۔ اس قسم کا کاروبار انگلستان کے ہنڈی کے دلالوں اور ریاستہائے متحدہ کے نوٹ کے دلالوں کی وساطت سے انجام پاتا ہے۔ امریکا کے بنکوں کے کاروبار میں نوٹ کے دلالوں کی اہمیت و ضرورت روز بروز بڑھتی جارہی ہے۔ یہ دلال مشہور کمپنیوں کے تجارتی کاغذ ایسے بنکوں کے ہاتھ فروخت کرتے ہیں جن کے مالی ذرائع عارضی طور سے (اور بعض اوقات مستقل طور سے) ان کے گاہکوں کی فی الوقت ضروریات سے زیادہ ہوتے ہیں۔ اس قسم کے نوٹ خریدنے کا عمل بلاشبہ بنکوں کے سنگدلانہ کاروبار کی وسعت کو بڑھا دیتا ہے۔ اس کے فوائد اور نقائص پر بہت کچھ بحث مباحثہ ہوچکا ہے۔ فائدے کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ وہ بنک کے خطرات کو بہتر طریق پر پھیلا دیتا ہے؛ بنک بڑی حد تک کسی خاص جماعت یا تجارت کے نفع و نقصان کا تابع اور ان سے متاثر نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس نقصان یہ بتایا جاتا ہے کہ یہ عمل بنک سے ایسے اشخاص سے کاروبار کرواتا ہے جن کے معاملات کا اس کو بہت کم علم ہوتا ہے؛ اور اس عمل میں یہ امکانات ہیں کہ قرض گیروں کی جانب سے یہ کاروبار حد سے زیادہ بڑھا دیا جائے اور بنکوں کو نقصان برداشت کرنا پڑے۔

خالص تجارتی بنک اپنے کو اسی طرح کے کاروبار کی حد تک محدود رکھتا ہے۔ لیکن بنک خالص تجارتی کاروبار سے تجاوز بھی کرسکتا ہے۔ وہ ایسے اشخاص کی پس انداز کردہ رقوم کو بمقدار کثیر بطور امانت رکھ سکتا ہے جو کاروبار میں عملی حصہ نہیں لیتے؛ اور اس طرح وہ عام تمسکات اور بیرونی کاغذات فراخ دلی کے ساتھ خرید سکتا ہے۔ اس سے زیادہ اہم یہ میلان ہے کہ تجارتی بنکوں کے کاروبار سے عام کوٹھی کے کاروبار اور شغل اصل کے کاروبار کو ملا دیا جائے، اور یہ میلان بحیثیت مجموعی بظاہر بڑھتا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ ریاستہائے متحدہ امریکا

345

باب ۲۵ بنک کے کاروبار

کے قومی بنک اور انگلستان کے سرمایۂ مشترک کے بنک روایتی طریق پر صنعت کو فروغ دینے اور شغل اصل کا کام انجام دینے سے اپنے کو الگ رکھتے ہیں اور صرف تجارتی کاروبار کی حد تک اپنے کو محدود رکھتے ہیں۔ اس کے برخلاف جیسا کہ گزشتہ باب میں بیان ہو چکا ہے، بڑے بڑے خانگی ساہوکارے زیادہ تر شغل اصل کا کاروبار انجام دیتے رہے ہیں۔ وہ نئے کاروبار کی مالی اعانت کرتے اور خوش حال طبقے کے رقوم بطور امانت لیتے رہے ہیں، اور یہ طبقہ ان کی رہبری اور ان کے مشورے سے فائدہ اٹھاتا رہا ہے۔ عصر حاضر کے اکثر بڑے بڑے ادارے بنک کے کاروبار کی ان سب قسموں کو مجموعی طریق پر انجام دیتے ہیں، مثلاً جرمنی اور فرانس کی بنک کا کاروبار کرنے والی کمپنیاں[۱] ریاستہائے متحدہ کی نام نہاد ٹرسٹ[۲] کمپنیاں اسی طرح کا کاروبار وسیع پیمانے پر انجام دیتی ہیں۔ ان میں سے بعض اپنے نام کے مفہوم کے اعتبار سے اور صرف اسی حد تک کاروبار کرتی ہیں یعنی محض امین، منتظم، مختار، ایجنٹ یا گماشتے کے فرائض بجا لاتی ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر روایتی قسم کی بنک کاری کے ساتھ ساتھ شغل اصل کا کام اور صنعت کو فروغ دینے کا کام بھی کرتی ہیں۔ خود امریکا کے قومی بنکوں کو بھی مقابلے کی شہ اور نفع حاصل کرنے کی خواہش کی بنا پر قدیم زمانے کی نسبت آج زیادہ بڑے پیمانے پر شغل اصل کا کاروبار بڑھانے اور قرضے دینے کی ترغیب ہوئی ہے۔

کسی بنک کے لیے امانتی کاروبار کے ساتھ ساتھ دوسرے مختلف کاروبار کو متحدہ طور سے تنہا انجام دینا خطرات سے خالی نہیں ہوتا۔ جہاں مستقل طور سے شغل کا کام انجام دینے کے خیال سے کاروبار کیا جاتا ہے وہاں واجب الوصول رقوم اور واجب الادا رقوم کے درمیان واجبی توازن کا برقرار رکھنا آسان

---

[۱] ۔ دیکھو باب ۲۲ فصل (۴)، جرمنی کے بنکوں کا بیان۔ (The Credit Lyonnais) جو مشہور ادارہ ہے، فرانس کا سب سے بڑا بنک ہے۔

[۲] (Trust Companies)

کام نہیں ہے۔ تجارتی بحران کا خطرہ بہت زیادہ قریب الوقوع اور بہت زیادہ قوی اس وقت ہوتا ہے جبکہ امانتوں کو، جو عند الطلب قابل ادائی ہوتی ہیں اور موثر زر رواں کے مساوی خیال کی جاتی ہیں، مسلسل طریقے پر ایسے نئے کاروبار میں لگا دیا جائے جہاں سے رقم واپس ملنے میں بہت زیادہ مدت لگے اور جس میں بڑا جوکھم ہو۔ بایں ہمہ یہ اغلب ہے کہ اس قسم کا متحدہ مالی کاروبار مستقبل میں محدود ہونے کے بجائے بڑے پیمانے پر انجام دیا جائے گا۔ اس میں معمولی تجارتی بنک کاری کی بہ نسبت زیادہ نفع ملنے کی توقعات ہوتی ہیں۔ اگر آئین و قوانین کے ذریعے سے اس کی تحدید کرنا ہر طرح مناسب بھی ہو تب بھی اس قسم کے کاروبار کے بارے میں آئین و قوانین وضع کرنا آسان نہیں ہے۔ کاروبار کی بڑے پیمانے پر تنظیم اور اس کو متحدہ طور سے انجام دینے کا جو عام میلان پیدا ہو گیا ہے اس کا اقتضا یہی ہے؛ اور اس کی ترقی کو بھی ہمیں اسی دلچسپی اور بے چینی کے ساتھ دیکھنا چاہئے جس طرح کہ بڑی سرمایہ دار کمپنیوں کی عظیم الشان توسیع اور ان کے نظام کی روز افزوں پیچیدگی کو دیکھا جاتا ہے۔

346

۲۔ بنک کا کاروبار قرضے دینا ہے۔ جیسے جیسے ان کے نقد بدست یا محفوظ سرمایوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے وہ اسی کے تناسب سے آزادی کے ساتھ زیادہ مقدار میں قرضے دیتے ہیں۔ اس لحاظ سے ان دئے ہوئے قرضہ جات کی شرح سود، یعنی شرح بٹہ، میں اور ان کے نقد سرمایہ میں بہت گہرا باہمی تعلق ہوتا ہے۔

عام خیال تو یہ ہے کہ شرح سود کا مدار اس زر کی مجموعی مقدار پر ہوتا ہے جو گردش میں ہو، یعنی یہ کہ جب گردش کرنے والے زر کی مقدار بڑھ جائے تو شرح سود گھٹ جاتی ہے؛ اور اس کی مقدار میں کمی ہو تو شرح سود بڑھ جاتی ہے۔ یہ خیال، جس کو اس طرح بڑھا چڑھا کر بیان کیا جاتا ہے، بالکل بے بنیاد ہے۔ زر کی مقدار کا اضافہ خود اسی کی قدر مبادلہ یعنی قیمتوں کی عام سطح کو متاثر کرتا ہے۔ کاغذی زر کے مؤیدین نے عام طور سے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ زر کی مقدار کو بڑھا کر شرح سود کو گھٹایا جا سکتا ہے۔ حقیقت یہ ہے، جیسا کہ ہم بیان

باب ۲۵ بنک کے کاروبار

کر چکے ہیں، کہ قیمتوں کے بڑھنے کے زمانے میں شرح سود بجائے گھٹنے کے بڑھ جاتی ہے جب ایک مرتبہ قیمتیں کا اضافہ معین شکل اختیار کر لیتا ہے تو صورت حالات کی نوعیت میں کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو سود کو بڑھا دے یا گھٹا دے؛ اگرچہ غیر بدل پذیر کاغذ کے رواج کے تحت اکثر ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ عام بد نظمی کی بنا پر قرضہ دینے کے خطرات بڑھ جاتے ہیں اور ایک طرح کی بیمے کی بڑھوتری کی بنا پر شرح سود میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن ان تمام امور سے اس عام اساسی اصول میں کوئی تغیر نہیں واقع ہوتا کہ شرح سود کا مدار زر کی رسد پر نہیں ہوتا، بلکہ ان تعلقات پر ہوتا ہے جو ایک طرف پس انداز کردہ رقم کی مقدار اور دوسری طرف قرض گیروں کی جانب سے اس کے استعمال کے درمیان ہوتے ہیں[1]۔

گو شرح سود کا انحصار زر کی اس مقدار پر نہیں ہوتا جو پورے ملک میں رائج ہوتی ہے؛ لیکن قرضوں پر بنکوں کی طرف سے جو شرح مقرر کی جاتی ہے اس پر بنک کی تجوریوں میں جمع شدہ رقم کا اثر ضرور پڑتا ہے۔ تجارتی دنیا میں قدر زر اور زر کی کثرت وغیرہ یہ اصطلاحیں اکثر استعمال کی جاتی ہیں؛ اور یہ دونوں اصطلاحیں ایک خاص مفہوم میں یعنی بنک کے کاروبار کی صورت حال سے متعلق استعمال ہوتی ہیں۔ زر کی قدر کے معنی عام طور سے سود یا بٹہ کی شرح ہیں جو قلیل المدت تجارتی قرضوں پر وصول کی جاتی ہے۔ زر کی کثرت کے معنی بنکوں میں نقد کی اضافی زیادتی ہے، جس کی بنا پر آزادی 347 کے ساتھ قرضے دیے جاتے ہیں۔ "اضافی زیادتی" غور طلب ہے۔ اس کا مطلب بنکوں کی ذمہ داریوں کے مقابلے میں زر کی کثیر یا قلیل رسد ہے۔ جب بنکوں کے پاس اتنی رقم سے زائد موجود ہو جو روزمرہ کے مطالبات کو پورا کرنے اور سلامتی یا دور اندیشی کے راستے پر چلنے کے لیے ضروری ہے تو وہ آزادی کے ساتھ قرضے دیتے ہیں۔ اس طرح وہ یا تو اپنی ذمہ داریوں میں

[1] دیکھو باب ۲۸ و باب ۲۹۔

باب ۲۵ بنک کے کاروبار

اضافہ کر لیتے ہیں (نوٹوں یا امانتوں کو بڑھا کر) یا تجارتی کاغذ یا تمسکات کے خریدنے میں نقد ادائی کرتے ہیں۔ بہر صورت رقوم واجب الادا سے نقد کا جو تناسب ہوتا ہے اس میں تغیر واقع ہوتا ہے، تا آنکہ معمولی صورت حالات یا مفروضہ معمولی صورت حالات پھر قائم ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس جب معقول حد تک متوقعہ طلب کے مقابلے میں زر کی مقدار قلیل ہوتی ہے تو وہ احتیاط سے کام کرتے ہیں، مزید قرضے دینے سے انکار کر دیتے ہیں؛ یا قدیم قرضوں کی ازسر نو تجدید کرنے سے باز رہتے ہیں؛ یا کم از کم اپنے مستقل گاہکوں کا خیال رکھتے ہیں، اور دوسروں کی طلب کو مسترد کر دیتے ہیں۔ اسی وجہ سے بنکوں کے نقد بدست کی کثرت کے اعتبار سے بٹہ کی شرح میں تغیر ہوتا رہتا ہے۔ آزادی کے ساتھ قرضے دینا اور زر کا آسانی سے دستیاب ہونا بنکوں کے نقد بدست کی کثرت کا نتیجہ ہے؛ اور محدود قرضے دینا اور زر کا بہ دشواری دستیاب ہونا بنکوں کے نقد بدست کی قلت کا نتیجہ ہے۔

اس قسم کے میلانات اور شرح سود کے وہ تغیرات جو ان میلانات کا نتیجہ ہیں بظاہر سب سے زیادہ نمایاں طریقہ پر عند الطلب قرضوں کی صورت میں ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ عند الطلب قرضے میں فریقین کے مطالبے پر رقم کی ادائی لازمی ہوتی ہے۔ قرض دار سے رقم کی ادائی کرنے کے لیے ہر وقت مطالبہ کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس کو ہر وقت ادائی کرنے کا اختیار بھی حاصل ہوتا ہے۔ بنکوں کے پاس کثیر مقدار میں زر نقد موجود ہو تو وہ آزادی کے ساتھ عند الطلب قرضے دیتے ہیں، اور بہت قلیل شرحوں سے دیتے ہیں؛ تاکہ اگر انھیں اپنی رقوم کو کسی دوسرے میدان میں اس سے زیادہ منافع سے مشغول کرنے کے مواقع ہوں تو وہ فوراً عند الطلب قرضوں کی واپسی کا مطالبہ کر سکیں، اور اس رقم کو زیادہ منفعت بخش کاروبار میں لگا سکیں۔ چنانچہ نیویارک میں جہاں زر کی قدر کے تغیرات ہمیشہ جلد جلد ہوتے ہیں "اطلاع قریب" یا "فوری مطالبے" کے زر کی شرح بعض اوقات گھٹ کر ایک فی صد سالانہ بھی ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس ایک تاجر،

جسے اپنے ذمے کے واجبات کے فوری ادا کرنے کے لیے نقد رقم کی سخت ضرورت ہو، یہ جانتے ہوئے کہ وہ جو قرضہ لیگا اس کی ادائی کسی وقت کی جا سکتی ہے، اور یہ توقع رکھتے ہوئے کہ وہ چند ہی دن کے بعد ادا کردیگا، عند الطلب قرضہ حاصل کرنے کے لیے بہت اعلیٰ شرح سود ادا کریگا۔ یہ بات عام طور سے سننے میں آتی ہے کہ نیویارک میں عند الطلب قرضوں پر ۱۰۰ فی صد بلکہ بعض اوقات ۲۰۰ فی صد سالانہ شرح سود لی جاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ پورے سال بھر کے لیے کوئی شخص اس تباہ کن شرح پر قرضہ نہیں لے گا، لیکن شدید عملی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے چند دنوں کے لیے ایسا کیا جا سکتا ہے۔

348 عند الطلب قرضے، جب وہ ضمانتوں کی بنیاد پر کسی کو دئے جاتے ہیں تو عام طور سے بہت سنگدلی کے ساتھ واپس لیے جاتے ہیں۔ قرض دار کے لیے یہ ضروری ہے کہ قرضہ جس وقت واپس طلب کیا جائے بلا تامل ادا کردے۔ اس کے ساتھ بہت بے رحمی کا سلوک کیا جاتا ہے؛ اور اگر وہ وقت پر ادا کرنے میں کوتاہی یا تاخیر کرے تو بمقدار ضمانت، جو اس نے پیش کی تھی، فوراً فروخت کردی جاتی ہے[۱]۔ اس طرح جو قرضے لیے جاتے ہیں ان کا تعلق عام طور سے صرافوں کے کاروبار سے اور خاص کر تمسک کے صرافے کے کاروبار سے ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ اس نظام کا اہم جزو ہیں جو تخمینی کاروبار میں سہولتیں پیدا کرتا ہے۔ بنک کے نقطۂ نظر سے، یہ قرضے اس کے کاروبار میں سب سے سہل

[۱] ۔ اکثر قرضے جو برائے نام عند الطلب ہوتے ہیں فی الحقیقت اس قدر سخت برتاؤ ان کے بارے میں نہیں کیا جاتا۔ اس قسم کے قرضے سابقہ زمانے کے مقابلے میں آج کل تاجروں کو زیادہ مقداریں دئے جاتے ہیں اور ۶۰ یوم یا ۹۰ یوم کے کاغذ کی جگہ لیتے ہیں؛ پھر بھی وہ بلحاظ نوعیت عند الطلب قرضوں سے اساسی طور سے مختلف نہیں ہوتے۔ یہ سمجھا جاتا ہے کہ بنک گاہکوں سے غیر معمولی شرح وصول نہ کرے گا۔ تمسک کے صرافے کے اطلاع قریب کے قرضے بھی جو ان دلالوں کو دیئے جاتے ہیں جو باقاعدہ گاہک ہوں محض برائے نام عند المطالبہ قابل ادائی ہوتے ہیں نہ کہ فی الواقع۔ بنک یہ چاہتے ہیں کہ اپنے شائع شدہ حسابات میں عند الطلب قرضوں کی

غ۔ بنک کے کاروبار

قسم کا کاروبار ہیں۔ اس میں نفع کا ملنا یقینی ہے۔ گو بعض اوقات نفع کی مقدار زیادہ ہوتی ہے اور بعض اوقات کم، لیکن وہ ہمیشہ اچھی خاصی مقدار میں ملتا ہے۔ بایں ہمہ بنک کی قرضے پر دی ہوئی رقم پھنسی نہیں رہتی اور زر واپس طلب کیا جا سکتا ہے؛ کم از کم انفرادی بنک تو یہی کرتا ہے کہ جب خطرات کے علامات دیکھتا ہے یا اس کو زر نقد کسی دوسرے زیادہ منفعت بخش کاروبار میں لگانا ہوتا ہے تو اسکی جانب سے زر نقد ہر وقت واپس طلب کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں عوام کے مفاد کے نقطۂ نظر سے بھی کچھ نہ کچھ فائدہ ہی ہے۔ متعدد مفید کاروبار کو چلانے کی غرض سے قلیل مگر غیر معین مدت کے لیے رقم کی ضرورت پڑتی ہے، اور اس ضرورت کو عند الطلب قرضے کما حقہ پورا کرتے ہیں۔

لیکن اس قسم کے کاروبار سے بڑے بڑے نقصانات بھی رونما ہوتے ہیں۔ ان سے قمار بازانہ تخمین یعنی سٹہ کو نہ صرف تمسکات کے بارے میں بلکہ روئی، غلہ اور دوسرے عام صرف کی اشیا کے بارے میں بھی فروغ ہوتا ہے۔ ہر شخص کے کافی ضمانت پیش کر کے قرضہ مانگنے پر بنکوں کی جانب سے اسے مستعدی کے ساتھ رقوم کا دیدیا جانا تخمین کی حقیقی اور شدید خرابیوں کو بڑھا دیتا ہے یا ان خرابیوں کو بہت آسانی کے ساتھ پیدا کر سکتا ہے۔ جس طرح جدید صنعتوں میں تخصیص کا عام میلان ہے اسی طرح قدرتی طور سے بعض بنک بھی ایسے ہوتے ہیں جو دوسروں کے مقابلے میں بہت زیادہ آزادی کے ساتھ اس طریق پر قرض دینے کی طرف مائل ہوتے ہیں؛ اور حقیقت یہ ہے کہ ہر بڑے مالی مرکز میں چند ایسے بنک ہوتے ہیں جو اپنے لیے اس کاروبار کو مخصوص کر لیتے ہیں۔ قرض دینے کے اس طریقے کا بنکوں کے سب بچے کھچے نقد کو نیویارک اور لندن جیسے مرکزوں میں جمع کرنے کے میلان سے بہت قریبی تعلق ہوتا ہے؛ اور یہ ایک ایسا میلان ہے جو خاص کر امانتی بنک کے کاروبار کی ترقی اور اس نظام کے بعض خطرات سے خاص تعلق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کثرت کی نمائش کریں جس کا مطلب یہ ظاہر کرنا ہوتا ہے کہ ان کے پاس ایسے ذرائع بکثرت ہیں جو بآسانی اور فوراً نقد کی شکل میں آسکتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ نقد پذیری یا بدل پذیری حقیقی نہیں ہوتی بلکہ زیادہ تر برائے نام یا نمائشی ہوتی ہے۔

رکھتا ہے جس کی تفصیلی بحث کسی اور مقام پر کی جائے گی۔

معمولی تجارتی قرضوں پر ایک ماہ، دو ماہ یا تین ماہ کی میعاد کے لیے جو سود لیا جاتا ہے، اس کی شرح یہ بتاتی ہے کہ عندالطلب قرضوں کی شرح سود کے مقابلے میں اس میں بہت کم تغیرات ہوتے ہیں۔ خواہ بنکوں میں نقد کم ہو یا زیادہ، بنک کے باقاعدہ گاہکوں اور جمع کنندوں کے لیے بٹہ کی شرح میں بہت کم تغیر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ پہلے سے یہ سمجھوتا ہو جاتا ہے کہ انھیں "معتدل" شرح سے یعنی معمولی یا مروجہ شرح سے قرضہ دیا جائے گا۔ اس قسم کے قرضوں کے سود کی شرح میں کسی قدر کمی و بیشی ہوتی ہے، اور یہ شرح مستقل مشاغل اصل سے وصول ہونے والی شرح سود کے آس پاس گھومتی رہتی ہے۔ ان سے کم باقاعدہ گاہکوں کو جو قرضے دیے جاتے ہیں ان کے بٹہ کی شرح میں بنک کے نقد بدست کی زیادتی یا کمی کے لحاظ سے بہت سریع تغیرات ہوتے ہیں۔ قلت زر کے زمانے میں اس قسم کے قرضے بہت مشکل سے مل سکتے ہیں اور اعلیٰ شرحوں مثلاً ۸ فی صد، ۱۰ فی صد اور ۱۲ فی صد سے دیئے جا سکتے ہیں؛ حالانکہ باقاعدہ گاہکوں کو اسی زمانے میں رعایتی شرحوں یعنی ۴ فی صد یا ۵ فی صد سے دیئے جا سکتے ہیں۔ اس کے برعکس جب زر کی قلت نہیں ہوتی بنک خارجی کاغذ ایسی شرحوں پر خریدتے ہیں جن سے انھیں معمولی شرح سے کم منافعہ ملتا ہے۔

کاروباری شخص اپنے بنک کے کاروباری تعلقات کو منظم کرنے اپنے اعتبار کو محفوظ کرنے کے لیے دو طریقوں میں سے کوئی طریقہ انتخاب کرتا ہے۔ وہ یا تو ایک بنک سے جو ممکن ہے کہ قدامت پسند بنک ہو، مستقل طور سے کاروبار کر سکتا ہے اور اس طرح اس کو خواہ زمانہ اچھا ہو یا برا مستقل شرح سود ادا کرتا ہے اور قلت زر کے زمانے میں اعانت کا یقین رکھتا ہے۔ یا وہ نوٹ کے دلالوں کے توسط سے اپنا کاغذ جاری کر سکتا ہے، اور مختلف مقامات سے مختلف شرحوں پر قرضہ لے سکتا ہے۔ اس طرح وہ ایسے ایام کے لیے اپنے لیے اعانت کے مواقع پیدا کرتا ہے جبکہ کسی بنک میں آزادی کے ساتھ قرضہ دینے کے واسطے زر نہیں ہوتا اور جبکہ سب کاروباری اشخاص کو قرضوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ پہلا طریقہ وہ ہے

بانک کے کاروبار

جو صنعت کو محفوظ اور مستقل طور سے چلانے کے لیے مفید ہوتا ہے؛ موخر الذکر طریقہ وہ ہے جو تجارتی بحران کے بار بار و توع پذیر ہونے میں مدد دیتا ہے۔ پھر بھی موخر الذکر طریقہ ہی مستقبل قریب میں بظاہر زیادہ منفعت بخش معلوم ہوتا ہے؛ اور واقعہ یہ ہے کہ اگر اولوالعزم ماہروں کی نگرانی میں اس کا باقاعدہ انتظام کیا جائے تو وہ بے حد منفعت بخش ثابت ہوتا ہے۔ ہر قوم میں اسی دو قسم کے بنک اور دو قسم کے کاروباری اشخاص ملیں گے۔ نتیجہ یہ کہ شرح سود کے تغیرات قدرتی طور سے سب سے زیادہ ایسے لین دین میں ظاہر ہوتے ہیں جو بے باک اور اولوالعزم بنکوں اور اولوالعزم اور نڈر کاروباری اشخاص کے مابین طے پاتے ہیں۔

350

۳۔ کامیاب ساہوکار یا بنک کے منتظم میں جو صفات موجود ہونی چاہئیں ان میں سب سے اہم اور مقدم صفت صائب رائے قائم کرنا ہے۔ اس کو مردم شناس ہونا چاہیئے اور پرخطر کاروبار کا بخوبی اندازہ قائم کرنے کی صلاحیت اس میں ہونی چاہئے۔ ملک میں گرد و پیش کے حالات سے اس کو بخوبی واقف اور باخبر ہونا چاہئے۔ خالص تجارتی بنک کے کاروبار میں ان صفات کے علاوہ اس کو ایک حد تک محتاط بھی ہونا چاہیئے۔ تجارتی بنک کاری کا انتظام بحیثیت مجموعی بہت دشوار نہیں ہے۔ اس میں دوراندیشی، دیانت داری راست بازی، باقاعدگی، خوش سلیقگی اور تجارتی طبقے کے ساتھ وسیع تعلقات کی سخت ضرورت ہے۔ ہر قسم کی بنک کاری میں ذمہ دار افراد کے لئے کاروباری نیک نامی اور عمدہ ساکھ لازمی اور ناگزیر شے ہے۔ کوٹھی کے کاروبار اور تاجروں اور صناعوں کو قرضہ دینے والے اداروں کے پیچیدہ کاروبار کے لیے ان سے بھی زیادہ اعلیٰ صفات کی موجودگی ضروری ہے۔ اس میں صرف صائب رائے قائم کر لینے کی صلاحیت اور احتیاط سے کام کرنے کے اعلیٰ صفات ہی کافی نہیں ہیں بلکہ تھوڑی بہت ہمت کر کے خطرہ برداشت کرنے کی صلاحیت اور تنظیمی قابلیت بھی ضروری ہے۔ یعنی خطرات برداشت کرنے نئی نئی کاروباری اولوالعزمیوں میں بے باکی سے معاہدات و معاملات طے کرنے نیز مقابلتہً مستقبل بعید کے لیے صحت کے ساتھ اندازہ قائم کرنے اور دقت طلب کاروبار کے

باب ۵
بنک کے کاروبار

انصرام کے لیے موزوں آدمیوں کا انتخاب کرنے کی اچھی قابلیت وصلاحیت ہونی چاہئے۔ اس میں کامیاب ہونے کے بہترین مواقع انھی اشخاص کو ملتے ہیں، جو تنظیم صنعت کی خلقی قابلیت رکھتے ہیں۔

بنک کے کاروبار میں بہت خاصا منافعہ مل سکتا ہے؛ اور ہر اس صنعت کی طرح جس میں نیک نامی بہت اہم حصہ لیتی ہے، یہ منافعہ ہموار کن مسابقانہ اثرات کے تابع نہیں ہوتا، اگرچہ اجارہ ہونا بھی لازمی نہیں ہے۔ بنک کی کامیابی کے لیے سب سے ضروری عنصر شہرت اور نیک نامی ہے، جو ایک مدت دراز تک دور اندیشی اور عمدہ انتظام کے ساتھ کاروبار کرنے کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ نیک نامی کے قائم ہو جانے کے بعد بنک محض اپنے بل بوتے پر غیر معین مدت تک اپنے کو برقرار رکھ سکتا ہے۔ وہ نئے قرضے دے سکتا ہے، نئی امانتیں تخلیق کر سکتا ہے، اپنے گاہکوں پر قابو رکھ سکتا ہے، اور تقریباً غیر محدود طریقے پر اپنے کاروبار کو پھیلا سکتا ہے۔ گو اس کا منافعہ کثیر ہو، لیکن اس کے مدمقابل اس کو میدان سے ہٹا دینا تو کجا اس کا مقابلہ کرنے میں دقت محسوس کریں گے۔ یہ سچ ہے کہ دوسرے شعبوں کی نیکنامی کی طرح یہ نیک نامی بھی کوشش کے بغیر مدت دراز تک قائم نہیں رہ سکتی۔ نئے بنک گاہکوں کو اپنی جانب رجوع کرنے اور آسان شرائط پر قرض دینے کے لیے ترغیبات دیں گے، تجارتی طبقے میں نیا خون پیدا ہو گا، قدیم بنک انحطاط پذیر ہوں گے اور ان کے گاہکوں کا دائرہ بتدریج کم ہوتا جائے گا۔ لیکن سب اہم مرکزوں میں بعض بڑے بنک ایسے ہوتے ہیں جو نسل ہا نسل تک اپنے کو اور اپنی مستحکم حیثیت کو برقرار رکھتے ہیں؛ جس کی وجہ بلاشبہ ایک حد تک مسلسل عمدہ انتظام ہی نہیں ہوتا، بلکہ نیکنامی اور عمدہ ساکھ کا برقرار رکھنا بھی بڑی حد تک اس کا موجب ہوتا ہے۔

۴۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ بنک اصل مہیا کرتا ہے، اور اپنے اس عمل سے قوم کے دولت آفرینی کے ذرائع میں اضافہ کرتا ہے۔ اصل (اشیائے اصل) کے صحیح مفہوم کے لحاظ سے بنک بظاہر اس قسم کا کوئی فعل انجام نہیں دیتا۔

بارہ ۲۵ بنک کے کاروبار

آلات، کلیں اور تعمیری اشیا سب مزدوروں کی محنت کا نتیجہ ہیں، نہ کہ رقم پس انداز کرنے اور اس کو بطور قرض دینے کا۔ لیکن بنک، اگرچہ وہ اصل نہیں پیدا کرتا، اصل پر دسترس حاصل کرنے کے انتظام اور راصل کے موثر استعمال کو فروغ دینے کا ایک اہم اور بڑا وسیلہ ہے۔

جہاں تک سیونگ بنکوں، شغل اصل کے بنکوں اور اسی کے مماثل کوٹھی کے کاروبار کے اداروں کا تعلق ہے وہاں تک جو کچھ اب تک کہا جا چکا ہے اس میں اضافہ کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے[۱]۔ وہ محض اصل سازی کے سلسلے کی ایک کڑی ہیں اور اس عمل کا ایک درمیانی مرحلہ ہیں جس کے ذریعے سے رقم پس انداز کرنا شغل اصل کو فروغ دیتا ہے۔

تجارتی بنکوں کی تعریف بالعموم ان الفاظ میں کی جاتی ہے کہ وہ بھی انھی افعال کو اسی طریقے سے انجام دیتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پس انداز کردہ رقوم کو (یعنے ایسی رقوم کو جن کی ضرورت مالکوں کو فوراً نہیں ہوتی اور جن کو وہ بنکوں میں جمع کر دیتے ہیں) مختلف ذرائع سے حاصل کرتے ہیں، اور پیدائش دولت کرنے والوں کو بطور قرض دیتے ہیں، بعینہ اسی طریقے سے جس طرح سے کہ سیونگ بنک اپنے پاس جمع شدہ رقوم کو، جو خاص اسی غرض سے علیحدہ رکھی جاتی ہیں، قرض دیتے ہیں۔ ہماری یہ تعریف صرف اسی حد تک صادق آتی ہے جس حد تک کہ بنکوں میں فاضل نقد رقم جمع کرنے سے امانتیں قائم ہوتی ہیں۔ لیکن جہاں تک بنکوں کی جانب سے امانتیں تخلیق کی جاتی ہیں، اور نوٹ جاری کئے جاتے ہیں (اس لیے کہ تجارتی بنکوں کا یہی خاص کام ہے) تعریف منطبق نہیں ہوتی۔ اس صورت میں بنک کی جانب سے اصل کی سربراہی اس طرز پر رقم کی پس اندازی کے بغیر کی جاتی ہے جو بالعموم شغل اصل کے عمل سے تعلق رکھتی ہے۔ گویا قرض گیر کے لیے زر کے ذرائع اس طرح تخلیق کئے جاتے ہیں اور راصل پر دسترس پا سکنے کا انتظام اس طرح کیا جاتا ہے کہ پس انداز کرنے والے کو کوئی ایثار یا مصارف برداشت

---

[۱]۔ دیکھو باب ۵ فصل ۴۔

نہیں کرنے پڑتے۔

تجارتی بنک کاری کا (جس میں بغیر مصارف کے اصل فراہم کیا جاتا ہے،) معاشرتی افادہ دیگر بنکوں کے کاروبار کے افادہ سے کسی قدر مختلف ہوتا ہے۔ اور یہ اس واقعے کی بنا پر رونما ہوتا ہے کہ تجارتی بنک خاص طور پر عملی کاروباری اشخاص کے کاروبار میں سہولت پیدا کرتے ہیں؛ اور اپنے اس عمل سے بین طور سے ایک مفید نتیجہ پیدا کرتے ہیں؛ یعنی: وہ صنعت کے تسلسل و بقا میں اعانت کرتے اور اس کو فروغ دیتے ہیں۔ تاجر یا صناع کو، جو اپنے کاروبار میں ایک منزل طے کر چکا ہو، نئی منزل میں قدم دھرنے سے پیشتر اپنی پیداوار کی فروخت کا یا ان کی قیمت کے وصول ہونے کا انتظار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ بنک کی اعانت اس کو اس قابل بنا دیتی ہے کہ جو کچھ اسے واجب الوصول ہو یا جو کچھ اس کو ملنے کا یقین ہو اتنا وہ بنک سے حاصل کرلے اور بلا تعویق آگے کی منزل میں قدم بڑھا دے۔ کم از کم اسی کے مساوی اہم وہ اثر ہے جو بنکوں کا کاروباری دنیا کی ساخت اور اس کے نظام پر پڑتا ہے مگر یہ اثر اتنا بدیہی نہیں ہوتا۔ جیسا کہ آنے والے بابوں میں بیان ہوگا، ایک طرح کا انتخاب طبعی اس چیز کو متعین کرتا ہے کہ کاروبار کی تنظیم میں کون رہبر بنے گا[1]۔ اس انتخابی عمل میں تجارتی بنک ایک اہم اور نمایاں حصہ لیتے ہیں۔ وہ ان اشخاص کو آزادی کے ساتھ قرضے دیتے ہیں جن سے وہ بخوبی واقف ہیں؛ اور جن اشخاص کے کاروبار کو وہ غیر اطمینان بخش یا جن کی کامیابی کو وہ مشتبہ خیال کرتے ہیں ان کی درخواست کو وہ ٹال جاتے ہیں۔ قرضہ دینے کے بارے میں بنکوں کی رضامندی سے صلاحیت رکھنے والے اشخاص اس قابل بنتے ہیں کہ اپنے کاروبار کی توسیع کریں، خواہ ان اشخاص نے اپنے ذاتی اصل کے بغیر ہی کیوں نہ کاروبار کا آغاز کیا ہو۔ اس میں کلام نہیں کہ بنک بعض اوقات غلطیوں کے بھی مرتکب ہوتے ہیں، اور غیر محتاط مخبوط اور شیخی باز شیخ چلیوں کو بھی وسیع مالی ذرائع پر قابو پالینے کا موقع بہم پہنچاتے

---

[1] دیکھو باب ۴۶۔

بنک کے کاروبار

ہیں۔ لیکن ساہوکاروں کے لیے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے، سب سے ضروری صفت مردم شناسی ہے۔ بحیثیت مجموعی وہ صنعتی قوتوں کی لگام ایسے ہی اشخاص کے ہاتھ میں دیتے ہیں جن کے متعلق انھیں توقع ہو کہ وہ انھیں اچھے اور منفعت بخش طریقے پر لگائیں گے۔ وہ حقیقت میں صنعتی دنیا کے قائد القائدین ہیں۔

بظاہر ساہوکار قرض گیروں کے متعلق ان کے زر کمانے کی قابلیت کی بنا پر اندازہ قائم کرتے ہیں۔ وہ ایسے اشخاص کو آزادی کے ساتھ رقم قرض دیتے ہیں جو نفع آور کاروبار کر رہا ہو۔ اب یہ کس طرح نفع کماتے ہیں اور ان کے نفع کمانے سے عام مفاد کو کس حد تک تقویت پہنچتی ہے ان معاملات سے ساہوکار کو سروکار نہیں ہوتا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح کہ ایک وکیل کو اس کے پیشے کے لحاظ سے اس امر کے متعلق تحقیق کرنے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کہ آیا اس کے موکل کا عمل مفاد عامہ کے لیے ہے یا اس کے منافی۔ جب تک قرض گیر کا کاروبار قانون کے مقرر کردہ حدود میں اور کاروبار کے مروجہ قواعد کے دائرے کے اندر انجام پائے اس وقت تک صرف ایک ہی سوال رونما ہوتا ہے، اور وہ یہ کہ آیا وہ "پکا" آسامی ہے یا نہیں؟ اور زمانہ حال یا مستقبل میں اس کے ایک منفعت بخش قرض گیر ثابت ہونے کا امکان ہے یا نہیں؟ اگر عام طور سے پیدائش کی قوتوں کی موثر قیادت و رہنمائی کے ذریعے سے نفع حاصل کیا جائے تو بنک کا کاروبار اس قیادت کی اعانت کرتا ہے اگر حاجتمند مزدوروں کی محنت سے فائدہ اٹھا کر دوسروں کو دھوکا دیکر یا سٹہ بازی کے ذریعے سے بالعموم زر کمایا جائے تو بنک کا کاروبار اس گم کردہ راہ جدوجہد کی بھی اعانت کرتا ہے۔ ہر قسم کا شخصی اصل جو کوٹھی کا کاروبار کرنے والے اداروں کے توسط سے انجام پاتا ہے اس کا معاشری افادہ اصول خانگی ملکیت کے صحیح عمل پر موقوف ہے۔ خاص کر تجارتی بنک کاری کا معاشری افادہ کاروباری شخص کے اعمال کے حسن و قبح پر منحصر ہوتا ہے۔ ان عام مسائل کے متعلق، جو معاشیات کے نازک مسائل میں سے ہیں، تاوقتیکہ ہم بحث کے اختتام پر نہ پہنچیں، کوئی آخری اور فیصلہ کن بات نہیں کہی جا سکتی۔

353

354

باب بست و ششم

مرکزی بنک کاری کے نظام

(۱) بنک کے نوٹوں کے اجرا کو منظم کرنے کی ضرورت؛ یورپ میں اجرائے زر کی مرکزیت۔ (۲) بنک آف فرانس اس کی سب سے سادہ مثال ہے۔ اس کا نیم خانگی انتظام؛ نوٹ کے اجرا کا اجارہ؛ فلزکا عظیم الشان ذخیرہ؛ فوائد و نقائص۔ (۳) بنک آف انگلینڈ ۱۸۴۴ء کے قانون کے تحت۔ بنک کے کاروبار اور اجرائے زر کاغذی کے شعبے۔ دوسرے اماتنی بنکوں سے تعلق؛ کثیر المقدار نقد امانتیں۔ بحران کے زمانے میں اس کا طریق عمل۔ (۴) جرمنی کا ریشس بنک۔ اجرائے زر کاغذی کے شرائط؛ دوسرے بنکوں سے تعلق۔ (۵) ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء میں ان تینوں بنکوں سے جنگ کے اغراض کے لیے کام لیا گیا۔ سونا تینوں ملکوں سے غائب ہو گیا۔ (۶) چھوٹے موٹے لین دین میں زر کاغذی کا کثیر استعمال۔

۱۔ بنک کا کاروبار زر رواں سے جو قریبی تعلق رکھتا ہے اس کی بنا پر قانون کے ذریعے سے بنک کاری کی تنظیم بہت جلد عمل میں آئی۔ اگرچہ آئین و قوانین ایک وسیع میدان پر حاوی ہیں، پھر بھی ان کے وضع کرنے میں بنک کاری کے